اور لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرو (قرآن حکیم)

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کا سلیقہ

پروفیسر امیرالدّین مہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اور لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرو (قرآن کریم)

گفتگو کا سلیقہ

تالیف

پروفیسر امیر الدین مہر

www.KitaboSunnat.com

فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ

اردو بازار، کراچی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Guftugo Ka Saleeqa

By: Prof. Ameer Uddin Mehar

نام	:	گفتگو کا سلیقہ
مؤلف	:	پروفیسر امیر الدین مہر
نظر ثانی	:	محمد شاہد رفیع الدین
اہتمام	:	ساجد رحمٰن فضلی
ناشر	:	فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی
پہلی اشاعت	:	دسمبر 2004
اشاعت	:	اکتوبر 2010

تقسیم کار

فضلی بک سپر مارکیٹ
نزد ریڈیو پاکستان، اردو بازار، کراچی
فون: 32629724-32212991(92-21)
فیکس: 32633887-(92-21)
e-mail:fazleebook@hotmail.com
www.fazleebooks.com

کتاب سرائے
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ
اردو بازار لاہور۔
فون: 042-37320318

کتاب گھر
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
فون: 051-5552929

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

دستک	۷
سخن ہائے گفتنی	۱۱
باب اول۔ فنِ گفتگو	۱۵
گفتگو میں متکلم و مخاطب	۱۵
فن گفتگو کے ذریعے کامیابی	۲۰
مخاطبین کی درجہ بندی	۲۲
باب دوم۔ زبان کی اہمیت و کردار	۲۷
زبان کی نیکیاں اور برائیاں	۳۰
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے چند پہلو	۵۰
باب سوم۔ زبان کا منفی کردار	۵۵
کذب (جھوٹ)	۵۵
نفاق اور منافقت	۶۲
زبان کی دوسری بڑی برائیاں	۶۳
باب چہارم۔ خاموشی معنیٰ دارد	۸۱
بنیادی طور پر ذہین	۸۱
بے مقصد گفتگو، بے حیائی، راز ظاہر کرنا	۸۲
خاموشی	۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم۔ آداب گفتگو ۸۵
قرآن کریم اور گفتگو ۸۵
رسول اللہ ﷺ اور گفتگو ۸۷
اختلاف کا فطری ہونا ۹۷
مسلمان کا طالبِ حق ہونا ۱۰۴
نیت کا خالص ہونا ۱۰۶
مناسب موقع تلاش کرنا ۱۱۰
موضوع کا علم ہونا ۱۱۱
سب لوگوں کا یکساں نہ ہونا ۱۱۴
گفتگو میں خود کو ترجیح نہ دینا ۱۱۶
غور سے سننا ۱۱۸
اپنی ذات پر نظر رکھنا ۱۲۰
مثالیں دینا ۱۲۶
مشترکہ نکات پر گفتگو کرنا ۱۲۸
بحث ختم کرنا ۱۳۰
میں نہیں جانتا ۱۳۱
ضد سے بچنا اور غلطی تسلیم کرنا ۱۳۴
حوالہ جات اور دیانت داری ۱۳۶
فریقِ ثانی کا احترام ۱۳۸
نظریہ اور صاحب نظریہ ۱۴۳
گفتگو کا بہترین طریق ۱۴۶
چیلنج کر کے لاجواب کرنا ۱۴۸
اختلاف اور محبت ۱۶۰
نتیجے پر پہنچنا ۱۶۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غصہ نہ کرنا	۱۶۳
رائے کی صحت پر اطمینان کے باوجود اختلاف	۱۶۵
جب منطق بے بس ہو جائے	۱۶۹
متکلم کا ضمیر استعمال نہ کرنا	۱۷۱
اونچی آواز سے گفتگو نہ کرنا	۱۷۲
باب ششم۔ گفتگو کی خامیوں کا جائزہ لیجیے	۱۷۴
اپنی گفتگو کی خامیوں کا جائزہ لینا، گفتگو اور احساسات و تاثرات	۱۷۴
انجام گلستاں کیا ہوگا	۱۷۵
قومی زندگی کا مسئلہ، گفتگو میں عمومی غلطیاں اور نقائص، گھبراہٹ	۱۷۶
تکلیہ کلام، ہنسی اور الفاظ	۱۷۷
تالی بجانا، میں میں کرنا، کھری کھری باتیں کرنا، چاپلوسی، تیز گام بننا،	۱۷۸
سب سے مخاطب ہونا، منہ میں بولنا، اختلافی و ذاتی مسائل اور غصہ	۱۷۹
محفل کی جان، بچوں کا موجود ہونا، نااہلی	۱۸۰
باب ہفتم۔ فنِ گفتگو کے ذریعہ کامیابی کا حصول (ایک سفری خاکہ)	۱۸۱
سفر وسیلۂ ظفر، سڑک، ڈرائیور اور گاڑی	۱۸۱
گفتگو سواری کی مثل ہے	۱۸۲
ہمارا معاشرہ ایک شاہرہ کی طرح ہے	۱۸۳
ملاقات، گفتگو اور منزل	۱۸۴
چہرے اور ہاتھ کے تاثرات، ذاتی خوبیاں اور کامیابی	۱۸۵
گفتگو میں زور پیدا کیجیے، ہر دل عزیز بنیے	۱۸۶
اچھا ڈرائیور بننے کے لئے منصوبہ بندی کیجیے	۱۸۶
آپ بھی مشاہدہ کیجیے	۱۸۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم۔ فون پر گفتگو کا طریقہ اور آداب	۱۸۹
ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت	۱۸۹
مرحلہ نمبر۱: جب آپ فون کر رہے ہیں	۱۹۰
مرحلہ نمبر۲: فون پر گفتگو کے دوران	۱۹۲
آپ کا اخلاقی فرض	۱۹۳
مرحلہ نمبر۳: فون پر گفتگو ختم کرنے کے بعد	۱۹۴
چند دیگر باتیں	۱۹۸
کتابیات	۱۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستک

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں انسان کے لیے بیان اور اظہار مافی الضمیر کو اپنی بڑی نعمتوں میں سے شمار کیا ہے۔ سورۃ الرحمن میں جہاں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر اور احسان جتلایا وہاں سب سے پہلے انسان کے لیے قرآن مجید، انسان کی تخلیق اور بیان کا تذکرہ کیا ہے۔ خالقِ کائنات نے ہر انسان کو اس کی صلاحیت اور ملکہ عطا کیا ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی ذمے داری ہے کہ قدرت کی ودیعت کردہ اس صلاحیت کو بڑھائے، ترقی دے اور خوب سے خوب تر بنائے۔

قوت بیان اور بہترین گفتگو وہ طاقت ہے جس سے انسان بڑے سے بڑے مجمع کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، زبان کے میٹھے بولوں کے ذریعے پوشیدہ دل جیت لیتا ہے اور بعض اوقات نہ صرف دل جیتتا ہے، بلکہ مجمع کو اپنے ساتھ لے کر اپنا پیروکار بنالیتا ہے۔ قرآنِ مجید اور احدیث مبارکہ میں اس کی درجنوں مثالیں اور نمونے دیے گئے ہیں۔ خود قرآن مجید میں اس کے اپنے معجزہ ہونے کا ایک پہلو اس کا بلیغ وفصیح اور معانی وحکمتوں بھرا ہونا بتایا گیا ہے۔

گفتگو شیریں، دلپسند اور دلنواز بنانے کے لئے قرآن وحدیث اور حکماء وعلماء کے کلام سے منتخب کردہ شہ پاروں، جامع کلمات کی عبارتوں، حکمتوں، لطیفوں، جملوں، فقروں کی روشنی میں تالیف کردہ پروفیسر امیر الدین مہر کی کتاب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ کتاب کی ضرورت واہمیت اور خوبیاں اور فائدے تو مطالعہ کرنے سے ہی عیاں ہوں گے، تاہم یہ کہنے میں کوئی بات نہیں کہ یہ کتاب ہر طبقے کے افراد کے باہم گفتگو کرنے، دوسرے کو اپنی بات پر قائل کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک بہترین وسیلہ ہے۔

یہ تالیف رفاہی، اصلاحی اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور دعوتی وتبلیغی جماعتوں وتنظیموں کے ذمے داروں اور این جی اوز کے منتظمین، مساجد کے ائمہ، خطیبوں اور واعظین حضرات اور مجالس میں گفتگو کرنے والے اصحاب کے لئے بہترین کتاب اور خیر جلیس (بہترین ساتھی) ہے۔ لہٰذا آپ حضرات سے گذارش ہے کہ اس کتاب کو زیادہ تعداد میں حاصل کرکے اپنے دفتروں اور تنظیموں کے کارکنوں میں پھیلائیں اور ان کی تربیت کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قارئین کے لئے کارآمد اور مفید اور اس کی طباعت و اشاعت میں حصہ لینے والوں کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور مولف کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ ثابت ہو، آمین۔

محمد بشیر جمعہ

P.O. Box 8545, Karachi 75530

E-mail: basheerjuma @ hotmail. com URL: www.timemanagement.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ. وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ. (ابراھیم ۱۴: ۲۴-۲۶)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت، جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، وہ ہر آن اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ تعالیٰ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے، جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے''۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا. (البقرۃ ۲: ۸۳)

''اور لوگوں سے بھلی بات کہنا''۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ. (ق ۵۰: ۱۸)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو''۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ. (الحج ۲۲: ۲۴)

''اور ان کو پاکیزہ بات قبول کرنے کی ہدایت بخشی گئی''۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. (المؤمنون ۲۳: ۳)

''اور جو لغو بات سے دور رہتے ہیں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان نبویؐ

اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ. (متفق عليه)

''پاکیزہ بات صدقہ ہے''۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ. (متفق عليه)

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے''۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ. (الترمذی)

''اپنی زبان اپنے قابو میں رکھو، تمہارے گھر میں تمہارے لئے وسعت ہو اور اپنے گناہوں پر روؤ''۔

وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ. (الترمذی)

''لوگ اپنی زبانوں ہی کی وجہ سے اپنے چہروں کے بل دوزخ میں ڈالے جائیں گے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخنہائے گفتنی

الحمدللہ الذی خلق الانسان فجعلہ صاحب المنطق والبیان والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین محمد افصح الانس والجان الذی قال ان من البیان لسحرا و علیٰ آلہ و اصحابہ الطیبین و من استن بسنتہ الیٰ یوم الدین.

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے گویائی اور قوتِ بیان سے نوازا۔ درود وسلام ہوں آخری نبی و رسول محمد ﷺ پر جو کہ جنوں اور انسانوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے اور جن کا فرمان ہے کہ کلام میں جادو کی سی قوت ہوتی ہے، اور سلامتی ہو آپؐ کی آل اور اصحاب کرام پر اور قیامت تک آنے والے ان لوگوں پر جو آپؐ کی سنت کی پیروی کریں''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس سب سے بڑی نعمت سے نوازا ہے وہ زبان کی قوت اور بیان کی صلاحیت ہے۔ اسی صلاحیت سے انسانی زندگی کے بڑے حصے کا تعلق ہے، انسان حقوق اللہ، حقوق العباد اور دعوت وتبلیغ اور روز مرہ کے امور اسی زبان ہی سے ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر غور کریں:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (۱)

''اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دیں اور لوگوں سے مباحثہ کریں ایسے طریقہ پر جو بہتر ہو''۔

اس آیت میں رب کی راہ کی طرف بلانے کے تین اجزاء بتائے گئے ہیں، ان میں سے دو کا تعلق صرف زبان سے ہے، یعنی دو تہائی گفتگو سے تعلق رکھتے ہیں۔

لہٰذا داعی کے لئے دعوت وتبلیغ میں جن اہم وسائل کی ضرورت ہے ان میں سے ایک بڑا اور اہم وسیلہ زبان کا استعمال اور گفتگو کا انداز ہے اور داعی کی اعلیٰ صفات میں

---

(۱) النحل ۱۶: ۱۲۵.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک اہم صفت ہے۔

علامہ اقبالؒ کا ارشاد ہے:

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

زبان کے صحیح استعمال، شیریں بیانی اور موقع ومحل کے لحاظ سے گفتگو کر کے آدمی بڑے سے بڑے مخالف کو زیر کرسکتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے:

بشیریں زبانی و لطف و خوشی
توانی کہ پیلے بموئے کشی

''زبان کے مٹھاس اور لطف وخوشی سے ہاتھی کو بال سے کھینچ سکتے ہو''۔

لیکن اگر گفتگو میں احتیاط نہ برتی جائے اور زبان کی باگیں آزاد چھوڑ دی جائیں تو بنا ہوا کام بگڑ جاتا ہے اور آدمی اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے، بلکہ بعض اوقات آدمی کی زبان سے بے احتیاطی میں نکلا ہوا ایک جملہ سامع کے دل میں تیر بن کر پیوست ہوجاتا ہے اور دائمی گھاؤ بن جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ
وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

اور اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کسی شاعر نے کہا:

جراحات تیغ از بدن دور شد
دل از زخم گفتار ناسور شد

''نیزوں کے گھاؤ بھر جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم ناسور بن جاتے ہیں''۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو گفتگو کے آداب کی بڑی تفصیل اور وضاحت سے تعلیم دی ہے، البتہ یہ تعلیم قرآن وحدیث اور دینی لٹریچر میں بکھری ہوئی ہے اور کسی ایک جگہ جمع نہیں ہے بلکہ ان کا مطالعہ کرتے ہوئے وقت بوقت سامنے آتی رہتی ہے۔

راقم الحروف کو دعوت وتبلیغ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے اور عملاً اس کام سے واسطہ رکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر علیحدہ کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونی چاہئے۔ اسی دوران اس سلسلے کی ایک عربی کتاب ''فی اصول الحوار'' احقر کے سامنے آئی۔ یہ کتاب وامی (ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ) کے شعبہ تحقیق وتعلیم کی طرف سے اسی مقصد کے لئے مرتب کی گئی تھی جو اپنے موضوع پر کافی جامع، مفید اور کارآمد کتاب ہے۔

راقم الحروف نے اس کو اردو کا جامہ پہناتے ہوئے اسے محاوراتی زبان میں ڈھالنے، سہل کرنے اور زیادہ مفید بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے تاکہ یہ ہر سطح کے قاری کے لئے فائدہ مند ہو اور عام و خاص ہر ایک اس سے استفادہ کریں۔

یونیسیف اسلام آباد نے یہ کتاب طبع کرائی اور راقم الحروف کے حوالہ کی۔ راقم نے اسے دعوتی و اصلاحی مقصد سے اہلِ علم میں تقسیم کیا۔

اہلِ علم نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس پر مثبت تبصرے کیے اور اپنی آراء سے نوازا، ان دانشور حضرات میں میرے استاد محترم مولانا سید وصی مظہر ندوی، محترم قاضی حسین احمد صاحب امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان، عبدالغفار عمر صاحب، سید منور حسن صاحب، حافظ محمد حیات صاحب اور پروفیسر مسلم سجاد صاحب اور محمد بشیر جمعہ صاحب کے نام سرفہرست ہیں۔ ان میں بعض حضرات نے اور دیگر قارئین نے رائے دی کہ اس میں زبان و کلام کے بارے میں بعض اہم اور ضروری باتوں کا اضافہ کر کے اسے دوبارہ شائع کیا جائے۔ اس پہلو سے کتاب پر غور ہو رہا تھا کہ میرے مشفق کرم فرما جناب محمد بشیر جمعہ صاحب سی اے نے اس میں چند اضافے نہ صرف تجویز کیے بلکہ ان میں سے بعض موضوعات کو اپنی کتاب ''شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر'' سے علٰحدہ کر کے عنایت کئے اور نئے مضامین اور بہترین انداز سے مرتب شدہ کتاب کی طباعت و اشاعت کا ذمہ لے لیا۔

چنانچہ راقم الحروف نے ان کی ہمت افزائی اور سرپرستی کو غنیمت جانتے ہوئے کتاب کو از سر نو مرتب کیا اور ضروری اور اہم اجزاء کا اضافہ کیا اور ساتھ ہی محترم محمد بشیر جمعہ صاحب کا تحریر و تجویز کردہ حصہ شامل کیا۔ اب یہ کتاب زبان کی اہمیت کو محسوس کرنے والے ہر فرد، ایک سماجی ورکر، ایک اصلاحی کارکن، ایک صحافی، ایک ریڈیو، ٹی وی پر متکلم اور دیگر اہم موقعوں پر گفتگو کرنے والے حضرات کے لئے بھی مفید اور کارآمد بن گئی ہے۔

میں اپنے تمام کرم فرما بزرگوں، دوستوں اور ساتھیوں کا شکر گذار ہوں جنھوں نے نہ صرف کتاب کو پڑھا بلکہ بغور مطالعہ کر کے اپنی وقیع آراء سے نوازا۔ محترم محمد بشیر جمعہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ ربِ کریم ان کی مساعی قبول فرمائیں اور انہیں اجرِ جزیل عنایت کریں اور صحت و سلامتی سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ دعوت و تبلیغ دین کے سلسلے میں کی جانے والی اس حقیر سی اصلاحی کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے قارئین کے لئے مفید بنائے اور اس ضمن میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں انہیں اپنے عفو سے معاف فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

احقر العباد

امیر الدین مہر

اسسٹنٹ پروفیسر ریجنل دعوۃ سینٹر (سندھ) کراچی۔

(دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

مکان نمبر۳، اے بلاک نمبر۲-اے

سیٹ لائٹ ٹاؤن میرپور خاص سندھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

فنِ گفتگو

گفتگو میں متکلم و مخاطب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ بتادیا جائے کہ گفتگو (حوار) اور گفتگو کرنے والے (محاور) سے کیا مراد ہے اور تکلم (کلام) کی دوسری قسموں میں کیا فرق ہے۔

گفتگو بات چیت کی وہ قسم ہے جو دو اشخاص یا دو ٹیموں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس میں باتوں کا تبادلہ فریقین میں برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے، چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہوتی، اس میں سکون و اطمینان کی فضا ہوتی ہے اور جھگڑے اور تعصب وعناد سے دور رہ کر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ ایسی گفتگو مطالعہ کے دوران دو دوستوں یا ساتھ کام کرنے والے دو اشخاص کے درمیان کام کرتے ہوئے یا کسی محفل یا رت جگا کے شرکاء کے درمیان باہم ہوا کرتی ہے۔

اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ گفتگو کرنے والا ایک خطیب کی طرح نہیں ہے جو لوگوں کے ایک مجمع کے سامنے اپنی بات پیش کررہا ہوتا ہے اور لوگ خاموشی سے اس کی گفتگو سن رہے ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ مدرس یا مقرر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گفتگو کا ماحول پُرسکون اور اعصابی اطمینان کا ہوتا ہے اور کشیدگی اور تعصب سے پاک ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دوسرے کو قائل کرنے، خود قائل ہونے اور ہر شخص کو ایک دوسرے کے خیالات سے استفادہ کرنے کے زیادہ وسیع مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلم متکلم اور داعی کے لئے گفتگو کی اہمیت واضح ہوجائے اور اُس کے سامنے چند قواعد وضوابط اور آداب و ہدایات اور نصائح ایک مجموعے کی شکل میں آجائیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان پر عمل کرنے سے مسلم داعی کی کارکردگی میں مزید بہتری پیدا ہوگی اور اسے زیادہ قوت کے ساتھ گفتگو کرنے کی صلاحیت حاصل ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو اور مناظرے میں فرق

گفتگو اور مناظرے کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے تاکہ ان دونوں کا مفہوم واضح ہو جائے۔ گفتگو کرنے اور مناظرہ کرنے میں یہ بات تو یکساں ہے کہ ان دونوں میں بات چیت ہوتی ہے اور فریقین کے درمیان باتوں کا تبادلہ ہوتا ہے البتہ دوسرے کئی امور میں یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مناظرہ عام طور پر گفتگو کی چپقلش میں شدت اور اس سے ملتی جلتی کیفیتوں کو کہتے ہیں اور ایسی گفتگو میں بحث وکٹ حجتی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کے لئے جدال، مجادلہ اور جدل (جھگڑنا) تینوں الفاظ آئے ہیں جو عداوت کے مختلف روپ کو ظاہر کرتے ہیں جو دشمنی کرنے، اپنی رائے پر ڈٹ جانے اور اس کے لئے تعصب اختیار کرنے کے معنیٰ میں ہیں۔

جبکہ عربی میں حوار (گفتگو) دو فریقوں میں کلام اور بات چیت کے تبادلہ کو کہتے ہیں جو ایک فریق سے دوسرے کی طرف اور دوسرے سے پہلے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس میں دونوں فریقوں کے درمیان کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی جس سے کسی قسم کی کشیدگی اور نزاع کی شکل پیدا ہو جائے۔

قرآن مجید میں چند ایک استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر گفتگو اور مناظرے کے درمیان اس فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ہم کتاب اللہ میں دیکھتے ہیں کہ جدال کا لفظ ایسے مواقع پر استعمال کیا گیا ہے جو ناپسندیدہ اور غیر سنجیدہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ. (۱)

''ان سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی''۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ. (۲)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں''۔

---

(۱) المؤمن ۴۰:۵۔ (۲) الحج ۲۲:۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں جدال کے الفاظ انتیس مقامات پر آئے ہیں ان سب مقامات پر ان کا مفہوم ناپسندیدہ باتوں پر مناظرہ کرنے یا غیر سنجیدہ گفتگو کرنے کا ہے۔ جبکہ کلمہ محاورہ (گفتگو) کے الفاظ صرف تین مقامات پر آئے ہیں جن میں تبادلۂ خیال اور دو فریقوں کے درمیان گفتگو کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (۱)

بات چیت اور گفتگو کا مفہوم ادا کرنے والے دیگر متعدد الفاظ بھی مختلف مصدروں اور صیغوں سے قرآن مجید میں استعمال ہوتے ہیں جیسے کلمہ قال اور قول (کہنا) ۵۲۷ مرتبہ آیا ہے۔ (۲)

داعیانہ گفتگو

ایک داعی کو لوگوں میں اپنی دعوت پھیلانے کے جو متعدد ذرائع و وسائل مہیا ہوسکتے ہیں، ان میں سرفہرست ذریعہ گفتگو ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان میں ڈوبی ہوئی پاکیزہ بات ہی داعی کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کا اولین ذریعہ ہے۔ چاہے لوگوں کو پہلی مرتبہ پیغام پہنچایا جارہا ہو یا کسی شبہ یا الزام کا دفاع کرنا مقصود ہو، اسی طرح اپنے جیسے دوسرے داعیانِ دین سے تبادلہ خیال کرنے کے سلسلے میں بھی اولین ذریعہ یہی ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں جبکہ کسی مسئلے یا طریقِ کار یا ترجیحات طے کرنے کے بارے میں آپس میں نقطۂ نظر کا اختلاف ہو۔

اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ داعی کو گفتگو کے فن پر جس قدر عبور حاصل ہوگا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اسے جتنی قدرت حاصل ہوگی، اس قدر وہ اپنے مقصد میں کامیابی سے زیادہ قریب ہوگا۔ لہٰذا داعی کو چاہئے کہ فنِ گفتگو کا مکمل طور پر مطالعہ کرے اور اپنی اس صلاحیت میں مسلسل اضافے کی کوشش کرتا رہے۔

جدید دور میں ایک ایسا فن متعارف ہوا ہے جو کسی نہ کسی طرح ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے اور وہ ہے تعلقاتِ عامہ کا فن۔ دفاتر اور سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں

---

(۱) اسلوب المحاورہ فی القرآن الکریم دکتور عبدالحکیم حفنی ص۱۲۔ (۲) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن۔ عبدالباقی الفواد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلقاتِ عامہ کے خصوصی شعبے قائم کیے گئے ہیں۔ حکومت کے دفاتر، کمپنیوں، صحافت اور ابلاغِ عامہ کے ذرائع میں ایسے خصوصی شعبے موجود ہیں۔ ان شعبوں کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوسروں تک اچھے طریقے سے اپنی بات پہنچا کر انہیں کسی بات پر قائم کرنے، یا تجارتی اشیاء کو فروغ دینے، یا کسی سوچ کی اصلاح کرنے، یا کسی مسئلے کے لئے راہ ہموار کرنے کا کام انجام دیں۔

موجودہ دور میں اس فن کی اہمیت اور اس پر خصوصی توجہ کے پیشِ نظر، نیز اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فن اگرچہ قدیم ہے تاہم اس میں حد بندی، تخصیص اور زیادہ باریک بینی کا عنصر پیدا ہوا ہے۔ اور گویا یہ ایک قدیم حقیقت کا نیا روپ ہے۔ مسلمانوں کے علمی ورثہ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس موضوع سے متعلق بھی اس کا دامن بیش بہا موتیوں سے بھرا ہوا ہے، کہیں رہنمائی کی شکل میں، کہیں حکمت کی صورت میں، کہیں کسی دانا کی وصیت کے طور پر، اور کہیں کسی پیغمبر کی پند و نصائح کے انداز میں موجود ہیں۔ لیکن یہ باتیں گوناگوں نوع کی ماخذوں اور مختلف موضوعات میں اور مختلف زمانوں اور مؤلفوں کے ذخیروں میں متفرق و منتشر ہیں۔

اکثر و بیشتر اس موضوع سے متعلق بات ایک مختصر جملے کی شکل میں سامنے آتی ہے جو نہایت مجمل مگر پُر مغز اور طویل تجربے کا نچوڑ ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس موضوع اور مواد کا مکمل جائزہ لے کر، مختلف ہم آہنگ عبارتوں کو موضوع کے اعتبار سے مرتب کرے، پھر اس کا مطالعہ کر کے اصول و قواعد کا استنباط کرے، نیز اس موضوع پر مغرب کے پاس جو ذخیرہ موجود ہے اس کا مفید انتخاب اس میں شامل کرے تو اسلامی نقطہ نظر سے تعلقات عامہ کے فن پر ایک نہایت مفید کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اس بات کو محض خام خیالی یا ذہنی عیاشی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ کسی نظریہ کی صحت اس کی کامیاب پیش کش کی ضمانت نہیں ہوتی۔ کتنے ہی صحیح اور قیمتی افکار ایسے ہیں جو پیش کرنے والے کی کمزوری کی وجہ سے میدان ہار گئے اور کتنے ہی غلط افکار ایسے ہیں جو کسی خاص وقت یا جگہ یا موقع پر اس کے پیش کرنے والے کی مہارت کی وجہ سے کامیاب گئے۔ دعوتِ اسلامی کے میدان میں ہمارے پاس سب سے عظیم، سچا، صحیح اور صائب نظریہ موجود ہے۔ بس ضرورت تو یہ ہے کہ اس کا وکیل ایک ایسا باصلاحیت فرد ہو جو اپنے قیمتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواد کو ایسے اچھے انداز میں پیش کر سکے کہ لوگ اس کے قائل ہو جائیں۔

گفتگو کا فن آج ہی نہیں ہر دور میں تعلقاتِ عامہ کا اہم جزو رہا ہے۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ زیر نظر کوشش اس کو نمایاں کرنے اور اس پر بھرپور توجہ دینے کے لئے اور اس موضوع پر تجربات پیش کرنے کے لئے منظرِ عام پر لائی گئی ہے تا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے سامنے بالعموم اور اسلامی علوم کے طلبہ اور دعوتِ اسلامی کے میدان میں کام کرنے والے کارکنوں کے لئے بالخصوص مشعلِ راہ بنے۔ وہ ایسے آداب و ہدایت اور ایسے قواعد و ضوابط مرتب کر کے پیش کرنے کے قابل ہوں کہ جن کی تمام لوگوں کو اپنے مباحثوں، گفتگوؤں اور مذاکرات میں ضرورت ہوتی ہے اور جو ان کے لئے حق بات کی طرف رہنمائی کرنے، دلوں کو جوڑنے، اختلافات کی خلیج پاٹنے اور اتفاق کا دائرہ وسیع کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔ اللہ اس عمل کو قبول فرمائے جو محض اس کی رضامندی کے لئے انجام دیا گیا ہے۔ اور اس میدان میں کام کرنے والوں کو اجرِ عظیم سے نوازے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنِ گفتگو کے ذریعے کامیابی

(زبانِ شیریں، ملک گیری)

لوگوں کی بات سننا

کسی دفتر میں ایک صاحب اپنے ہم پیشہ فرد سے ملنے کے لیۓ آئے، پہلے تو بغیر پیشگی اطلاع دیۓ آنے پر معذرت کی اور پھر سوالات پوچھنے شروع کیۓ۔ دو سوالات کے بعد، جب میزبان نے تیسرے سوال کا جواب دینا شروع کیا تو مہمان صاحب نے ان کے ہر جملے پر انہیں ٹوکنا اور اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا شروع کردیا۔ میزبان کی کوشش یہ تھی کہ جو سوال پوچھا گیا ہے، اس کا پسِ منظر بتاتے ہوئے بات کی جائے تاکہ انہیں آسانی سے بات سمجھ میں آجائے مگر مہمان کے اس رویے کے باعث انہوں نے صرف دو جملوں میں جواب دے کر اپنی بات ختم کردی۔ اس کے فوراً بعد مہمان نے اپنا مدعا بیان کیا کہ وہ اپنے پیشہ ورانہ ادارے کے انتخاب میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اپنے چہرے سے تاثر دیا کہ وہ تعاون بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میزبان نے کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں دیا۔

میزبان کے ذہن میں فوراً ہی یہ بات آئی کہ جو شخص صحیح طریقے سے بات نہیں کرسکتا، وہ اتنے اہم پیشہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی نمائندگی کیسے کرسکتا ہے۔ جسے لوگوں کی بات سننے کا سلیقہ نہیں آتا، وہ اوروں کے مسائل کیسے سنے گا۔ جس میں اتنی سکت نہیں کہ جس شخص کے پاس وہ بغیر اطلاع کے آیا ہے اور پھر بھی وہ اسے وقت دے رہا ہے، اس کی بات سکون کے ساتھ نہیں سن سکتا، وہ معاشرے میں کیسے ہر دلعزیز بن سکتا ہے، کیسے مقبولِ عام ہوسکتا ہے۔

○ گفتگو انسان کی شناخت ہے

ایک شخص ارسطو کے پاس آیا اور مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ ارسطو نے اس سے کہا، تو میرے ساتھ کچھ گفتگو کر، تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ کیونکہ کسی شخص کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتار ہی اس کی شناخت، کردار اور اس کے حسنِ اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

یقیناً گفتگو انسان کی شخصیت کے تعارف کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہی گفتگو اور اس کا انداز افراد کو زندگی میں سکون اور میدانِ عمل میں کامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں اور اسی کے باعث انسان لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنی زندگی میں بے چین اور بے سکون ہوتا ہے۔

○○ گفتگو کی تعریف

جب دو یا دو سے زائد افراد کسی جگہ بیٹھتے ہیں تو اسے ملاقات کہتے ہیں۔ جب ایک فرد بولتا ہے تو اسے کلام کہتے ہیں اور دوسرا سنتا ہے تو اسے سماعت کہتے ہیں۔ کلام اور سماعت کے عمل کو جب افراد بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی ایک فرد کلام کرتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اور پھر کوئی اور کلام کرتا ہے تو باقی افراد سنتے ہیں تو اس پورے عمل کو گفتگو کہتے ہیں۔ لیکن جب سب افراد ایک ساتھ کلام کر رہے ہوں یا خاموش ہوں تو یہ منظر عموماً پسند نہیں کیا جاتا۔ کلام، سماعت، اور گفتگو کے اپنے آداب ہیں، اس کی تکنیک ہیں بلکہ یہ ایک فن ہے جسے حاصل کر کے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

گفتگو کا موضوع

انسان عموماً تین موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں۔ بہت بڑی اکثریت شخصیات پر گفتگو کرتی ہے۔ باقی لوگ واقعات پر گفتگو کرتے ہیں اور بہت ہی قلیل تعداد اصول و نظریات پر گفتگو کرتی ہے۔

ہم صبح سے شام تک گفتگو کے مرحلوں سے گذرتے رہتے ہیں، ہم نے بھی عموماً یہی محسوس کیا ہے کہ اشخاص ہی موضوع گفتگو ہوتے ہیں اور ہم اس میں لذت لیتے ہیں۔ یا پھر کسی واقعہ یا لطیفہ کی بنیاد پر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہم اصول و نظریات پر گفتگو کریں اور قوم کے اجتماعی مسائل کے حل کے لئے کچھ غور و فکر کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کا مقصد

ماہرین نے گفتگو کا ایک نظریہ (تھیوری) پیش کیا ہے، جسے اگر سب تسلیم کرلیں تو بہت سی مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ وہ نظریہ یہ ہے ''گفتگو کا مقصد باہمی الفت، ہمدردی اور آپس میں میل جول پیدا کرنا ہے'' اب اگر اس نظریہ کے تحت لوگ آپس میں بات چیت کریں تو گفتگو میں رنجش اور ناخوشگواری کے امکانات کم ہیں بلکہ اس مقصد کے ساتھ گفتگو سے انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور باہم تعلقات بڑھتے رہتے ہیں اور انسان ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

لوگوں کی پسند اور آپ کا موضوع

جس شخص سے آپ گفتگو کر رہے ہیں یا آپ ملاقات کے لئے گئے ہیں مگر موضوع پر بات چیت شروع نہیں ہوئی، آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کو گفتگو میں اس کی خواہش کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہے۔ عموماً اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ آپ اس کی پسند اور دلچسپی کے موضوعات پر گفتگو کریں، اس کے مطلب کی بات کریں۔ آپ کو چاہئے کہ گفتگو کے اس انداز سے آپ اپنے موضوع کی عمارت کھڑی کریں۔

مخاطبین کی درجہ بندی

شریکِ گفتگو افراد کی قسمیں

جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو ہمارے سامنے تین قسم کے لوگ ہوسکتے ہیں۔

☆ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو ہمارے ہم عمر، ہم مرتبہ اور ہم مزاج ہیں۔

☆ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عمر میں ہم سے بڑے ہیں اور مرتبہ میں بھی بڑے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عمر اور مرتبے میں ہم سے چھوٹے ہیں۔
ان تینوں قسموں میں سے مزید قسمیں نکلتی ہیں۔ یعنی ہم عمر ہیں مگر مرتبہ میں فرق ہے۔
بڑی عمر کے ہیں مگر مرتبہ کم ہے، چھوٹی عمر کے ہیں مگر مرتبہ زیادہ ہے۔

گفتگو کا ماحول

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم گفتگو کس ماحول میں کر رہے ہیں۔ معاشرتی ماحول میں یا دفتری ماحول میں۔ معاشرتی ماحول ہے اور خاندان کے سب ہی افراد گفتگو میں شریک ہیں تو پھر ہمیں عمر کے معیار کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ دوسری طرف اگر معاشرتی ماحول ہے مگر خاندان کے علاوہ بھی احباب موجود ہیں تو پھر عمر اور مرتبہ میں توازن رکھتے ہوئے بات کرنے کی ضرورت ہے اور اگر محض دفتر کا ماحول ہے تو انسانی جذبات اور عمر کا احترام کرتے ہوئے مرتبے اور پوزیشن کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر ہم نے خاندان میں عمر کو، معاشرتی ماحول میں توازن کو اور دفتر میں مرتبے اور پوزیشن کو ملحوظ نہ رکھا تو پھر ان تینوں اداروں میں اضطرابی کیفیات پیدا ہوسکتی ہیں جو رفتہ رفتہ بحران کا باعث ہوتی ہیں۔ ایک ہی فرد مندرجہ بالا تینوں اداروں میں تین پوزیشنوں پر ہوسکتا ہے۔ خاندان میں بڑا، معاشرے میں ہم پلہ اور دفتر میں چھوٹا یا خاندان میں چھوٹا، معاشرے میں ہم پلہ اور دفتر میں بڑا۔ بہرحال یہ معاملہ ایک حسابی اور نفسیاتی بحث کا باعث بن سکتا ہے، مگر ہمیں علم کی خاطر اس احساس کی ضرورت ہے کہ ہر فرد کی ہر لمحے پوزیشن بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا ہم میں اتنی فراست ہونی چاہئے کہ افراد سے اس انداز سے گفتگو کریں کہ ہم پر جو ذمہ داریاں ہیں وہ بحسن وخوبی سرانجام دی جاسکیں۔

ہم عمر، ہم مرتبہ

فرض کیجئے! آپ اپنے چند ہم عمر اور ہم مرتبہ افراد کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے موقع پر گفتگو کو جاری رکھنا، اسے صحیح نتیجے پر پہنچانا ہر شریک کی ذمہ داری ہے۔ لیکن آپ کی خواہش تو یہ ہوگی کہ گفتگو اس انداز سے کریں کہ لوگ آپ کی بات غور سے سنیں، انہیں لطف آئے، بالآخر آپ مقبول اور ہر دلعزیز بن جائیں اور لوگ آپ کی عزت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ اس سلسلے میں آپ کو اپنی گفتگو کے اسلوب (اسٹائل) کا جائزہ لینا ہوگا۔ اپنی تربیت کرنی ہوگی۔ اور اس فن کے رموز سے آگاہی حاصل کرنی ہوگی۔ درحقیقت انسان کی شخصیت کو ایسے ہی ماحول میں پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے اور جہاں گھٹن نہ ہو اور لوگ کھل کر گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس سے تربیت کے مرحلے طے ہوتے ہیں، آپ کو اس فن میں مہارت ایسی ہی محفلوں میں شریک ہونے سے مل سکتی ہے۔ ایسی محفلوں میں شخصیات، واقعات اور اصول و نظریات زیرِ بحث آتے ہیں اور ایسی محفل کا مقصد گھٹن دور کرنا، اعتماد پیدا کرنا اور اجتماعی تاثرات کا احساس دلانا ہے۔

افسر یا مینیجر سے گفتگو

اگر آپ اپنے افسر یا مینیجر سے گفتگو کر رہے ہیں تو پھر آپ کو اس کی پوزیشن کا خیال رکھنا ہوگا۔ آپ کے احساس کے مطابق آپ کا افسر اس مرتبے کا اہل نہ بھی ہو تب بھی آپ کو اس مرتبے کا خیال رکھنا چاہئے جو کہ دفتری نظام نے اسے دیا ہے۔ آپ کی روگردانی سے بحران پیدا ہوگا۔ آپ کے تضحیک آمیز اندازِ بیان سے اضطرابی کیفیات پیدا ہوں گی اور دفتر میں کشیدگی پیدا ہو جائے گی۔ آپ اپنے افسر سے ماتحت بن کر ہی گفتگو کیجئے۔ اپنی ضروریات اور شکایات اس تک خیرخواہی کے جذبے کے ساتھ پہنچایئے۔ اس نے جو کام آپ کے سپرد کیا ہے، اسے بحسن و خوبی انجام دیجئے اور اپنے افسر کی ترقی کا باعث بنئے۔

ایک خاتون کسی بڑے ادارے کے مینیجنگ ڈائریکٹر کی سیکریٹری بننا چاہتی تھیں۔ انہیں مینیجنگ ڈائریکٹر کے سیکریٹری کی جاب نہیں مل سکی اور اس انداز سے ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکی۔ بالآخر وہ کسی بڑے ادارے کے ایک افسر کی سیکریٹری بننے پر رضامند ہوگئیں۔ مگر انہوں نے اس منصوبہ بندی کے ساتھ محنت کی، اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنے افسر کی معاونت کی کہ کچھ مدت کے بعد وہ افسر اس ادارے کے مینیجنگ ڈائریکٹر بن گئے، اس طرح ان خاتون کی خواہش بھی پوری ہوگئی۔ یعنی وہ اس بڑے ادارے کے مینیجنگ ڈائریکٹر کی سیکریٹری بن گئیں۔

اپنے افسران کی عزت، مرتبے اور حیثیت کا خیال کرنا ہم سب کے لئے ضروری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آپ اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کیجئے تاکہ افسر کو احساس پیدا ہو اور وہ بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے، بعض وسیع النظر افسر تو ایسے دیکھے گئے ہیں کہ جو ہر قابل شخص کو اپنے سے آگے بڑھنے کا موقع دیتے ہیں اور وہ جو ہر قابل کا ہمیشہ احترام بھی کرتے ہیں۔

ماتحت افراد سے گفتگو

اگر آپ اپنے ماتحت فرد سے گفتگو کر رہے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ آپ اس سے بہتر سے بہتر طریقے سے کام لیں۔ اس کی صلاحیتوں کا علم حاصل کریں اور اس کے مطابق کام دیں۔ دفتر میں کشیدگی (ٹینشن) پیدا نہ ہو، اس لئے آپ کو چاہئے کہ آپ ان کی شکایات سنیں۔ ان کے مسائل جاننے کی کوشش کریں۔ انہیں ماتحت سمجھ کر دھتکاریں نہیں۔ زندگی دو پہیوں کی گاڑی کی مانند ہے کبھی ایک حصہ نیچے ہوتا ہے اور کبھی وہی حصہ اوپر، کئی کم مرتبہ لوگ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ سینئر حضرات سے آگے نکل جاتے ہیں، ہر انسان کی عزت نفس ہوتی ہے، اس کا احترام کریں۔ اپنے کام کے معاملے میں نظم و ضبط کا خیال رکھیں تاکہ لوگ وقت پر آپ کو کام کر کے دیں اور بہتر سے بہتر طریقے سے دیں۔ آپ ان کے ساتھ سخت رہنا ضروری سمجھتے ہیں تو ضرور رہئے، مگر سخت گیر مت بنئے۔

آپ عزت دے کر ہی عزت لے سکتے ہیں۔ آپ دلوں کی بھڑاس سن کر ہی دل جیت سکتے ہیں۔ آپ کا کام تو معذور افراد کو راہ چلنے کی تربیت دینا ہے تاکہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔ اس کے لئے زبان کی شیرینی ہے۔ سختی اور ترشی آپ کے سارے پروگرام پر پانی پھیر دے گی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مینیجروں اور افسروں کو تو حکم دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کام ہے اور کل تک کرنا ہے۔ ان کے ماتحت خود ہی یہ کام سنبھال لیتے ہیں، پھر کام رات جاگ کر بھی کرنا پڑے تو لوگ کر لیتے ہیں، اس لئے کہ آپ کا مینیجر یا افسر ہردلعزیز ہے۔ وہ آپ کی بات سنتا ہے، وہ آپ کو عزت دیتا ہے اور آپ کا خیال رکھتا ہے۔

بحیثیت افسر آپ کو اپنے ماتحت افراد کی بھی رہنمائی کرنی پڑتی ہے، کبھی نصیحت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنی پڑتی ہے، کبھی مشورہ دینا ہوتا ہے، کبھی حوصلہ افزائی، کبھی تدریس کرنی ہوتی ہے۔ پھر وہ جب آپ سے بات چیت کرتے ہیں تو اس کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے، تنقید کرنی ہوتی ہے، تصحیح کرنی ہوتی ہے اور فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ زندگی کا یہ سفر تو چلتا رہتا ہے، مگر جس شخص کے ماتحت اس سے خوش ہوں، اسے سازشوں کا خوف بھی کم ہوتا ہے اور رات کو نیند بھی اچھی طرح آتی ہے۔ اس کا سفر خوشگوار ہوتا ہے۔

گفتگو انسان کو کامیاب بناتی ہے

ایک کثیر القومی ادارے کے انسانی وسائل کے ڈائریکٹر سے ملاقات ہوئی اور موضوع گفتگو افسر اور ماتحتوں کے تعلقات ہی تھا۔ یہ حضرت بڑی سخت زندگی گذارنے کے بعد اس مرتبہ پر پہنچے ہیں اور ہمیں علم تھا کہ وہ ایک کامیاب انسان ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ زندگی میں ہمیشہ انہوں نے اپنے افسران کی خیرخواہی کی ہے، مگر چاپلوسی نہیں کی۔ جو چیز غلط تھی، وہ غلط ہی بتائی، اس پر صحیح کا لیبل نہیں لگایا۔ اپنے ہم پلہ ساتھیوں کی مدد کی۔ ان کے مسائل سنے، خاندانوں میں آمد و رفت کا سلسلہ رکھا۔ جو لوگ چھوٹے تھے، ان کو اپنا چھوٹا بھائی، بہن سمجھا، ان کے مسائل حل کیے، انہیں مشورہ دیا اور بعض اوقات چشم پوشی بھی کی۔ جو لوگ یونین سے متعلق تھے، ان کے حقوق کا خیال رکھا، سمجھایا اور بات مانی اور منوائی۔ یونین کے لوگوں نے ایک دن ان کی قبر بنوائی۔ اس پر کتبہ لگوایا اور پھر لاتوں اور پتھروں کے ساتھ ان کی ''موسومہ قبر'' کی تواضع کی مگر وہ دیکھتے رہے۔ آج وہی لوگ ان سے معافی مانگ کر اپنے معاملات کو صاف کرا چکے ہیں اور خود ہی معاملات میں مشورے لینے آتے ہیں۔

(ماخوذ از ''شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر'' از محمد بشیر جمعہ۔)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

زبان کی اہمیت اور کردار

(۱۸) انسان کے ڈیل ڈول والے بارعب و باوقار جسم میں ایک چھوٹا سا عضو ایسا ہے جو بغیر ہڈی، کری اور مضبوط کھال کے ہے، اس کا طول زیادہ سے زیادہ دو انچ اور عرض بمشکل ڈیڑھ انچ ہے، یہ مضبوط بتیسی کے درمیان محفوظ رکھا ہوا ہے اور دیکھنے سے پورا نظر بھی نہیں آتا۔ لیکن یہ انسان کی شخصیت، وجود اور عمل و کردار میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی یہ اہمیت اور کردار انسان کی ابتداء سے لے کر آج کے میڈیائی دور تک یکساں قائم ہے۔ بلکہ الیکٹرونک میڈیا میں اور بڑھ جاتی ہے۔ ریڈیو، ٹیلیوژن، آڈیو وڈیو کیسٹ، ٹیلیفون اور لاؤڈ اسپیکر میں تو کردار ہی اس کا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں اسے نعمت کے طور پر بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ. (۱)

”کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور اسے دونوں راستوں کی رہنمائی نہیں کی“۔

پھر اس سے نکلنے والی مختلف آوازوں (بولیوں) کو اپنی قدرت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔ فرمایا: وَمِنْ آيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ. (۲)

”اور اس کی نشانیوں میں سے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور تمہاری زبانوں (بولیوں) اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا“۔

اس کے باوجود کہ تمہاری گفتگو کے اعضاء ایک جیسے ہیں۔ نہ منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق ہے اور نہ دماغ کی ساخت میں، مگر زمین کے مختلف خطوں میں

---

(۱) البلد ۹:۸-۱۰۔ (۲) الروم ۳۰:۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری زبانیں مختلف ہیں، پھر ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں میں شہر شہر اور بستی بستی کی بولیوں میں اختلاف وتنوع ہے۔ اور مزید یہ کہ ہر شخص کا لہجہ، تلفظ اور طرزِ گفتگو دوسرے سے مختلف ہے۔ فَسُبْحَانَ اللهِ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ.

ان تمام بولیوں کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے اور ان سب کو وہ جانتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا (۱). یقیناً اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔

پاکیزہ بول

اللہ تعالیٰ نے اس زبان سے صحیح بول بولنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (۲)۔ ''اور لوگوں سے اچھی بات کرو''۔

لوگوں کے ساتھ تمہاری گفتگو اچھی اور اچھائی اور بھلائی کی ہونی چاہیے۔ اور فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ. (۳)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت، جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، وہ ہر آن اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ تعالیٰ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں''۔ سچا اور پاکیزہ بول دنیا میں پھلتا پھولتا ہے۔ اس کے اثرات دور رس ہوتے ہیں اور اس بولی کے بولنے والے کے لئے صدقہ جاریہ اور دونوں جہانوں کا توشہ بن جاتے ہیں۔ اس کی برخلاف برے بول دنیا میں ہی اپنی برائی کی وجہ سے ظاہر ہوجاتے ہیں اور بولنے والے کی بدنامی اور برائی کا ذریعہ بنتے ہیں اور دنیا وآخرت میں اس کی تباہی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انسان اس زبان کو آزاد چھوڑ دیتا ہے اور اس کی نگرانی نہیں کرتا تو یہ اپنے اثرات

(۱) بخاری۔ (۲) البقرہ۲: ۸۳۔ (۳) ابراہیم۱۴: ۲۴، ۲۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور دکھاتی ہے۔ اس حدیث مبارکہ پر غور کیجئے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ (۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی کلمہ کہتا ہے اور اس کی طرف خاص توجہ نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی بول بولتا ہے جس کی طرف وہ خاص توجہ نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے''۔

زبان سے نکلنے والا ہر کلمہ اپنے مثبت یا منفی اثرات اور وزن رکھتا ہے اور نتیجہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے زبان کی اہمیت اور اثرات کے پیشِ نظر فرمایا: مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ وَ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (۲)

''جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) ہے اور اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو ٹانگوں کے درمیان ہے (شرمگاہ) تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں''۔

انسانی جسم میں زبان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لِسَانُ الْفَتٰی نِصْفٌ وَ نِصْفٌ فُؤَادُهٗ   فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا صُوْرَةُ اللَّحْمِ وَالدَّمِ

''جوان کا نصف (آدھا) حصہ زبان ہے اور دوسرا نصف اس کا دل (شعور) ہے۔ اس کے بعد تو گوشت پوست اور خون ہی باقی رہ جاتا ہے''۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر انسان کی زبان رک جائے اور شعور باقی ہو تو آدھا انسان ہوگا اور اگر اس کے ساتھ شعور بھی چلا جائے تو سوائے گوشت پوست اور خون کے اور کیا رہے گا۔

سندھی زبان کی ایک کہاوت ہے، زبان آهي ننڍڙي پر آهي وه جي گنڍڙي. یعنی زبان ہے تو چھوٹی سی مگر بگڑے تو وہ بس (زہر) کی گانٹھ بن جاتی ہے۔ اور کہا گیا کہ زبان انسان کو تخت پر بٹھائے یا تختے پر پہنچا دے۔

---

(۱) بخاری شریف۔ (۲) بخاری شریف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان کی نیکیاں اور برائیاں

زبان کی حیثیت

زبان کے کردار پر گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ اکثر عبادتیں، نیکیاں، بھلائی کی باتیں اور اکثر حقوق العباد اس زبان کے ذریعے ادا ہوتے ہیں، مبالغہ نہیں ہوگا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ پچھتر فیصد نیکیاں زبان سے ادا ہوتی ہیں اور اتنے ہی فیصد برائیاں زبان کے ذریعے ہوتی ہیں۔ جیسے کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت، نماز، ذکر، دعا، استغفار، حج کے احکام اور دعائیں، سلام کا تبادلہ، سچ بولنا، حق بات کہنا، وعظ ونصیحت، تلاوت قرآن، انصاف کی بات کرنا اور فیصلہ دینا، اقامت وآذان کہنا، نماز پڑھانا، علم پڑھنا اور پڑھانا، شکر کرنا، لوگوں میں صلح کرانا، بیمار کی عیادت اور دعا، اور بہت سے اخلاق وآداب زبان کے وسیلے ادا ہوتے ہیں۔ اس طرح بہت سی برائیوں کا تعلق بھی زبان سے ہے۔ جیسے کفر کے بول، جھوٹ، جھوٹی گواہی، گالیاں اور بدشد بولنا، لعنت کرنا، غیبت، چغلی، گندے مذاق اور ٹھٹھے، کسی کی بے عزتی کرنا، خوشامد، فحش اور بے حیائی کی باتیں، گناہ کے کاموں کے مشورے، بے ہودہ راگ، طعنہ زنی، عیب جوئی اور کتنے ہی برے اخلاق اور بے حیائی کے کام ہیں جن کا بڑا حصہ زبان ادا کرتی ہے۔

زبان کی اہمیت اور انسانی جسم میں اس کے کردار کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے۔
حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب انسان صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے تمام (ظاہری) اعضاء زبان کے مطیع فرمان بن کر اسے کہتے ہیں تو ہمارے (حقوق کے) بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، پس ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو سیدھی (درست) رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے''۔(۱)

تمام اعضاء پر حاکم زبان ہے یہ اگر ٹھیک چلے اور صحیح بات کہے تو تمام اعضاء عافیت میں رہیں گے۔ لیکن یہ ٹیڑھا پن اختیار کرلے اور لوگوں کو گالیاں دے یا بدشد کہے تو لوگ جب جوتے ماریں گے یا پٹائی کریں گے تو یہ تو بتیسی میں محفوظ اور بند رہے گی اور

(۱) الترمذی............

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اعضاء کی پٹائی ہوگی۔

انسانی زندگی کی تعمیر میں زبان کا کردار بہت اہم ہے۔لہٰذا اصلاح اور تربیت میں اسے سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے اور وقتاً فوقتاً اس کی تربیت کرنے کے ساتھ اس کی نگرانی بھی خوب کرنی چاہیے۔ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے بیٹھے ہوئے اپنی زبان کو پکڑ کر جھٹکے دیئے، اس وقت حضرت عمرؓ کا وہاں سے گذر ہوا تو انہوں نے اچانک حضرت ابوبکر کو اپنی زبان پکڑ کر جھٹکے دیتے دیکھا تو کہا: مَه مَه (اسے چھوڑو اسے چھوڑو)۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس نے تو مجھے ہلاکت کی جگہ پر پہنچایا ہے۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان پر نگرانی، جائزہ اور ہلکی پھلکی سزا کو ظاہر کرتا ہے۔ہمیں بھی اپنی زبان پر اسی طرح کنٹرول کرنا اور اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱) کی تشریح یہ کی ہے، خشکی سے مراد زبان ہے اور سمندر سے مراد دل ہے۔ جب زبان خراب ہوجاتی ہے تو اس پر لوگ روتے ہیں اور جب دل بگڑ جاتا ہے تو اس پر ملائکہ روتے ہیں۔ پھر جب زبان فضول باتوں میں جگہ پائے تو ہلاکی کی منزل قریب ہوجاتی ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ پہلے زمانے کے لوگ تین باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔فضول باتوں، زیادہ کھانے اور زیادہ سونے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اس لیے صوفیاء اور صلحاء نے تربیت واصلاح اور عبادات کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے یہی تین باتیں ضروری قرار دی ہیں۔ اور انہیں اس طرح بیان کیا ہے۔قلتِ طعام، قلتِ کلام اور قلتِ منام کا تربیت میں ہونا ضروری ہے۔

تقویٰ اسلام میں مومن کے لئے مِلَاکُ الْحَیَاۃ (زندگی کی پونجی) کا درجہ رکھتی ہے یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک فضول اور لایعنی باتوں کو ترک نہ کرے۔ ایک بزرگ سے روایت ہے کہ تقویٰ کے سامنے رکاوٹیں پانچ چیزیں ہیں جو شخص انہیں عبور کرے گا وہ تقویٰ کو حاصل کرے گا۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) شدت اور سختی کو نعمت پر ترجیح دینا۔ (۲) محنت ومشقت کو راحت پر ترجیح دینا۔ (۳) عجز وانکساری کو عزت وغرور پر اختیار کرنا۔ (۴) سکوت کو فضول باتوں پر ترجیح دینا۔ (۵) اور موت کو زندگی پر فوقیت دینا۔

---

(۱) الروم ۳۰:۴۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان کے دو بڑے کرداروں یعنی گفتگو اور خاموشی کے بارے میں سید علی المرتضیٰؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: خاموشی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک تو آسان ہے۔ مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک مشکل ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مشک کا منہ باندھ کر ہی پانی کو روکا جاتا ہے۔ (وصیت حضرت علیؓ از شاہراہ عافیت، مرتب: محمد بشیر جمعہ)

فرائض گفتگو

گفتگو کی اہمیت، ضرورت، ہمہ گیریت اور وسعت پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر انسان کو روزانہ کسی نہ کسی سے گفتگو ضرور کرنی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کاشتکار، چرواہے، اکیلے سفر کرنے والے مسافر، تنہائی میں کام کرنے والے کارندے بھی بالکل خاموش نہیں رہ سکتے، اس لئے وہ بھی کچھ نہ کچھ بولنے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ یہ سلسلہ ذکر واذکار، حمد و نعت، مختلف قسم کے گیت گنگنانے اور جانوروں سے باتیں کرنے کی شکل میں ہوتا ہے۔

جب گفتگو کی یہ اہمیت وضرورت ایک حقیقت ہے تو گفتگو کے فرائض و آداب کا جاننا، سیکھنا اور ان کا گفتگو میں استعمال کرنا اور یاد رکھنا ضروری ہے اور ایک اچھے انسان کی حیثیت سے اس طرف توجہ کرنا لازم ہے۔ پھر مؤمن و مسلم کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ. (ق ۵۰ : ۱۸) ''کوئی لفظ اس کی زبان سے نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو''۔ گفتگو کا حقوق سے تعلق اور حیثیت دوہری ہے۔ ایک طرف یہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہے تو دوسری طرف یہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں باز پرس بھی دوہری ہوگی۔ جیسے کوئی کسی سے سچی بات کہتا ہے تو یہ اس شخص کا حق بھی ادا کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کر رہا ہے۔ لیکن اگر کسی سے جھوٹ بولتا ہے تو اس شخص سی دروغ بیانی کر کے اس کا حق تلف کر رہا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہے۔

گفتگو پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ہمارے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو میں کونسی باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں عمومی اصطلاح میں فرض اور ضروری کہہ سکتے ہیں اور کونسی باتیں آداب و فضائل میں سے ہیں جنہیں سنت اور مستحب کا درجہ دے سکتے ہیں۔ فرائض کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور ان کے چھوڑنے پر انسان نہ صرف گنہگار ہوگا بلکہ وہ بات بھی غلط، لایعنی اور اخلاقی لحاظ سے بے بھروسہ ہوگی۔ اس باب میں گفتگو کے فرائض کا مختصر بیان کیا جائے گا۔ البتہ دوسرے ابواب میں گفتگو کے آداب و فضائل و تحسینات کا تذکرہ ہوگا۔ اگرچہ گفتگو اور کلام کی دونوں پہلو اہم اور بنیادی ہیں اور ان دونوں کا لحاظ کرنا اور اختیار کرنا ضروری ہے۔ تاہم پہلے حصے (باب نمبر۲) کا تفصیلی بیان اخلاقیات کی کتابوں میں کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی مزید تفصیل وہاں ملاحظہ کی جائے۔

(۱) سچ بولنا

گفتگو کے فرائض میں پہلی صفت جو لازمی ہے وہ سچ بولنا اور سچی بات کہنا ہے۔ یہ وہ صفت ہے جس میں بہت سی دوسری اچھی صفات، خوبیاں اور نیکیاں خود بخود شامل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اس صفت کی وجہ سے بہت سی برائیاں اور خرابیاں انسان سے نکل جاتی ہیں اور انسان گفتار و کردار کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔

انسان کے ہر قول و عمل کی درستگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔ اس کا نام صدق یا سچائی ہے۔ جو سچا نہیں، اس کا دل ہر برائی کا گھر ہوسکتا ہے اور جو سچا ہے اس کے لئے ہر عمل اور ہر نیکی کے حاصل کرنے کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں "اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ". سچ انسان کو نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے"۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ میں چار بُری خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بدکار ہوں، دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں، تیسری یہ کہ شراب پیتا ہوں اور چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ ان میں سے جس ایک کو فرمائیں تو آپ کی خاطر چھوڑ دوں۔ ارشاد ہوا جھوٹ نہ بولا کر (سچ بول) چنانچہ اس نے عہد کیا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا اور پھر بدکاری کے لئے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گذرا کہ صبح کو آنحضرتؐ پوچھیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے تو کیا جواب دوں گا۔ اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور زنا کی سزا دی جائے گی اور اگر نہیں کی تو عہد کے خلاف ہوگا۔ جب رات زیادہ گذری اور اندھیرا خوب چھا گیا تو چوری کے لئے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر اس خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا۔ ہاں کروں گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہیں کروں گا تو بدعہدی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے باز رہا۔ صبح ہوئی تو دوڑ کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بدخصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں۔ یہ سن کر آپؐ مسرور ہوئے۔ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔ جو سچا ہوگا وہ ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش کرے گا، وہ راست باز ہوگا، راست گو ہوگا، ایماندار ہوگا، وعدہ پورا کرے گا، عہد کو وفا کرے گا، دلیر ہوگا، دل کا صاف ہوگا، ریاکار نہ ہوگا، اس کے دل میں نفاق نہیں ہوگا، پیچھے کچھ اور سامنے کچھ، اس کی شان نہ ہوگی، سب کے قابلِ بھروسہ ہوگا، لوگوں کو اس کے قول وفعل پر اعتبار ہوگا اور وہ جو کہے گا کرے گا۔

(الف) سچ اللہ تعالیٰ کی صفت

صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے سب سے اہم صفت ہے اور وہ اعلیٰ صفت ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا۔ ارشاد ہے کہ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ. (۲)
''اور ہم ہیں سچے''۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور سچا کون ہوسکتا ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے ہونے کا ذکر کیا ہے ارشاد ہے: وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا. (۳)

اللہ سے بڑھ کر بات میں سچا اور کون ہے؟ اور ارشاد ہے: وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا. (۴) ''اللہ سے زیادہ بات میں سچا کون ہے؟

(ب) سچ انبیاء کرام کی صفت

صدق (سچ) انبیاءِ کرام کی صفات میں سے بڑی صفت ہے۔ ارشاد باری ہے:

---

(۱) سیرت النبیؐ، جلد ششم (سید سلیمان ندویؒ)۔ (۲) الانعام، ۶:۱۴۶۔ (۳) النساء ۴:۸۷۔ (۴) النساء ۴:۱۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ. (۱)

''اور پیغمبروں نے سچا کیا''، اور ارشاد ہے و صدق اللہ و رسولہ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ (۲)

قرآن مجید میں اکثر انبیاء کرام کی یہ صفت ان کے کام کے ساتھ مبالغہ کے طور بیان کی گئی ہے۔ جیسے صِدِّیْقًا نَّبِیًّا.

نبی کریم ﷺ کی وہ صفات جن سے آپ قبل نبوت اور بعد نبوت متصف رہے ان میں نمایاں دو صفات ہیں ایک آپ کا صادق ہونا اور دوسرے امین ہونا۔ نبی ﷺ کے صادق اور امین ہونے کے اپنے اور پرائے سب قائل ہیں۔

انبیاءِ کرام کا سب سے پہلا وصف صدق اور سچائی اس لئے ہے کہ ان کی ساری باتیں، دعوے، دلیلیں اور حکم نعوذ باللہ سچائی سے ذرا بھی خالی ہوں تو ان کی رسالت و نبوت کی ساری عمارت دھم سے زمین پر گر جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے سچے ہونے کی تصدیق کی ہے۔

(ج) مؤمنوں کی صفت

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مؤمنوں کی جو بڑی صفات کثرت سے اور بار بار بیان کی ہیں ان میں صدق ہے۔ اس صفت سے ان کو موصوف کر کے صادق اور مصدق نے فرمایا ہے، ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ...... اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا. (۳)

بیشک اسلام قبول کرنے والے مرد اور عورتیں، ایمان لانے والے مرد اور عورتیں، فرمانبردار مرد اور عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں...... اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر رکھا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سچائی کا اجر اور بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔

لِیَجْزِیَ اللّٰهُ الصَّادِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنَافِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ. (۴)

---

(۱) یٰس ۳۶:۵۲۔ (۲) احزاب ۳۳:۲۲۔ (۳) الاحزاب ۳۳:۳۵۔ (۴) الاحزاب، ۳۳:۲۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا کہ اللہ سچے اترنے والوں کو ان کی سچائی کا عوض دے اور منافقوں کو عذاب دے، اگر چاہے یا ان کی توبہ قبول کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نہ صرف سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا بلکہ انہیں سچے لوگوں کے ساتھ اپنے، ان سے تعلق، روابط رکھنے اور ان کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے۔اس طرح اچھے ماحول کی وجہ سے انسان سچ اختیار کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (۱)

''اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو''۔ یعنی تمہارا میل جول، اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات اور محبت سچے لوگوں سے ہو۔ اس طرح تم بہت سی برائیوں سے بچ سکو گے، مومن ہمیشہ سچ بولتا ہے، کبھی جھوٹ نہیں بولتا، سچ بولنے کی وجہ سے وقتی تکلیف اور نقصان کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کو خاطر میں لاتا ہے۔ اسے تو یہی خیال رہتا ہے کہ مسلمان ہوں اور مسلمان جھوٹا نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟ قَالَ نَعَمْ! قِيْلَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا؟ قَالَ نَعَمْ، قِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا .... (۲)

''کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا، کیا مؤمن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر آپؐ سے پوچھا گیا، کیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ یعنی مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا''۔ کسی مسلمان کے جھوٹ بولنے پر کچھ عرصہ پہلے تک ہمارے سنجیدہ مسلم معاشرے میں تعجب سے کہا جاتا تھا تم مسلمان ہوکر جھوٹ بولتے ہو۔

(د) سچ کی بعض صفات

(۱) ایمان اور سچ کا ساتھ

سچائی سے ایمان کی اور جھوٹ سے نفاق کی پرورش ہوتی ہے۔ سچ سے ایمان اور نیکی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جبکہ جھوٹ سے نفاق اور برائی پروان چڑھتی ہے۔ اس طرح آپ

---

(۱) التوبہ ۹:۱۱۹۔ (۲) مؤطا امام مالک۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کی ایک حدیث میں کتنی واضح رہنمائی کی گئی ہے۔فرمایا: سچ بولنا نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا ہے اور سچ بولتے بولتے وہ صدیق ہوجاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری دوزخ کو لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔(۱)

قرآن مجید میں برے عمل کے لحاظ سے لعنت کم لوگوں پر کی گئی ہے۔ البتہ جھوٹوں پرلعنت کی گئی ہے۔ارشاد ہے: فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ. (۲)

''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔ اسی طرح میاں بیوی کے باہمی الزامات وتہمتوں کا تصفیہ نہ ہونے پر آخری چارے کے طور پر لعان (میاں بیوی کی ایک دوسرے پر لعنت کرنے) کو بات ختم کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔(۳)

(۲) صدقِ باطن

سچ کی کامل صورت یہ ہے کہ انسان کا دل اور زبان ایک ہوں۔یعنی جو بات دل میں ہے اسے زبان پر لے آئے تو یہ صدق کامل ہے۔لیکن اگر دل میں ایک ہے اور زبان پر اور ہے تو اسے صدق نہیں کذب (جھوٹ) کہیں گے بلکہ یہ جھوٹ جب ایمانیات سے متعلق ہوتو نفاق بن جاتا ہے۔اس لئے ایمان کی تعریف ہی یہ کی گئی، اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌم بِاللِّسَانِ وَّ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ. یعنی ''ایمان زبان سے اسلام کا اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے''۔

جب زبان و دل میں دوئی ہوجائے تو یہ نفاق ہوتا ہے۔ چاہے زبان سے ادا کیا ہوا فقرہ ظاہری حقیقت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذَا جَآئَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللهِ. وَاللهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ. وَاللهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ. (۴)

''اے نبی جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے

(۱) بخاری: کتاب الادب۔(۲) آل عمران۳:۶۱۔(۳) النور۲۴:۷۔(۴) المنفقون ۶۳:۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، ہاں اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں"۔

یعنی اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ان کا یہ اقرار اور ان کی یہ گواہی، ان کے دل کا اقرار اور گواہی نہیں ہے، ان کے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچائی اس کا نام ہے کہ زبان سے دل کی صحیح ترجمانی کی جائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا نام نفاق ہے، جس کی برائی سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے کفر کے بارے میں فرمایا: **هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ.** (۱)

"یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بنسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں وہ اللہ خوب جانتا ہے"۔ اور نفاق اپنی حقیقت کے لحاظ سے جھوٹ کی ہی ایک قسم ہے اور انجام کے لحاظ سے کفر ہے اور کفر کی سزا جہنم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا. (۲)

"یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے"۔

ان کے لئے دنیا میں خواری، ذلت اور ندامت ہے اور آخرت میں جہنم کا نچلا طبقہ ہے۔

(۲) حق گوئی

گفتگو کے فرائض میں سے ایک فریضہ بات کہنے میں حق گوئی (حق بات کہنا) ہے۔ حق بات کہنے کا وصف شجاعت و بہادری سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی ادائیگی

---

(۱) آل عمران ۳: ۱۶۷۔ (۲) النساء ۴: ۱۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ہمت و جرأت کر کے دل و دماغ اور زبان سے صحیح بات کہنا جوانمردی ہے۔ یہ حق گوئی اس وقت زیادہ مشکل ہوجاتی ہے لیکن قابلِ ستائش بھی سمجھی جاتی ہے، جب مادی لحاظ سے بات کرنے والا کمزور اور مقابل طاقتور ہو۔ اسلام نے اس طرح کی حق گوئی کی تعلیم وترغیب دی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ. (۱) ''پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی مطلقاً پرواہ نہ کرو''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو چیز حق گوئی سے روکتی ہے وہ خوف ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک خوف ملامت کا ہے۔ جس کو اس آیت میں بے اثر کیا گیا اور ایک دوسری آیت میں اس کو مسلمانوں کا ایک معیاری و اخلاقی وصف قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ. (۲)

''یہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے''۔ ملامت کے ساتھ جان و مال اور بہت سی چیزوں کا خوف بھی انسان کو حق گوئی سے باز رکھ سکتا ہے۔ لیکن اسلام نے حق گوئی کے مقابلے میں ہر قسم کے خوف کو بے اثر کر دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کسی کو جب کوئی حق بات معلوم ہو تو اس کے کہنے سے انسانوں کا خوف مانع نہ ہونا چاہئے (۳)۔

انسانوں کے مختلف گروہوں میں سب سے زیادہ ہیبتناک شخصیت ظلم پیشہ بادشاہوں اور حکمرانوں کی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے سامنے حق گوئی کو آپؐ نے سب سے بڑا جہاد قرار دیا اور فرمایا: ''اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ''. ''بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق کی بات کہنا ہے''۔ (۴)

اسلام میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جو درجے مقرر کئے گئے ہیں ان میں دوسرا درجہ اس حق گوئی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اور اس کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت ہو تو ہاتھ سے مٹا دے ورنہ زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا سمجھے لیکن یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (۵)۔ صحابہ (رضوان علیہم اجمعین) میں حضرت ابوذرؓ کا مرتبہ حق گوئی میں بدرجہ کمال تھا یہ وہی تھے

---

(۱) الحجر ۱۵:۹۴۔ (۲) المائدہ ۵:۵۵۔ (۳) الترمذی۔ (۴) رواہ النسائی۔ (۵) رواہ مسلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے مکے کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے کے بعد کفار قریش کے سامنے کعبۃ اللہ کے پاس بھرے مجمع میں جا کر توحید کا نعرہ بلند کیا اور کفار کے ہاتھوں مار کھا کر بے دم ہوتے اور دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا اور وہی سزا پائی۔ آپؐ نے ان کی مدح میں فرمایا: آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ حق گو کوئی نہیں۔ (۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے ایک دفعہ ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا ہشیار رہنا کہ کسی کی ہیبت تم کو وہ حق بات کہنے سے باز نہ رکھے، جو تم کو معلوم ہے، یہ سن کر ابوسعیدؓ روئے اور فرمایا کہ افسوس ہم نے ایسی باتیں دیکھیں اور ہیبت میں رہ گئے"۔ (۲)

حق گوئی کو موقع و محل اور حالات کے لحاظ سے دو درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک درجہ عزیمت اور اعلیٰ ہمت کا ہے جو نہایت اونچے درجے کے لوگوں کے لئے ہے۔ یہ لوگ بڑے سے بڑا جسمانی، ذہنی اور مالی نقصان برداشت کر لیتے ہیں لیکن حق بات کہہ گذرتے ہیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دوسرا درجہ رخصت کا ہے۔ جس میں جسمانی یا بڑے مالی نقصان کی وجہ سے حق گوئی سے کنی کترانے کی رخصت (اجازت) ہے۔ اس بارے میں مزید فتویٰ اپنے اندر کے قاضی (دل، ضمیر) سے پوچھیں وہ صحیح رہنمائی کرے گا۔

البتہ حکمت و مصلحت کا بھی اس سلسلہ میں لحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسے آپ کے سامنے پانی کا آدھا گلاس موجود ہے۔ آپ کو اس کا تذکرہ کرنا ہے۔ اس کا ایک پہلو مثبت ہے اور ہمت افزائی کا ہے کہ آدھے کو بیان کر کے ہمت افزائی کر لیں اور دوسرا منفی ہے کہ جس نے آدھا خالی رکھا ہے اس کی ملامت کی جائے۔

بات کہنے کا انداز، طریقہ اور الفاظ میں تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے البتہ بات حق کی جائے اور حقیقت کے لحاظ سے صحیح ہو۔ جیسے اس مثال پر غور کیجئے۔ کسی بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے ہیں۔ صبح اٹھ کر خواب کی تعبیر کرنے والوں کو طلب کیا۔ ایک صاحب نے تعبیر بیان کی کہ بادشاہ سلامت آپ کی زندگی میں آپ کے

---

(۱) سننِ ابن ماجہ۔ (۲) الترغیب والترہیب، للمنذری، بحوالہ ترمذی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے خاندان کے تمام افراد فوت ہو جائیں گے۔ اس پر بادشاہ کو غصہ آیا اور اسے ذلیل کر کے نکال دیا۔ پھر دوسرا دانشور آیا تو اس نے بادشاہ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ کی عمر آپ کے خاندان کے تمام افراد سے زیادہ ہوگی۔ اس پر وہ خوش ہوا اور اسے انعام دیا۔

بہرحال کلام اور گفتگو کے لوازمات میں اہم لازمہ یہ ہے کہ بات حق کی جائے، کہی جائے اور بیان کی جائے۔ البتہ یہ شعر بھی سامنے رکھنا چاہیئے:

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آب گینوں کو

۳- عدل وانصاف کی بات

مسلمان کو جن باتوں کے لئے زبان کھولنا ضروری ہے ان میں عدل وانصاف کی گفتگو ہے۔ اسلام نے جو بڑی نیکیاں گنائی ہیں ان میں جھگڑنے والے فریقوں یا آدمیوں کے درمیان صلح کرانا، وہ اس سے انصاف کی بات کرنے کو کہیں تو انصاف کی بات کرنا اور عدل کی بات کرنا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى. (۱)

اور (گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو) جب بات کہو تو اگرچہ (فریقِ مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف کا پاس کرو۔

ایک مؤمن کو ایسا انصاف والا ہونا چاہیئے کہ سامنے اپنا ہو یا پرایا ہو، دوست ہو یا دشمن ہو ہر حالت میں انصاف کی بات کہنی چاہیئے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ۱- کھلے یا چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں۔ ۲- کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصے میں ہوں دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں۔ ۳- راستی و اعتدال پر قائم رہوں چاہے امیر ہوں یا فقیر۔ ۴- جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں۔ ۵- جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں۔ ۶- جو مجھے سے زیادتی کرے میں اسے معاف کروں۔ ۷-

(۱) سورۃ الانعام ۶:۱۰۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری خاموشی غور وفکر کی خاموشی ہو۔ ۸- میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو۔ ۹- میری گفتگو ذکرِ الٰہی کی گفتگو ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔ (۱)

عدل وانصاف میں زبان کا بڑا اہم کردار ہے۔ اگر یہ منفی رخ اختیار کر لے تو بعض اوقات غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط، حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کر دے۔ اس خطرے کو نبی ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ''بہر حال میں ایک انسان ہی تو ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ تم ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی نسبت سے زیادہ چرب زباں ہو۔ اور اس کے دلائل سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلہ کے ذریعے حاصل کر لی تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے۔ (۲)

ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کی بات کی جائے اس سلسلہ میں صرف ایک آیت پرغور کیجئے۔ ارشادِ ربانی ہے: اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں''۔ (۳)

مفسرینِ کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جس عدل اور برابری کا حکم اس آیت میں ہے اس کے کئی پہلو ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جو سچائی مجھ تک پہنچی ہے اس کو میں تم سب کو پہنچا دوں۔ (۲) دوم یہ کہ محض دینی مخالفت کی وجہ سے تمہارے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے بلکہ وہ کیا جائے جس کا تقاضا عدل کرتا ہے۔ (۳) سوم یہ کہ اب تک تم میں مقدمات کے فیصلے کی جو یہ صورت جاری ہے کہ دولتمندوں اور بڑے لوگوں کے ساتھ رعایت اور عام لوگوں کے ساتھ سختی کا قانون برتا جائے۔ میرے اللہ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ عام و خاص اور امیر و غریب سے یکساں اور برابری کا سلوک ہو۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا رب ایک ہے اور ہم سب اس کے غلام ہیں۔ اس لئے سب غلاموں کے لئے یکساں قانون ہونا چاہیئے۔ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن کے سامنے

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح۔ (۲) بحوالہ تفہیم القرآن جلد ا، بقرہ ۱۹۷۔ (۳) الشوریٰ ۴۲: ۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی ہو، حالات چاہے کیسے ہی ہوں ہر حالت میں عدل و انصاف کی بات کہے۔ پھر چاہے غصہ میں ہو، خوشی میں ہو، تونگری میں ہو یا فقیری میں، بات حق کہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا:

ظفر آدمی اسے نہ جانئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ حسن و لقا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

۴۔ سچی گواہی دینا

مسلمان کے لئے جو باتیں زبان سے کہنی ضروری ہیں اور جن کی ادائیگی کی بڑی فضیلت ہے۔ ان میں سے حق کی گواہی دینا ہے۔ یہ گواہی بنیادی طور پر زبان سے دی جائے گی۔ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو کسی شدید مجبوری کی بنا پر زبان سے گواہی نہیں دے سکتے۔ سب سے بڑی گواہی تو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی ادائیگی کی ہے۔ اس گواہی کے بعد زندگی کے معاملات، فیصلوں اور عدالتوں میں سچی گواہی دینا ہے۔ یہ گواہی اور صاف گوئی اس وقت بڑی مشکل اور کٹھن ہوجاتی ہے جب یہ گواہی اپنے خلاف یا اپنے عزیز و اقارب کے خلاف دینی ہو۔ چنانچہ قرآن مجید نے ایسے ہی موقعے کے لئے رہنمائی کی: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا. (۱)

''اے ایمان والو، انصاف کی حمایت میں کھڑے ہو، اللہ کے لئے گواہ بنو اگرچہ تمہارا اپنا اس میں نقصان ہی ہو، یا ماں باپ یا رشتہ داروں کا، اگر وہ دولت مند ہے یا محتاج ہے، تو اللہ تم سے زیادہ اس کا خیر خواہ ہے، تو تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کے خواہش کی پیروی نہ کرو، اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے کام سے واقف ہے''۔

ان آیات میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ معاملات میں عدل و انصاف کی حمایت تمہارا مقصد ہو، جو کچھ کہو یا کرو اللہ لگتی کہو، اور اللہ واسطے کہو، عدل و انصاف کے فیصلے اور

---

(۱) النساء ۴: ۱۳۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہی میں نہ تو اپنے نفس کا خیال بیچ میں آئے، نہ عزیزوں اور قرابت داروں کا، نہ دولتمندی کی طرفداری کا، نہ محتاج پر رحم کا، پھر اس فیصلہ اور گواہی میں کوئی بات لگی لپٹی نہ رکھی جائے، نہ حق کا کوئی پہلو جان بوجھ کر بچالیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ فیصلہ اور گواہی میں دولت کی خاطر نہ کرو اور نہ محتاج پر رحم کھاؤ، اور قرابت کو بھی نہ دیکھو، جو حق ہو وہ کرو یا کہو۔ پھر سچ کہنے میں کوئی توڑ مروڑ نہ کرو کہ سننے والا شبہہ میں پڑ جائے، یا پوری بات نہ کہو کچھ چھپالو، تو یہ سب باتیں عدل اور انصاف کے خلاف ہیں۔ کسی غریب کی غربت پر ترس کھا کر فیصلہ میں رد و بدل کر دینا بظاہر نیکی کا کام دکھائی دیتا ہے، مگر درحقیقت یہ ایک مقدس فریب ہے، فیصلہ میں ترس کھا کر بے ایمانی کرنا بھی ویسا ہی ہے کہ جیسا کسی کی خاطر رکھ کر، یا کسی کی بزرگی کو مان کر یا کسی کی بڑائی سے مرعوب ہو کر بے ایمانی کرنا ہے۔

اسی طرح جو گواہ کسی فریق کو نفع پہنچانے کی غرض سے طرف دارانہ گواہی دیتا ہے وہ غلطی میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اس کا نگران نہیں ہوسکتا۔ اس لئے نہ گواہوں کو اس لئے طرفداری کرنی چاہئے اور نہ خود فریق کو گواہ کی طرفداری کے ذریعے سے اپنی منفعت کا خیال دل میں لانا چاہیے۔ بلکہ دونوں کا معاملہ اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔

لوگ عام طور پر گواہی میں اس لئے غلط بیانی کرتے ہیں کہ جس فریق کی طرفداری مقصود ہے اسے فائدہ پہنچ جائے، تو ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے امیر اور غریب دونوں بندوں کے حق میں تم سے زیادہ خیرخواہ ہے۔ تمہاری نظریں تو آس پاس جا کر رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب کچھ ہے۔ ایک کم حوصلہ انسان اپنی گواہی میں کسی خاص انسان کے لئے جھوٹ بولتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا، حالانکہ عالم الغیب کو معلوم ہے کہ آگے چل کر اس کے لئے کیا چیز مفید ہوگی، اس لئے گواہی ہمیشہ سچی اور حق کی دینی چاہئے۔

گواہی کے اہل افراد

اسلام میں مردوں اور عورتوں کی گواہی دینے اور لینے یعنی قبول کرنے کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اسے کسی ایک دائرے میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے ہاں اس بارے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بحث و مباحثے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کچھ معاملات ایسے ہیں کہ ان میں عورتوں اور مردوں دونوں کی مشترکہ گواہی کارآمد ہوتی ہے، بعض معاملات ایسے نازک اور پیچیدہ ہیں کہ ان میں صرف مردوں کی گواہی کارآمد ہوتی ہے، پھر بعض معاملات ایسے بھی ہیں جن کا تعلق صرف خواتین اور زنانہ مسائل سے ہے وہاں پر صرف عورتوں کی گواہی مؤثر ہوتی ہے اور بعض معاملات میں مراہق اور سمجھدار بچوں کی گواہی بھی قبول کر لی جاتی ہے۔ اس بحث کا تعلق فقہی احکام سے ہے۔ لہٰذا فقہی قوانین کی کتابیں ملاحظہ کریں۔

یہاں پر بحث گفتگو اور کلام کے نقطۂ نظر سے ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن گواہی دیتے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رکھے اور صحیح صحیح گواہی پیش کرے۔ پھر جب کسی مسلمان سے گواہی دینے کا کہا جائے اور گواہی کے لئے بلایا جائے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (۱). ''اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لئے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں''۔

جب کسی انسان کو حق دلانے، کسی مظلوم کو انصاف دلانے کے لئے اور کسی حکم یا اجتماعی بات کو ثابت کرنے کے لئے گواہی کی ضرورت ہو اور گواہی دینے کے لئے کہا جائے تو گواہی دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس پسِ منظر میں گفتگو کے فرائض میں گواہی دینا اور سچی گواہی دینا ضروری ہے۔

اسلامی شریعت کے خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ کے لئے سچی گواہی دی جائے اور اس میں کسی کے راضی ہونے اور ناراض ہونے کا خیال قطعاً نہ کیا جائے۔

(۵) سچا وعدہ وعہد

انسان جو باتیں عام طور پر زبان سے ادا کرتا ہے ان میں سے وعدہ کرنا اور عہد کرنا ہے۔ آدمی صبح سے شام تک مختلف لوگوں سے ملتا ہے، ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے، کاروبار کرتا ہے، دفتر میں کام کرتا ہے۔ ان تمام کاموں اور باتوں میں وہ چھوٹے بڑے وعدے کرتا رہتا ہے۔ اور یہ کاروائی زیادہ تر زبانی ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں تحریر میں نہیں آتی۔ لیکن اگر تحریر میں آجائیں تو اور پختہ اور حتمی بن جاتی ہیں۔ گفتگو کے پہلو سے

---

(۱) البقرہ۲: ۲۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا جائے تو یہ وعدہ کے زمرے میں آتا ہے۔ لہٰذا وعدہ کرتے وقت اور زبان سے بول بولتے وقت ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچنا چاہئے کہ یہ وعدہ میں پورا کرسکوں گا، اسے نبھاسکوں گا اور وفا کرسکوں گا۔ اگر یہ یقین ہے تو ایسا وعدہ کرنا چاہیے ورنہ اپنی معذرت کرکے صاف بات کرلینا چاہیے۔ اس لئے کہ شریعت میں وعدے کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ قرآن مجید میں بار بار وعدہ اور عہد پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وعدہ پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات بتائی گئی ہیں۔ ارشاد ہے: وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (۱)۔ ''اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے''۔ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (۲)۔ ''اللہ کا وعدہ ہوا ہے اور اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا''۔ اور ارشاد ہے فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ (۳)۔ ''اللہ اپنے قول و اقرار کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا''۔

نبی اکرم ﷺ عام طور پر اپنے ہر خطبے میں ارشاد فرماتے: اَلَا لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ (۴) ''سنو، جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں''۔

یعنی اس قول و قرار کو جو بندہ اللہ سے کرتا ہے، یا بندہ بندے سے کرتا ہے، پورا کرنا حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا ہے، جس کے مجموعے کا نام دین ہے، اب جو اس عہد کو پورا نہیں کرتا وہ دین کی روح سے محروم ہے۔

مومنوں کی جو اہم صفات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے عہد اور وعدے کا پورا کرنا ہے۔ ارشاد ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (۵)۔ ''اور نیک لوگ وہ ہیں جب عہد کریں تو اسے پورا کریں''۔

ہماری بحث کا خاص پہلو وعدہ اور عہد کرتے وقت کی گفتگو ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے اس ارادے سے وعدہ کررہا ہے کہ مجھے یہ پورا نہیں کرنا ہے اور صرف ٹالنا مقصد ہے تو یہ جھوٹ، وعدے خلافی اور دوسرے کو دھوکا دینے کے زمرے میں شامل ہے۔ گویا ایک شخص بیک وقت تین بڑے گناہ کررہا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے تین گناہوں کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اس لئے عہد و پیمان کرتے وقت خوب سوچ سمجھ کر پھر فیصلہ کرنا چاہیے۔ چاہے یہ

---

(۱) التوبہ ۹:۱۱۲ (۲) الروم ۳۰:۶ ۔ (۳) البقرہ ۲:۸۰ ۔ (۴) احمد، طبرانی وابن حبان ۔ (۵) البقرہ ۲:۱۷۷ ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعدہ اور عہد چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ فرد سے ہو یا ادارے سے ہو اور کسی جماعت اور تنظیم سے ہو یا افراد سے ہو، تمام وعدوں اور عہدوں کی اپنی جگہ پر بڑی اہمیت ہے۔

(٦) ذکر اللہ

ذکر اللہ کے لفظی معنیٰ ہیں یاد کرنا، زبان سے تذکرہ کرنا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں شریعت کی رہنمائی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور اس کے احکام یاد رکھنا۔ اسلام میں جو بڑی اور وسیع نیکیاں ہیں ان میں سے ایک اللہ کا ذکر ہے۔ پھر ذکر کا دائرہ محدود، متعین اور معدودے چند نہیں ہے، بلکہ بہت وسیع ہے۔ اس دائرے میں کلمہ طیبہ سے لے کر اللہ اللہ کرنا، تسبیح پڑھنا، تلاوت کرنا اور دعائیہ کلمات کہنا شامل ہے۔

ذکر یعنی اللہ کو یاد کرنے، یاد رکھنے اور اللہ کے احکام کو یاد رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے کیجئے جس میں فرمایا گیا: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ. (۱)

''پس تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو''۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپؐ نے حدیث قدسی (جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو) بیان کرتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھتا ہے، میں اس کے مطابق اس سے برتاء کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس طرح یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس مجلس میں یاد کرتا ہوں جو اس کی مجلس سے اچھی ہوتی ہے۔ (۲)

مجلس میں یاد کرنے کا مطلب ہے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس احکام کو سنانا اور سننا۔ اللہ تعالیٰ جس مجلس میں ایسے ذاکرین کا تذکرہ کرتا ہے وہ مجلس فرشتوں کی ہوتی ہے جو یقیناً دنیا کی مجلسوں اور محفلوں سے اعلیٰ اور بہترین ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جو اہم صفات اپنی کتاب میں بیان کی ہیں ان میں ایک صفت ذکر اللہ ہے۔ ارشاد ہے: وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ

---

(۱) البقرہ: ۲، ۱۵۲۔ (۲) متفق علیہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا. (۱)

''اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔ چونکہ اس باب میں لسان (زبان) کی وہ باتیں بیان کی جارہی ہیں جو زبان کے فرائض میں ہیں اور جن کے ادا نہ کرنے سے بندہ گنہگار اور اللہ کا نافرمان بنے گا۔ لہٰذا زبان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الغرض، زبان کے ضروری کرداروں میں اللہ کا ذکر، اللہ کے احکاموں کی یاد گیری، نماز اور دیگر عبادات کی ضروری تلاوت، تسبیحات اور دوسرے شریعت کے ضروری احکام کا سیکھنا اور سکھانا وغیرہ ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث میں نماز کو ذکر کہا گیا ہے۔ نماز بغیر زبان سے بولے اور کلمات کہے ادا نہیں ہوتی۔ لہٰذا نماز میں کم از کم تلاوت فرض ہے، اس طرح بعض دیگر تسبیحات کی ادائیگی ہے، حج کے بنیادی فرائض میں سے تلبیہ کہنا فرض ہے اور بعض دوسرے مواقع ہیں جہاں زبان سے کلمات کہنا اہم ہیں۔ نیز امام کے لئے جہری نمازوں میں جہری قرأت کرنا لازمی ہے۔

زبان کے فرائض میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کہنا، علم پڑھنا اور پڑھانا اور مسائل سیکھنے کے لئے پوچھنا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲). ''اہلِ علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے''۔

علماء کہتے ہیں کہ شریعت جو احکام جن لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے تجار کے لئے تجارت کے ضروری مسائل ہیں لہٰذا اہلِ علم سے ان کا پوچھنا ان کے لئے لازمی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں ہے لِسَانًا ذَاكِرًا وَ قَلْبًا شَاكِرًا۔ یا اللہ میں آپ سے ذکر کرنے والی زبان اور شکر گذار دل طلب کرتا ہوں''۔

(۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

مسلم امت، دعوت کی امت ہے اس کی بعثت (اٹھانے) کا مقصد ہی یہ ہے کہ دینِ اسلام کی دعوت بھولے بھٹکے انسانوں تک پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب

---

(۱) الاحزاب۳۳، ۳۵۔ (۲) النحل ۱۶، ۴۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. (۱)

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

مسلمان دنیا میں اللہ کا سپاہی ہے لہٰذا اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر نیکی پھیلائے اور برائی مٹائے۔ جب تک اس ذمہ داری کو ادا کرتا رہے گا تو وہ بہترین امت کا بہترین فرد ہوگا اور ایسے ہی شخص کو آپ ﷺ نے بہترین انسان بتایا ہے۔

حضرت درہ بنت ابولہب روایت کرتی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر آپؐ سے سوال کیا، یا رسول اللہ انسانوں میں سب سے بہتر آدمی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''انسانوں میں بہترین وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی کتاب پڑھنے والا ہو، جو سب سے زیادہ متقی ہو، جو سب سے زیادہ معروف (بھلائی) کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا ہو اور جو سب سے زیادہ رشتہ داری کا پاس کرنے والا ہو''۔ (۲)

قرآن مجید میں مؤمن کی جو صفات نمایاں کر کے بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ صفت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (۳)

''نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں''۔

مؤمن کی یہ صفت ہر وقت اس کے سامنے رہتی ہے اور وہ نیکی کو پھیلانے سے کسی وقت غافل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوتاہی کرتا ہے گویا یہ اس کی عادت بنی ہوئی ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے برائی کو بُرا کہے اور اسے روکے۔ آپ ﷺ کا یہ مشہور ارشاد ہے:

مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ. (۴)

''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے پھر اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے پھر اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں بُرا کہے''۔

---

(۱) آل عمران ۳: ۱۱۰۔ (۲) مسند احمد۔ (۳) سورۃ توبہ ۹: ۱۱۲۔ (۴) رواہ مسلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات واحادیث کی روشنی میں زبان کا ایک اہم کردار یہ ہے کہ اس سے نیکیاں پھیلانے اور برائیاں ختم کرنے کا کام لیا جائے۔ دعوت وتبلیغ و امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری پوری کرنے کے شرعی لحاظ سے کئی پہلو ہیں جنہیں مؤمن ان کی ادائیگی میں اپنے سامنے رکھے۔ چند یہ ہیں:-

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے چند پہلو

(۱) مومن کی انفرادی ذمہ داری

اللہ کا بندہ ہونے اور محمدؐ کا امتی ہونے کی بنا پر دعوت وتبلیغ کا کام ہر مومن کی انفرادی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ یہ ذمہ داری اس پر لازم ہے چاہے اس کی اپنی حیثیت کیسی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا(۱).

”اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

لہٰذا اپنے ماتحتوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔

(۲) امر بالمعروف، اپنی اصلاح کے لئے

نیکی کا حکم دینے سے انسان کی اپنی اصلاح ہوتی ہے، حق پر قائم رہتا ہے، بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور نیکی کرنے کی اللہ کی طرف سے توفیق نصیب ہوتی ہے۔

(۳) انسانوں کی خیر خواہی و بھلائی

اسلام تمام انسانوں سے خیر خواہی اور بھلائی کا درس دیتا ہے۔ انبیاءِ کرام انسانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ. (۲)

”میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں ایسا خیر خواہ ہوں کہ جس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے“۔

---

(۱) التحریم ۶۶:۶۔ (۲) الاعراف، ۶۸:۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینِ اسلام ہے ہی سراسر خیر خواہی کا دین۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''دین خلوص و خیر خواہی کا نام ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی، ہم نے پوچھا کہ کس کے لئے خیر خواہی تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کے رسول کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، مسلمان سربراہوں کے لئے اور عام لوگوں کے لئے۔ (۱)

(۴) اپنے متعلقین کی اصلاح کے لئے

چونکہ ہر مؤمن پر اپنے متعلقین کی اصلاح کرنا ضروری ہے اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ان کی اصلاح کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے ہر شخص محافظ و نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں ہیں۔ پس امیر جن لوگوں کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے پس اس سے اس کے زیرِ کفالت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے سو اس سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، لہٰذا مؤمن کو اپنے متعلقین کی اصلاح جاری رکھنی چاہئے۔

(۵) دنیاوی زندگی میں نجات اور اس کی بہتری کے لئے

مؤمن جس معاشرے میں رہتا ہے اس کے اثرات اس پر اور اس کے خاندان پر لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ خاص طور پر الیکٹرونک میڈیا کے اس میڈیائی دور میں تو یہ اثرات اس کے گھر، ڈرائنگ روم اور ڈائننگ ہال تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا وہ نیکی پھیلانے اور بدی مٹانے کی مسلسل کوشش جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اصحاب السبت کے واقعے میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے دور میں سمندر کے کنارے پر یہودی رہتے تھے۔ چونکہ ان کے ہاں سبت (سنیچر) کے دن شکار کرنا منع تھا۔ لیکن ان میں سے کچھ لوگ حیلہ کرکے شکار کرنے لگے، اس پر قوم تین حصوں میں بٹ گئی، ایک گروہ

---

(۱) مسلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں کا جو شکار کرر ہے تھے۔ دوسرا گروہ ان کا جو ان کو شکار سے روکتے تھے اور تیسرا گروہ ان لوگوں کا جو ایک طرف ہوکر خاموش بیٹھ گئے، بلکہ روکنے والوں کوٹو کنے لگے اور کہنے لگے کہ اس میں تمہارا کیا جاتا ہے اور ان کو کیوں سمجھاتے ہو بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ خود ہی اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عذاب آیا تو صرف ان لوگوں کو نجات ملی جو ان کو اس سے روکتے تھے۔ اس طرح حدیث شریف میں بھی اس نوع کے واقعات آئے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں برائی کے برے نتائج سے بچنے کے لئے کوشش ضروری ہے۔

(٦) آخرت میں ثواب واجر کے لئے

نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنا آخرت میں بڑے اجر وثواب کا باعث ہے آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلاً وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَم۔ (۱) " اللہ آپ کے ذریعے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے۔ یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، کسی شخص کی نصیحت اور کوشش سے جتنے لوگ نیکی کی راہ پر آئیں گے اور عمل کریں گے ان سب کے اجر وثواب میں اس کا حصہ ہوگا۔

(۷) کارانبیاءِ کرام

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کارانبیاء ہے یہ لوگ اسی مقصد کے لئے مبعوث ہوئے اور ساری عمر یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کے کردار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ انسان تھا"۔ (۲)

غرض یہ کہ انبیاءِ کرام ہمہ وقت دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ گویا سنت انبیاءِ پر عمل پیرا ہیں۔

---

(۲) بخاری شریف۔ (۳) مریم ۱۹:۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) سچا اقرار کرنا

انسان کسی بات یا چیز یا حق کا اپنے ذمے ہونے کا اقرار کرتا ہے، اسے اپنے ذمے تسلیم کرتا ہے۔ شریعت میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔فقہاء کرام نے اس پر بہت سے مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔لیکن ہمارا یہ موضوع نہیں ہے۔

یہاں بحث ایک شخص کی گفتگو سے ہے۔ اگر اس کے ذمہ کوئی حق ہے تو اسے دیانتداری سے تسلیم کر لینا چاہئے، یہی ایک مسلمان کا وطیرہ اور شیوہ ہونا چاہیے البتہ اگر کوئی شخص جھوٹا اقرار کرتا رہا ہے تو یہ جھوٹ کے زمرے میں آئے گا۔لیکن اگر یہ کسی اور کے ذمہ کسی بات کا اقرار کررہا ہے اور حقیقت میں ایسے نہیں ہے تو یہ جھوٹ اور دوسرے پر تہمت کے دائرے میں آئے گا جو دوہرا گناہ ہے۔

(۹) املاء کرانا

املاء کا کلمہ ملأ سے نکلا ہے جس کے معنیٰ بھرنا، بھر جانا ہے۔اور اصطلاحی معنیٰ ہیں کسی کو کوئی بات املاء کرانا، لکھوانا اور اندراج کرانا۔گفتگو کے بنیادی احکام میں سے ایک حکم کسی کو کوئی بات املاء (Dictate) کرانا ہے، اپنی طرف سے املاء کرانا ہو یا کسی دوسرے کی طرف سے املاء کرانا ہو دونوں صورتوں میں غلط، جھوٹ بات اور خلافِ واقعہ کوئی بات املاء کرانا بُرا اور گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحیح اور سچی بات املاء کرنے کے بارے میں فرمایا: ''وہ (کاتب) لکھے اور املاء وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (قرض لینے والا) اور اسے اللہ اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے، لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو یا ادا نہ کرسکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املاء کرائے''۔(۱)

املاء کرانے میں مؤمن کو جو بات سامنے رکھنی چاہیے وہ ہے اللہ کا خوف، مسلم اور غیر مسلم یا مؤمن یا غیر مؤمن کے درمیان بنیادی بات جو فرق کرنے والی ہے وہ اس کا ایمان، اللہ کا خوف اور آخرت کا ڈر ہونا ہے۔

---

(۱) سورۃ البقرہ۲: ۲۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کا سلیقہ

کسی بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سارے دانت ٹوٹ گئے ہیں۔ ایک مشہور تعبیر دان کو بلوایا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا حضور یہ خواب بڑا خراب ہے، آپ کے سارے رشتہ دار آپ کے سامنے مرجائیں گے۔ بادشاہ کو یہ بات بڑی ناگوار گذری، سزا دے کر دربار سے نکال دیا۔ پھر دوسرے ماہر تعبیر خواب کو بلوایا۔ اس نے کہا حضور یہ خواب تو بڑا اچھا اور مبارک ہے کہ اس سے آپ کی طویل عمری کا اظہار ہے، بادشاہ نے درباریوں سے کہا خواب کی تعبیر دونوں نے ایک ہی بتائی ہے، مگر اول الذکر جو دربار سے ذلیل ہوکر نکلا، آداب و اندازِ گفتگو سے واقف نہ تھا اور یہ شخص گفتگو کے سلیقے سے واقف ہے یہ کہہ کر اسے انعام سے نوازا۔

چرچل تقریر کے دوران شور سنکر بھڑک اٹھا اور اس کی زبان سے غصے کے عالم میں نکلا کہ آدھے برطانوی بے وقوف ہوتے ہیں۔ مجمع بھی بھنا گیا اور زیادہ شور بڑھ گیا، لوگ اس کے ریمارکس سے ناخوش ہوکر چلانے لگے۔ چرچل نے ایک لمحہ توقف سے کہا، معاف کیجئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آدھی برطانوی سمجھدار اور عقل وشعور والے ہیں۔ مجمع نے باقی تقریر بڑے سکون سے سنی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

زبان کا منفی کردار

اس باب میں زبان اور گفتگو کی ان باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جو شرعی لحاظ سے اور اصطلاح میں محرمات (حرام کی ہوئی باتیں) کہلاتی ہیں، نہ صرف مسلمان کو بلکہ ہر انسان کو ان سے بچنا ضروری ہے۔ محرمات، وہ باتیں ہیں جو شرعی، اخلاقی اور قانونی لحاظ سے حرام ہیں۔ جن کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک گنہگار، اخلاقی اور حقوق العباد کے لحاظ سے کمتر اور ذلیل بنتا ہے اور قانونی لحاظ سے اپنے بعض حقوق سے محروم ہو جاتا ہے اور قانون کی نظر میں بے وقعت اور عام انسانوں کے نزدیک بے وزن بن جاتا ہے۔

لہٰذا ایسی باتوں کو پہچاننا، ان کی برائی سے واقف ہونا اور اپنی گفتگو میں ان سے بچنا ضروری ہے۔ ان میں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اور آداب و اخلاق کی کتابوں میں ان کا تذکرہ جا بجا موجود ہے۔ اس تذکرہ کو بار بار پڑھنے، یاد رکھنے اور عملی زندگی میں اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

برصغیر کے اچھے گھرانوں اور مسلمانوں کے گھروں میں ان باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا۔ بزرگ خواتین، انائیں، اتالیق اور اساتذہ اس کی تربیت دیتے تھے۔ لیکن جیسے اخلاقیات کے ہر شعبے میں زوال آیا ہے اسی طرح اس شعبے میں بھی زوال آیا ہے۔ اس لئے اب پاکیزہ، حرام اور ناجائز باتوں اور الفاظ سے پاک گفتگو کرنے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ بلکہ گفتگو میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا اور ان سے بچنا اور اپنی گفتگو ایسی باتوں سے پاک رکھنے کا احساس تک ختم ہو چکا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(۱) کذب (جھوٹ)

گفتگو کی جو بڑی بڑی برائیاں ہیں ان میں سرِ فہرست جھوٹ بولنا ہے۔ اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائرہ بہت وسیع ہے۔ کتنی ہی برائیاں اس ایک برائی میں شاملِ ہوتی، اس سے جنم لیتی اور اس کے نتیجے میں آتی ہیں۔ ایک کہاوت ہے، ''ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں''۔ گویا یہ برائی ملٹی پلائی (ضربیہ) انداز سے پھیلتی ہے۔ اس سے برائی در برائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ چونکہ یہ حقیقت کے مطابق نہیں ہوتی۔ لہٰذا جتنا چاہیں اس میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔

جھوٹ کے معنیٰ ہیں واقعہ یا حقیقت کے خلاف بات کی جائے۔ انسان کے دل کے اندر کی بات کو سوائے اللہ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی دوسرا شخص کسی کے متعلق اگر کچھ جان سکتا ہے یا باور کرسکتا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ شخص خود اپنی زبان یا عمل سے اس کو ظاہر کردے۔ اب اگر وہ اپنی اندرونی صحیح حقیقت کو واقعہ کے مطابق جان بوجھ کر نہیں ظاہر کرتا بلکہ اس کے خلاف کررہا ہے تو وہ ساری دنیا کو فریب دے رہا ہے، اس لئے ایسے شخص میں دنیا کی جو برائیاں بھی ہوں وہ کم ہیں۔ کیونکہ اس نے تو وہ آئینہ ہی توڑ ڈالا ہے جس میں حقیقت کا چہرہ نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے انبیاءِ کرام ہیں۔ اللہ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے جو صفات گنائی وہ صدق (سچ) بولنا ہے اور جس وصف سے واضح طور پر ان کے دور رہنے کا تذکرہ کیا وہ کذب ہے۔ نبی کبھی بھی کاذب نہیں ہوسکتا۔

جھوٹ اور ایمان کا ساتھ نہیں ہوسکتا یہ دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں، ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ. (۱)

(جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ تو وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے، وہ حقیقت میں جھوٹے ہیں''۔

اور فرمایا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. (۲)

''اے ایمان والو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں ہو''۔

---

(۱) سورۃ النحل ۱۶: ۱۰۵۔ (۲) سورۃ الصف ۶۱: ۲-۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کو ایسی بات زبان سے نکالنی ہی نہیں چاہیے جس پر عمل کرنے کا ارادہ نہ ہو یا جس پر عمل نہ ہوسکتا یا جس کے وقوع پذیر ہونے کا احتمال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی باتیں کرنے سے منع فرمایا۔ اس کا دوسرا نام تضادِ عملی ہے یا قول بلا عمل ہے۔

جھوٹ کی اقسام

جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں جو اپنی جگہ پر قابلِ نفرت اور بری ہیں ان میں سے کچھ کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جھوٹی قسمیں کھانا

یہ جھوٹ کی بہت بری قسم ہے کہ انسان جب قسم کھاتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ یا کسی مقدس و متبرک ہستی کی قسم کھاتا ہے۔ اس لئے گویا اللہ تعالیٰ کے نام سے وہ جھوٹ بول کر دھوکہ دیتا ہے اور سامنے والے شخص کو دھوکہ دیکر یقین دلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے جھوٹی بات کہو حالانکہ وہ تم کو سچا سمجھتا ہو(۱)۔

(۲) جھوٹی گواہی دینا

جھوٹ کی ایک قسم جھوٹی گواہی دینا ہے۔ جھوٹی گواہی کتنی بری ہے اس کا اندازہ اس فرمان ربانی سے کیجئے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ. (۲) ''پس بتوں کی گندگی سے بچو جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بت پرستی اور جھوٹی گواہی کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسے بُت پرستی و شرک برائیاں ہیں ایسے ہی جھوٹی گواہی دینا بُرا ہے۔

آپؐ نے ایک مرتبہ صحابہ کے سوال کرنے پر کہ سب سے بڑے گناہ کونسے ہیں؟ فرمایا: ''شرک اور ماں باپ کی نافرمانی''۔ راوی کا کہنا کہ آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ دفعتہً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ''جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات اور کافی دیر تک برابر یہی کہتے رہے''۔(۳)

اس آیۃ مبارکہ اور اس حدیث شریف سے جھوٹ کی برائی کا اندازہ کریں کہ شرک

---

(۱) ادب المفرد۔ (۲) الحج ۲۲: ۳۰۔ (۳) الترمذی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور والدین کی نافرمانی کے بعد درجہ جھوٹ کا ہے۔

جھوٹی گواہی کے زمرے میں جھوٹے سٹرفکیٹ جیسے بیماری کا جھوٹا سٹرفکیٹ تعلیم کا جھوٹا سٹرفکیٹ، کتاب پر غلط تقریظ، جھوٹے دستاویز کی تصدیق، تعلیم میں حاضری کے جھوٹے سٹرفکیٹ، رہائشی اور نوکری کے جھوٹے سٹرفکیٹ وغیرہ۔ یہ بھی جھوٹی گواہی ہے جو ہم میں سے بہت سے مسلمان دے رہے ہیں۔

(۳) انجان بننا

جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ جانتے بوجھتے کوئی شخص انجان بن جائے۔ حق کا علم ہوتے ہوئے اس کے اظہار سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ارشاد ہے: ''جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں کھول کر کہہ دیا ہے۔ اللہ ان پر لعنت بھیجتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں''۔ (۱)

یہ جھوٹ کی سلبی صورت ہے۔ اس خاموشی اور اخفاء سے مقصد یہ ہے کہ لوگ اس حق کو باور نہ کریں اور اس کو جھوٹا سمجھیں، اس لئے ایسے لوگ جھوٹ کے قولاً نہیں لیکن عملاً مرتکب ہوئے ہیں اور اپنے اندر نفاق کو پالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے اور حق و انصاف والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(۴) عملی جھوٹ

جھوٹ کی عام قسم تو یہی ہے کہ زبان سے وہ کہا جائے جو دل میں نہیں ہے یا اس کے اندرونی علم و یقین کے خلاف ہو۔ یہ کذب قولی (زبان کا جھوٹ) ہے۔ کذب عملی یعنی عمل کا جھوٹ یہ ہے کہ جو کہا جائے وہ کیا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (۲)

''اس لئے کہ اللہ سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ جھوٹ بولتے تھے''۔

یہ جھوٹ انسان میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ قسم کھا کر اور عہد کر کے (باوجود طاقت رکھنے کے) کسی کام کو پورا نہ کرنا ایک قسم کا فریب تو ہے ہی لیکن جھوٹ بھی ہے اور ایسا جھوٹ انسان کے لئے تباہ کن ہے۔

---

(۱) البقرہ ۲: ۱۵۹۔ (۲) التوبہ ۹: ۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) ریاکاری کا جھوٹ

وہ شخص جو اپنے آپ کو وہ دکھانا چاہے جو وہ نہیں ہے یا اپنے میں وہ باور کرانا چاہے جو اس میں نہیں ہے وہ جھوٹا ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے آپؐ کی خدمت میں آ کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میری ایک پڑوسن (سوکن) ہے، کیا اگر میں یہ ظاہر کروں کہ مجھے شوہر نے یہ دیا یہ دیا ہے اور واقعتہ یہ نہ ہو صرف اس کو جلانا مدِنظر ہو تو کیا یہ بھی گناہ ہے۔ فرمایا: جو جتنا نہیں دیا گیا اتنے کا دکھاوا کرنے والا جھوٹ کے دو جامے پہننے والے کی طرح ہے۔ (۱)

اس طرح وہ عورت جس کے سر کے بال چھوٹے ہوں، اس کو ممانعت کی گئی ہے کہ وہ مصنوعی بال لگا کر اپنے بالوں کو لمبا بنائے۔ آپؐ نے اس کو بھی زور (جھوٹ) فرمایا ہے۔ (۲)

اس میں وہ باتیں شامل ہو جاتی ہے جو دکھاوے کے لئے خلافِ حقیقت کی جاتی ہیں جیسے جو دولتمند نہیں وہ دولتمندی کا مظاہرہ کرے، نکاح کے موقع پر دکھاوے کے لئے مہر زیادہ باندھنا اور لینے دینے کا ارادہ نہ رکھنا اور جس کے پاس جو چیز نہیں ہے اس کو اپنے پاس دکھانے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

(٦) جھوٹ کو بے ضرر سمجھ کر بولنا

بعض حضرات بے ضرر جھوٹ کو بُرا نہیں سمجھے جیسے اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو بہلانے کے لئے ان سے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد وہ ان کو بھول جائیں گے۔ اگرچہ ہوتا بھی یہی ہے۔ مگر جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے اور بُرا ہے۔ سو اسلام نے ایسے جھوٹ کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن عامر (کم سن صحابی) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری والدہ نے مجھے بلایا اور حضور انورؐ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ماں نے مجھے بلانے کے لئے کہا کہ یہاں آ، تجھے کچھ دوں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم کہتی ہو مگر اس کو کچھ دینا نہیں چاہتی،

---

(۱) ابوداؤد کتاب الادب۔ (۲) صحیح بخاری۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماں نے کہا کھجور دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو یہ تمہارا جھوٹ لکھا جاتا۔ (۱)

آپؐ کی اس تعلیم کا منشا یہ ہے کہ مسلمان کی زبان کسی قسم کے جھوٹ میں مبتلا نہ ہونی چاہیے اور ماں باپ کو بچوں کی تعلیم و تربیت میں ہر بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ بچوں سے ایسے وعدے ہرگز نہیں کرنے چاہئیں جو پورا کرنا مقصود نہ ہوں یا جو پورے نہ ہو سکتے ہوں۔

(۷) بناوٹ کے لئے جھوٹ بولنا

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے جب ان کو کھانے کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ تصنع، بناوٹ یا حجاب سے کہہ دیتے ہیں مجھے خواہش نہیں، جبکہ ان کے دل میں خواہش ہوتی ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابیہ خاتون حضرت اسماء بن یزید نے آپؐ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے مجھے اس کی خواہش نہیں ہے تو کیا یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ (۲)

(۸) مذاق و مزاح میں جھوٹ

اس طرح وہ جھوٹ ہے جو خوش گپی کے موقع پر محض محبت و لطیف اور مذاق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس سے اگرچہ کسی کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بعض موقعوں پر یہ ایک دلچسپی کی بات بن جاتی ہے۔ تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس ہے، اس پر افسوس ہے"۔ (۳)

اس جھوٹ سے بھی آدمی کا وزن ہلکا ہو جاتا ہے، اس کی بات بے اعتبار ہو جاتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ اور جھوٹ برابر ہے۔ نیز اس سے جھوٹ کی حرمت و شدت کم ہو جاتی ہے۔

---

(۱) ابوداؤد- کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب۔ (۲) ابوداؤد کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب۔ (۳) سننِ ابی داؤد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) بات بلا تحقیق بیان کرنا

جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ آدمی جو کچھ جھوٹ سچ سنے دوسروں سے بلا تحقیق کہتا پھرے۔ ایسا شخص بے اعتبار سمجھا جاتا ہے اور سوسائٹی میں اس کی بات کی قدر نہیں ہوتی۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا: كَفىٰ بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (۱)۔'' آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنے کہتا پھرے۔

ایسے لوگ ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو (جھوٹ کے بڑے سننے والے) کا خطاب دیا ہے اور یہودیوں کے ایک گروہ کے نسبت فرمایا: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ، سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَأْتُوْكَ. (۲)

''جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں اور ان لوگوں کے لئے سننے والے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے (جاسوس ہیں)''۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں ایسے لوگوں کو جھوٹا کہا جو ہر سنی سنائی بات بلا تحقیق و تفتیش بیان کر دیتے ہیں وہاں ان لوگوں کی بھی رہنمائی کی جن کے پاس کوئی شخص خبر لے کر آتا ہے۔ ان سے صاف فرمایا: ''اے ایمان والو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (نافرمان) کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے خبری کی وجہ سے نقصان پہنچا بیٹھو۔ پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ''۔ (۳)

اہم بات کو بغیر تحقیق اور تفتیش کے فوری بیان نہیں کر دینا چاہیے۔ ایسے کرنے سے کئی نقصان ہوتے ہیں۔

پہلا، اگر خبر غلط نکلی تو خبر دینے والے سے لوگوں کا اعتماد اُٹھ جائے گا اور یہ اس شخص کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔

دوسرا نقصان ان لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جن کے بارے میں یہ خبر آئی ہے۔ ان کا مالی، جانی، اخلاقی اور معاشرتی نقصان ہو سکتا ہے۔

تیسرا یہ کہ جس ماحول اور معاشرے میں یہ خبر گشت کرتی ہے اس میں ہیجان، بے

---

(۱) صحیح مسلم۔ (۲) المائدہ: ۵، ۴۱۔ (۳) الحجرات ۴۹: ۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطمینانی اور افواہوں کا ماحول بن جائے گا۔ اس لئے کوئی اہم خبر ہو تو اسے فوراً بیان نہ کرنا چاہیئے بلکہ تحقیق و تفتیش کے بیان کرنا چاہیے۔

یہ چند ایک جھوٹ کی مشہور قسمیں ہیں، جنہیں بیان کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل اخلاقیات کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

(۴) نفاق اور منافقت

جھوٹ کی سب سے بڑی اور بُری قسم منافقت ہے۔ نفاق کا کلمہ نفق سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں خرچ ہونا، ختم ہو جانا۔ نفاق کے اصطلاحی معنیٰ ہیں حقیقی ایمان سے خالی ہونا یعنی زبان سے اسلام اور ایمان کی باتوں کو بیان کرنا اور دل سے انکار کرنا، انسانی زندگی میں دل اور زبان کا یکساں ہونا ضروری ہے۔ جو بات دل میں ہے اسے زبان سے بیان کرنا سچ ہے اور اخلاص ہے۔ اس لحاظ سے یہ دونوں یکساں بن جاتے ہیں۔

منافق کے دل میں ایک بات ہوتی ہے اور زبان پر دوسری ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو دل کی کیفیت اور حالت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بعض موقعوں پر زبان سے سچ کا اظہار بھی اس لئے جھوٹ بن جاتا ہے کہ وہ دل کی تہہ سے نہیں نکلا۔ منافق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر آپ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے اور آپ کی رسالت بالکل سچی حقیقت تھی، لیکن چونکہ یہ اقرار ان کے ضمیر کے خلاف تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ. (۱) ''اور اللہ بتائے دیتا ہے کہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں''۔

منافق آخرت کے اعتبار سے مسلمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام اور آخرت کی سزا کے بارے میں فرمایا: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا. (۲)

''یقین جانو کہ منافق جہنم کے نچلے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے''۔

اس طرح کسی عمل کی دلی غرض کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے تو وہ بھی جھوٹ ہے۔ ایک حدیث میں ہے، '' قیامت کے دن اللہ کے سامنے تین شخص یعنی ایک عالم،

---

(۱) المنافقون ۶۳:۱۔ (۲) النساء ۴:۱۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شہید اور ایک دولتمند سخی پیش کئے جائیں گے اور ہر ایک اپنے علم، دولت اور جانبازی کے کارنامے بیان کرے گا۔ لیکن ان کارناموں کو سن کر اللہ فرمائے گا تم جھوٹ بکتے ہو" (۱)۔ یہ کارنامے اگر چہ غلط طور پر نہیں کئے گئے تھے، تاہم چونکہ ان میں اخلاص نہیں تھا اور محض شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کئے گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹ کہا اور فرمایا کہ ان کے کارناموں کی حقیقی غرض اللہ کی خوشنودی نہ تھی بلکہ دنیا کی شہرت اور ناموری تھی جس کا اللہ کے ہاں کوئی معاوضہ نہیں ہے۔

ایک حدیث میں منافق کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں بڑا حصہ یعنی تین چوتھائی زبان کا کردار ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس میں چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک نشانی پائی جاتی ہے جب تک وہ اس کو نہ چھوڑ دے۔ جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب کوئی اقرار کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو حق کے خلاف بات کہے۔ (۲)

اس روایت پر غور کریں تو نفاق کے بڑے حصے کا تعلق زبان سے ہے۔ اس لئے علماء نے نفاق کو زبان کی برائیوں اور گناہوں میں گنا ہے۔

(۳) زبان کی دوسری بڑی برائیاں

غیبت، طعنہ زنی، بُرے القاب، مذاق اور تمسخر، مذاق اڑانا اور تمسخر کرنا (ٹھٹھے بازی) اور بدگمانی یہ وہ بُرائیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی سورۃ حجرات میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"اے ایمان والو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق (گناہ) میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں"۔

---

(۱) صحیح مسلم۔ (۲) صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو، اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے''۔(۱)

اس کے علاوہ دوسری آیات میں بھی ان کا بیان آیا ہے۔ یہ بُرائیاں عام طور پر زبان سے ظاہر کی جاتی ہیں۔ بلکہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ان کا اسی فیصد حصہ زبان سے ادا ہوتا ہے اور بقیہ حصہ قرطاس وقلم اور فلموں اور ڈراموں وغیرہ کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کا زبان کے عیب اور زبان کی خرابیوں میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

پھر ان بُرائیوں کا تعلق حقوق العباد، حقوق اللہ اور حقوق النفس تینوں سے ہے اس لئے ان کی شناعت وقباحت بہت زیادہ ہونے کے ساتھ ان کی سزا بھی بہت سخت رکھی گئی ہے۔

یہ بُرائیاں افراد، معاشرے اور جماعت و تنظیم میں نفرت، بغض کینہ، عداوت اور دوری پیدا کرتی ہیں۔ ان بُرائیوں میں مبتلا افراد سے دوسرے شریف لوگ دور رہتے ہیں اور بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان برائیوں کا مختصر سا بیان کیا جاتا ہے:

(الف) غیبت

لفظی معنیٰ ہیں کسی کے پس غائبانہ یا پسِ پشت عیب بیان کرنا۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اس کے معنیٰ ومفہوم ہیں کسی شخص ایسی برائی یا خامی کو بیان کرنا جس کے بیان کرنے کو وہ ناپسند کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بُرائی اور خرابی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک کسی ایک کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھن آئے۔ اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۲)

غیبت کی بُرائی کو ایک حدیث میں اس طرح واضح کیا گیا: ''ایک بار سخت بدبو پھیلی تو رسول اللہ نے کہا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں''۔(۳)

---

(۱) الحجرات ۴۹:۱۱-۱۲۔ (۲) الحجرات ۴۹:۲۔ (۳) ادب المفرد باب الغیبۃ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں اعمال کی جزا و سزا کی مناسبت ظاہر ہوتی ہے، مردار گوشت اکثر بدبودار ہوتا ہے اور غیبت کرنے والے بھی گوشت کھاتے ہیں اس لئے یہ بدبو اس مردار خوری کا نتیجہ تھی۔

اس حدیث سے ایک نقطہ یہ بھی نکلتا ہے کہ غیبت کا مقصد دوسرے لوگوں کے عیبوں کی تشہیر و تفضیح کرنا ہوتا ہے۔ جس طرح غیبت کرنے والے لوگوں کے عیبوں کو پھیلاتے ہیں اس طرح ان کے اس عمل کی نجاست اور گندگی کی بو بھی دنیا میں پھیل کر لوگوں کو ان سے متنفر کرتی ہے اور وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ البتہ علماء نے سنت کی روشنی میں عیب بیان کرنے کی بحالت ضرورت اور مجبوری کچھ صورتیں جائز قرار دی ہیں۔

(۱) مظلوم کی ظالم کے خلاف با اختیار اتھارٹی کے سامنے شکایت کرنا۔ (۲) اصلاح کی غرض سے کسی کے عیب کو اصلاح کرنے والوں کے سامنے بیان کرنا۔ (۳) استفتاء (فتویٰ پوچھنے کی غرض سے) مفتی کے سامنے عیب بیان کرنا۔ (۴) شریروں اور غلط کار لوگوں کے شر سے دوسرے لوگوں کو بچانے کی نیت سے ان کے عیب بیان کرنا۔ (۵) فسق و فجور میں مبتلا لوگوں کے اعمال بیان کرنا۔ (۶) جو لوگ کسی بُرے لقب سے مشہور ہو گئے ہوں ان کی پہچان کے لئے اسے بیان کرنا۔(۱)

(ب) طعنہ زنی اور بُرے القاب

کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے اور نہ ایسا لقب دیا جائے جو اسے ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر اور تذلیل ہوتی ہو۔ جیسے کسی کو فاسق، فاجر کہنا یا کسی کو لنگڑا، لولا، اندھا اور کانا کہنا یا کسی کو اس کے اپنے یا اس کی ماں باپ یا خاندان کے کسی عیب اور نقص سے ملقب کرنا۔

(ج) مذاق اڑانا

مذاق اڑانے سے مراد صرف زبان ہی سے مذاق اڑانا نہیں ہے۔ بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارہ کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام پر یا اس کی صورت و لباس پر ہنسنا وغیرہ مراد ہے۔ یہ تمام باتیں ایک مسلمان کے لئے اختیار کرنا بہت ہی بُرا ہے۔

(۱) تلخیص تفہیم القرآن صفحہ ۹۸۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) گالی گلوچ، فحش گوئی

زبان کی وہ بُرائیاں جو گناہ ہونے کے ساتھ حقوق العباد تلف کرنے والی ہیں۔ ان میں فحش گوئی، گالی گلوچ کرنا اور لعنت بھیجنا ہے۔ ان سے نہ صرف بندوں کی حق تلفی اور اہانت ہوتی ہے بلکہ ان کی وجہ سے بعض اوقات، جھگڑا فساد اور خون ریزی تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ کہاوت ہے کہ جھگڑے کی ابتداء گالی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ کُفْرٌ. (۱)

''مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہِ کبیرہ) ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے''۔

اسلام میں گالی گلوچ کے صرف یہی معنیٰ نہیں ہیں کہ کسی کو مغلظات سنائی جائیں بلکہ ہر وہ بات جس سے کسی کی توہین یا دل آزاری ہوتی ہو، گالی ہے۔ کسی کو فاسق کہنا، اگرچہ عرفِ عام میں یہ گالی نہیں ہے، لیکن اسلام میں سخت گالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو فاسق و کافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ فاسق و کافر نہیں ہے تو یہ تہمت خود تہمت لگانے والے پر لوٹ آئے گی۔

(۵) لعنت بھیجنا

زبان کی بڑی برائیوں میں سے ایک برائی کسی پر لعنت بھیجنا ہے۔ لعنت کا مفہوم ہے کسی کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنا اور دور کرنا۔ کسی انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کرے یا محروم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی لعنت کا کلمہ بدکار گروہوں اور بدکرداروں کے لئے استعمال کیا ہے۔ فرد کے لئے صرف ان میاں بیوی کو اجازت دی ہے، جن میں اتنی کشیدگی بڑھ گئی ہو کہ کسی طرح فیصلہ نہیں ہو پارہا ہے اور حتمی طور پر جدائی ہو رہی ہے۔ اور اب ساتھ رہنے کی کوئی امید نہیں رہی ہے تو اس صورت میں وہ دونوں لِعان (ایک دوسرے کو جھوٹا) کہہ کر پھر ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور اس طرح ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جائے گی۔

نبی ﷺ نے لعنت بھیجنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ

---

(۱) بخاری شریف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت پہلے اس شخص یا چیز پر متوجہ ہوتی ہے اور اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو آسمان کی طرف جاتی ہے وہاں راستہ نہیں ملتا تو دائیں بائیں چکر لگا کر پھر آ کر اس شخص پر واقع ہوتی ہے جس نے لعنت بھیجی ہے۔ ایک بار ہوا سے ایک شخص کی چادر اِدھر اُدھر اڑانے لگی۔ اس نے ہوا پر لعنت بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو وہ تو صرف اللہ کی فرمانبردار ہے۔ (۱)

ایک سفر میں ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس اونٹنی کو الگ کر دیا (۲)۔ اور یہ اس عورت کی سزا تھی تا کہ دوبارہ اس قسم کا کلمہ نہ کہے۔

فحش گوئی کے نقصانات

گالی دینے اور فحش گوئی کے روحانی، شرعی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں۔ یہ نقصانات کم و بیش ہر گالی دینے والے کو پہنچتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک خرابی یہ ہے کہ گالی گلوچ میں لوگ عام طور پر ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں یعنی اگر ایک شخص ایک گالی دیتا ہے تو دوسرا اسے دو دیتا ہے۔ اگر ایک شخص کسی کے باپ کو بُرا کہتا ہے تو دوسرا اس کی ماں اور باپ دونوں کو بُرا کہتا ہے۔ اس لئے دوسرے کی گالیوں اور تعدی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کو گالی نہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسی نقطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''(مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں ان کو تم بُرا نہ کہو کیونکہ یہ لوگ بھی نادانی سے آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہہ بیٹھیں گے''۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے، کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کوئی اپنے ماں باپ پر کیونکر لعنت بھیج سکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہ جب کوئی شخص کسی کے باپ کو بُرا بھلا کہے گا تو وہ بھی اس کے ماں باپ کو بُرا بھلا کہے گا۔ (۴)

---

(۱) ابوداؤد، کتاب الادب۔ (۲) ابوداؤد۔ (۳) الانعام ٦:١٠٨۔ (۴) بخاری شریف، کتاب الادب۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) بدزبان آدمی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے فائدوں سے محروم رہ جاتا ہے اور لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس کی بدزبانی کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں اور ملنا جلنا بند کر دیں۔

(۳) گالم گلوچ اور بدزبانی وحشت و جہالت کی یادگار ہے اور تہذیب و ثقافت کے خلاف ہے۔ ایک بار حضرت ابوذرؓ نے ایک غلام کو ماں کی گالی دی، تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ تم میں ابھی جہالت کا اثر باقی ہے (۱)۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلاموں اور نوکروں کو بُرا بھلا کہنا جائز نہیں۔

(۴) نرمی ولطف اور شرم وحیاء شریفانہ اخلاق ہیں۔ اسلام نے انہیں اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ صدیقہ نے کسی یہودی کے ناشائستہ سلام کے یعنی السام علیکم (تم کو موت آئے) کے جواب میں کہا **علیکم و لعنکم اللہ و غضب اللہ علیکم**۔ "یعنی تم کو موت آئے، اللہ تم پر لعنت بھیجے اور تم پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا: اے عائشہ نرمی اختیار کرو اور سختی سے بچو"۔ (۲)

(۵) گالی گلوچ سے لوگوں کے دلوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کو ایذا رسانی سے احتراز کرنا چاہیے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (۳)

(۶) گالی گلوچ کی ممانعت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے عموماً بے شرمی اور بے حیائی کی باتیں زبان سے نکالی جاتی ہیں۔ اس سے سوسائٹی میں گندی باتیں سننے اور سنانے کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور بے حیائی کے الفاظ بڑھ کر اعمال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح معاشرے میں بُرائیاں پروان چڑھتی ہیں۔

(۷) گالی گلوچ کا نتیجہ عام طور پر جھگڑا، دنگا، فساد اور مار پیٹ اور دشمنی ہوتی ہے اور یہ بڑی برائی ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الادب۔ (۲) بخاری شریف، باب الادب۔ (۳) مسلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) بدگمانی (سوئے ظن)

اسلام نے کسی کے بارے میں گمان کرنے میں رہنمائی یہ کی ہے کہ حتی المقدور ہر شخص کے بارے میں حسنِ ظن (اچھا گمان) رکھا جائے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اسلام ہر شخص کو اچھا دیکھتا ہے اور گناہ سے بَری قرار دیتا ہے تاوقتیکہ اس پر جرم ثابت نہ ہو جائے۔ جبکہ دوسرے معاشرے اور تہذیبیں ہر انسان کو شک کی نگاہ سے دیکھتی ہیں تاوقتیکہ وہ اپنے آپ کو بَری ثابت نہ کرے۔

لہٰذا اسلام اپنے ماننے والوں کو تعلیم دیتا ہے کہ بدگمانی اور سوءِ ظنی سے بچیں۔ کیونکہ بدگمانی ایک قسم کا جھوٹا وہم ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہر ایک کے کام میں بدنیتی ہی بدنیتی معلوم ہوتی ہے اور کسی کے کام میں اس کو حسنِ نیت نظر نہیں آتا۔ دوسرے کی طرف ان ہوئی باتیں منسوب کرنے لگتا ہے، دوسرے کو بھی اس کا خیال ہوتا ہے اور وہ بھی اس سے کترانے لگتا ہے۔ اس طرح آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. (۱)

اے ایمان والو، بہت بدگمانی سے بچا کرو، بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے۔

نبی ﷺ نے بدگمانی سے بچنے کی تاکید کی تو اس کے ساتھ ہی ساتھ بغض وحسد اور دوسرے کے معاملات کے تجسس و تلاش کی بھی ممانعت فرمائی کیونکہ وہ بدگمانی کے اسباب یا لازمی نتیجہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

''تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم دوسروں کے ٹوہ میں نہ رہا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، اور نہ آپس میں حسد رکھو، اور نہ بغض رکھو، اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، اور اے اللہ کے بندو! جیسا اللہ نے فرمایا ہے آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ''۔ (۲)

مسلمان کو بدگمانی سے ہر حال میں بچنا چاہئے اس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں

---

(۱) الحجرات: ۴۹، ۱۲۔ (۲) صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مالک، باب تحریم الظن۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باہمی تعلقات درست رہتے ہیں بلکہ انسان خود بھی سی برائیوں اور غلط فہمیوں سے بچا رہتا ہے۔

(۷) چغلی کھانا

زبان و دہن کی اخلاقی برائیوں اور خرابیوں میں سے ایک چغلی کھانا اور لگائی بجھائی کرنا ہے۔ یہ برائی صرف سادہ یا ایک نہین ہے بلکہ کئی برائیوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمودات و ارشادات میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن و حدیث میں اسے نمیمہ، و شایہ اور عضہ، اور اسے اختیار کرنے والے کو مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ کہا گیا ہے، نیز حمالۃ الحطب (لکڑیاں اٹھانے والی) بھی ایسے فرد کی صفت ہے۔ فارسی زبان میں اسے ہیزم کشی اور ہیزم برداری اور ایسے شخص کو ہیزم کش و ہیزم بردار کہا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی تعریف (Defination) یہ فرمائی:

اَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ. (۱)

کیا میں تمھیں بتاؤں کہ عضہ (کاٹنے والی) کیا چیز ہے؟ وہ چغلخوری ہے جو لوگوں کے درمیان بیان کی جاتی ہے"۔

چغلخور کا کام یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی سچی باتیں بیان کر کے ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور اپنا رسوخ جتائے۔ چونکہ ایسے لوگ چل پھر کر ایک شخص کی ایسی بات دوسرے کو پہنچاتے ہیں، جس سے دوسرے کو غصہ آئے اور اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس لئے قرآن مجید نے ان لوگوں کے اوصاف میں جن کی بات نہیں ماننی چاہیے یہ الفاظ کہے ہیں:

مشاء بنميم . جو چغلی کھاتا پھرتا ہے۔ (۲)

چونکہ اس بداخلاقی کا مقصد زیادہ تر دو شخصوں خاص طور پر عزیز و اقارب اور دوست احباب میں نااتفاقی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمھیں بتاؤں کہ سب سے بُرے لوگ کون ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا: اَلْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفْسِدُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ. (۳)

---

(۱) مسلم۔ (۲) القلم ۶۸:۱۱۔ (۳) مسند احمد ج ۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’جو لوگ چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے آپس کے تعلقات خراب کرتے ہیں‘‘۔

جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے کہ یہ برائی سادہ اور بسیط نہیں ہے بلکہ متعدد بُرائیوں کا مجموعہ ہے اور یہ فتنہ پردازی ہے جس کے نتائج بعض حالتوں میں نہایت خطرناک صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور قتل اور خون ریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہ متعدد گناہوں کا مجموعہ بن جاتی ہے اور اس میں غیبت، بہتان، تجسس، کذب و فریب اور نفاق، غرض مختلف بداخلاقیوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ان نتائج اور ان عناصر کے لحاظ سے گناہِ کبیرہ ہے۔ ان برائیوں کے ایک ساتھ واقع ہونے اور ایک شخص میں جمع ہونے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (۱)۔ اور تو ہر ایسے شخص کا کہا نہ مان جو بہت قسمیں کھاتا ہے، آبرو باختہ ہے، (لوگوں پر) آوازیں کستا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں حد سے گذرنے والا ہے اور سخت بداعمال ہے۔ یہ سات بڑی بُرائیاں جو ایک ساتھ جاری رہتی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ چغلخور معاشرے کے لئے دوسری برائیوں کی بنسبت زیادہ خطرناک اور نقصاندہ ہوتا ہے اور اس کا پھیلایا ہوا فتنہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مدینے کے کسی باغ سے نکلے تو دو مُردوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ فرمایا: ان پر عذاب ہو رہا ہے لیکن یہ عذاب کسی بڑے گناہ پر نہیں ہوتا حالانکہ وہ بڑے گناہ کے کام ہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب آڑ میں نہیں کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی چغلیاں کھاتا پھرتا تھا (۲)۔ چغل خور کے نقصان اور برائی سے بچنے کی کوشش بھی ضروری ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی بات ناقابلِ اعتبار قرار دی جائے۔ ان کا کہنا نہ مانا جائے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھا جائے جس میں فرمایا ہے کہ ’’تو ایسے شخص کا کہنا نہ مان جو بہت قسمیں کھاتا ہے‘‘۔ (۳)

---

(۱) القلم ۶۸-۱۰-۱۲۔ (۲) بخاری شریف۔ (۳) القلم ۶۸، ۱۰، ۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) خوشامد اور منہ پر تعریف

اسلام نے جن باتوں سے اپنے پیروکاروں کو روکا ہے ان میں کسی کی بے جا تعریف، خوشامد اور منہ پر تعریف کرنا ہے۔ چاپلوسی، خوشامد اور بے جا تعریف، اخلاقی پستی اور ذلت وخواری کی علامت ہے۔

عام طور پر تعریف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی قصیدہ خوانی ہوتا ہے۔ یہ لوگ آتے ہیں اور اس شخص کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں تاکہ کچھ بخشش مل جائے۔ یہ قصیدہ خوانی شعر میں بھی ہوسکتی اور نثر میں بھی۔ یہ لوگ ہر زمانے اور دور میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہدایت دی گئی کہ وہ جب انعام مانگنے آئیں اور جھوٹی سچی قصیدہ خوانی کریں تو ان کے منہ پر خاک ڈالو اور انہیں ان کے مقصد میں ناکام لوٹادو۔ ارشاد نبویؐ ہے: إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِي وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ. (۱) ''جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی پھینکو''۔

اس طرح مدح وتعریف سننے، پسند کرنے اور ایسے فعل کی ہمت افزائی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں کی تعریف انہیں حاصل ہو جو فی الواقع انہوں نے نہیں کیے ہیں۔ حقیقت میں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ (۲)

جیسے وہ اپنی تعریف میں سننا چاہتے ہیں کہ جناب بڑے متقی، دیندار اور پارسا ہیں، خادمِ دین، اسلام کے حامی اور مصلح ومُزکی ہیں حالانکہ جناب کچھ بھی نہیں۔ یا اپنے حق میں یہ ڈھنڈورا پٹوانا اور اخبار میں چھپوانا چاہتے ہیں کہ فلاں صاحب بڑے ایثار پیشہ، مخلص اور دیانتدار رہنما ہیں اور انہوں نے ملت کی بڑی خدمت کی ہے۔ جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

لہٰذا اسلام نے دونوں فریقوں یعنی تعریف وخوشامد کرنے والوں اور سننے اور پسند کرنے والوں کو اس کام، طریقے اور اس کے شائبے سے منع کیا ہے۔ بے جا تعریف

---

(۱) مسلم شریف۔ (۲) آل عمران ۳: ۱۸۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور سننے سے دونوں میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور دنیا و آخرت کے لحاظ سے نقصانات کا سبب بنتی ہیں۔

خوشامد اور بے جا تعریف کرنے والا تین بڑی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۱) وہ ایسی تعریفیں کرتا اور گن گاتا ہے جو درحقیقت ممدوح میں نہیں ہوتی، یہ جھوٹ ہے۔ (۲) وہ جو تعریفیں کرتا ہے انہیں اپنے دل میں صحیح اور سچ نہیں سمجھتا۔ یہ منافقت ہے۔ (۳) دنیاوی فائدوں کے لئے حاکموں، امیروں اور بڑوں کی خوشامد کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی نظروں میں اور دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ اس سے اس کی ذلت اور کمینائی ظاہر ہوتی ہے۔

اس طرح ممدوح (جس کی مدح و تعریف کی جاتی ہے) دو بڑی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۱) ایک غرور و تکبر کے وہ اپنی جھوٹی تعریف سنتے سنتے تکبر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۲) دوسری غلط فہمی: وہ اپنی تعریف اور خوشامدی باتیں سن کر اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ واقعی وہ ایسا ہے۔ اس طرح وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ لہٰذا مؤمن کو نہ تو خوشامد کرنی چاہیے اور نہ ہی دوسرے کی زبان سے سنی چاہئے۔

(۸) بہتان بازی و تہمت طرازی

مسلمان میں جو اخلاقی برائیاں اور زبان کی بڑی خرابیاں معیوب ہیں ان میں ایک بہتان بازی اور تہمت طرازی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس برائی کی صورت واضح (تعریف) کر کے اس کی سزا بھی بیان فرمادی۔ ارشادِ باری ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. (۱)

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں، انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لیا ہے''۔

یہ آیت کریمہ بہتان کی تعریف (Defination) متعین کر دیتی ہے یعنی جو عیب انسان میں نہ ہو یا جو قصور آدمی نے نہ کیا ہو وہ اس کی طرف منسوب کرنا۔ نبی ﷺ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا

---

(۱) الاحزاب ۳۳-۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا غیبت کیا ہے۔فرمایا: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ. (تیرا اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا جو اسے ناگوار ہو)۔عرض کیا گیا اور اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو، فرمایا: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ' (اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تو نے بیان کیا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ اس میں نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا)(۱)۔

یہ فعل نہ صرف اخلاقی گناہ ہے جس کی سزا آخرت میں ملے گی بلکہ اس آیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون میں جھوٹے الزامات لگانے والے کو سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اسلامی ریاست قائم ہو تو ایسے آدمی کو سزا دی جائے گی۔اس لئے کہ یہ حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی خلاف ورزی پر مشتمل ہے۔

اس برائی کا دوسرا نام قرآن و حدیث میں افک ہے۔جس کے معنیٰ ومفہوم ہیں جھوٹا الزام اور تہمت لگانا ہے۔

قرآن مجید میں اِفک (بہتان اور تہمت) کی سزا دنیا اور آخرت میں بتائی گئی۔ اور جو لوگ، شریف عورتوں کو عیب لگاتے ہیں اور پھر چار (شرعی) شاہد پیش نہیں کرتے، انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی''۔(۲)

چونکہ یہ برائی عام طور پر زبان سے صادر ہوتی ہے۔اس لئے ایسی بڑی برائی سے اپنی زبان کو پاک رکھنا چاہئے۔اور اس شرعی، اخلاقی و معاشرتی برائی سے بچنا چاہئے۔

(۹) غلط فہمی کے نقصانات

باہم گفتگو کے جو منفی، نقصان دہ اور پریشان کن پہلو ہیں ان میں سے ایک غلط فہمی ہے۔ غلط فہمی گفتگو کرنے اور سننے والے دونوں کے لئے نقصان کا باعث ہوسکتی ہے۔لہٰذا شریعت مطہرہ اور انسانی اقدار نے اس سے بچنے کی نہ صرف تاکید کی ہے بلکہ اس سے بچنے کے طریقے بھی بیان کیے ہیں۔ اور اس کے نقصاندہ نتائج سے بچنے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔

---

(۱) رواہ مسلم۔(۲) النور۲۴:۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلط فہمی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کے کلام میں سے اس کے بیان اور مدعا کے خلاف مفہوم لے لیا جائے، جو بات وہ نہیں چاہتا وہ اس کی طرف منسوب کر دی جائے یا سامع اپنی کم فہمی یا بدنیتی کی وجہ سے اس کا مفہوم اور نکال لے۔

گفتگو میں غلط فہمی کا تعلق متکلم اور مخاطب دونوں سے ہے۔ گفتگو کرنے والا گفتگو ذو معنی، الجھی ہوئی، مخاطب کے معیار سے اونچی یا جلدی جلدی کرے جس سے مخاطب کو صحیح مفہوم اور مطلب سمجھ میں نہ آئے اور وہ غلط مفہوم لے لے۔ اسی طرح مخاطب سننے میں بے توجہی برتے اور سمجھنے کی کوشش نہ کرے یا مفہوم سمجھ میں نہ آنے پر وضاحت طلب نہ کرے تو بھی غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کی ذمہ داری ہے کہ گفتگو میں غلط فہمی پیدا ہونے کا موقع ہی نہ دیں۔ قرآن مجید اور سیرت طیبہ سے اسی سلسلہ میں جو رہنمائی ملتی ہے وہ پیش کی جاری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گفتگو میں ایسے الفاظ وکلمات اور عبارتیں استعمال کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱)۔ ”اے ایمان والو، ”راعنا“ مت کہو اور ”انظرنا“ کہا کرو اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے“۔

اس آیت میں واضح طور پر کہا گیا کہ ایسے الفاظ اور کلمات جو ذو معنیٰ اور مشتبہ ہوں، متکلم استعمال نہ کرے جس سے مخاطب کی اہانت، بے ادبی اور بے عزتی کا مفہوم نکلتا ہو، اسی طرح اس سے مخاطب اور سامع میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور مخالف کو اسے پھیلانے کا موقع ملتا ہو۔ لہٰذا اس ارشاد کے مطابق متکلم کو اپنی گفتگو کے الفاظ سوچ سمجھ کر منتخب کرنے چاہئیں۔

اس طرح سامعین کو ہدایت کی گئی کہ کوئی خبر آئے تو اس کی خوب تحقیق کرلیں تاکہ کسی کو نقصان نہ پہنچے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآئَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔ (۲)

”اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا

(۱) البقرہ ۲:۱۰۴۔ (۲) الحجرات ۴۹:۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو"۔ یہ آیۂ مبارکہ عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ بنی مصطلق سے زکاۃ کی وصولی کے لئے بھیجا۔ یہ ان کے علاقے میں پہنچے تو کسی غلط فہمی کی وجہ سے ڈر گئے۔ وہ اس طرح کہ وہ لوگ حضرت عقبہؓ کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور یہ پرانی دشمنی کی بنا پر ان کو لڑائی کے لئے آنے والے سمجھ بیٹھے اور خود بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کر دی کہ انہوں نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کو سزا دینے کے لئے ایک دستہ تیار کر لیا اور روانہ کرنے ہی والے تھے کہ بنی مصطلق کا سردار آپؐ کی خدمت میں آ پہنچا اور حقیقتِ حال واضح کر دی۔ اس طرح ایک جنگ ٹل گئی۔

اس غلط فہمی کا تعلق عمل اور قول دونوں سے ہے۔ عقبہؓ ان کے فعل سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے اور نبیؐ کے صحابہ ان کی بات کی تحقیق کیے بغیر غلط فہمی میں مبتلا ہو کر آپ کو لڑائی کا مشورہ دینے لگے۔

گفتگو میں صاف گوئی سے کام لینے کے بارے میں ایک دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا". (۱) "اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو"۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ کہو سیدھی بات، یعنی کبھی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر کلام کرے جو خطا اور لغزش سے پاک ہو، کسی کو فریب نہ دے اور دلخراش بات نہ کرے۔ (۲)

غلط فہمی کا سدِ باب کرنے، اسے پیدا ہونے کا موقعہ نہ دینے اور کلام میں کسی نوع کا ممکنہ شبہ پیدا ہونے سے روکنے کے لئے آپ ﷺ جب کوئی اہم بات کہتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے، تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، بات واضح ہو جائے اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔ كَانَ كَلَامُهُ يَحْفَظُهُ كُلُّ من سَمِعَهُ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ (۳)۔ "آپؐ کی بات ایسی ہوتی تھی کہ ہر سننے والا اسے یاد کر لیتا تھا۔ جب آپ کوئی بات کرتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

---

(۱) احزاب ۳۳: ۷۰۔ (۲) معارف القرآن ج ۷، صفحہ ۲۴۲۔ (۳) مسلم، بخاری، ابوداؤد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ بات اتنی جلدی جلدی نہیں کرتے تھے کہ مخاطب ہر لفظ کے مفہوم کو اپنی گرفت میں نہ لا سکے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ کے حجرے کے پہلو میں بیٹھ کر حضرت ابو ہریرہؓ نے بڑی تیزی کے ساتھ روایت بیان کرنی شروع کی۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے، بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کے گفتگو کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا (۱)۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں ترتیل اور ترسیل پائی جاتی تھی، یعنی ہر لفظ جدا جدا ہوتا تھا اور گفتگو میں عجلت نہیں فرماتے تھے۔ اسی مفہوم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ اس طرح فرماتی ہیں: **کان کلام رسول اللہ ﷺ کلاماً فصلاً یفھمه کل من سمعه.** رسول اللہ ﷺ کی گفتگو ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتی تھی اور جو شخص اس کو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔ (۲)

آپؐ نے جس طرح کلام میں غلط فہمی کا موقع نہیں دیا۔ اسی طرح آپؐ نے اپنے اعمال میں بھی بدگمانی اور غلط فہمی کا موقع نہیں دیا۔ چنانچہ آپؐ نے خود اس کی مثال پیش فرمائی۔

علی بن حسینؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ اعتکاف میں بیٹھے تھے، رات کو ازواج مطہرات میں سے بی بی صفیہ آپؐ سے ملنے آئیں۔ آپؐ ان کو واپس پہنچانے چلے کہ آپؐ نے راستہ میں ایک انصاری کو دیکھا، (وہ آپ کو کسی عورت کے ساتھ دیکھ کر اپنے آپ کو بے موقع سمجھے اور واپس پھرنے لگے)۔ آپؐ نے فوراً آواز دی اور فرمایا یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ، اگر ہمیں کسی کے ساتھ بدگمانی کرنی ہوتی تو آپؐ کے ساتھ کرتے؟ ارشاد ہوا شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (۳)

آپؐ نے اپنے اس عمل سے امت کے لئے ایک زریں اصول چھوڑا ہے کہ جہاں کسی قسم کی بدگمانی اور غلط فہمی پیدا ہونے کا شبہ ہو تو فوراً اس کی وضاحت کر دینی چاہیے تاکہ وضاحت کرنے والے کا معاملہ صاف ستھرا رہے اور دوسرا بھائی کسی گناہ اور خرابی میں

---

(۱) ابوداؤد، کتاب العلم، ماجاء فی سرد الحدیث۔ (۲) ابوداؤد، کتاب الادب باب الھدی فی الکلام۔ (۳) صحیح بخاری ج۱، کتاب الصوم، باب الاعتکاف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبتلا نہ ہو۔ آج ہم میں سے ہر شخص آپؐ کے اس عمل کو سامنے رکھے تو کتنی بدگمانیاں اور غلط فہمیاں دور ہوجائیں۔

گفتگو سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کو رفع کرنے میں سب سے اہم کردار تو متکلم کا ہے اور اولین ذمہ داری بھی اسی کی ہے کہ وہ اپنی بات واضح اور کھری کہے۔ اہم بات ہو تو اسے دہرا دے یا دوبارہ دوسرے الفاظ میں بیان کردے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ تو پیدا ہو اور نہ ہی مخاطب کو اس کے پیدا کرنے کا موقع ملے۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا ''ٹھیک بات کرو'' اگر متکلم صاف بات نہیں کہے گا تو بعد میں اسے وضاحتیں اور صفائیاں پیش کرنی ہوں گی اور کانٹے چننے ہوں گے۔ جس طرح گفتگو میں ابہام اور الجھاؤ کا موقع نہ رہے، اسی طرح تحریر بھی ایسی واضح اور صاف ہونی چاہیے کہ جس سے کسی قسم کی غلط فہمی اور شکوک وشبہات کا امکان نہ بنے۔ اگر تحریر کرنے والا کسی لفظ میں ابہام محسوس کرے اور وہ لفظ لکھنا ضروری ہو تو بریکٹ یا بین السطور میں اس کا مترادف لفظ یا مفہوم لکھ کر شبہ کو دفع کردے۔

گفتگو کو غلط فہمی سے بچانے میں دوسرا کردار اور ذمہ داری مخاطب اور سامع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مخاطبین کو فہم، شعور، عقل، علم اور تفکر اختیار کرنے اور استعمال کرنے کی دعوت دی ہے۔ یعنی مخالف سے جو بات سنے اسے سمجھے، عقل میں بٹھائے، غور وفکر کرے۔ لیکن اسے سمجھنے میں دقت ہو اور اس میں الجھاء محسوس کرے تو فوراً متکلم سے رجوع کرکے وضاحت طلب کرے اور اس کا مفہوم معلوم کرے تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ پھر اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ متکلم کی بات سے اچھا مفہوم نکالے، اچھی تاویل وتعبیر کرے۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ مفہوم مخالف نکال کر غلط فہمی پیدا کرے۔ ایسے موقع کے لئے سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: وَلَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَخِيكَ الْمُؤْمِنِ إِلَّا خَيْرًا وَأَنْتَ تَجِدُ فِي الْخَيْرِ مَحْمَلًا. (۱)

''تمہارے مؤمن بھائی سے کوئی بات پہنچی ہے تو اس میں خیر و بھلائی کا گمان کرو۔ جب کہ تمہارے لئے اس میں خیر کا پہلو نکالنے کی گنجائش بھی ہے''۔ یہ ہے اسلامی تعلیم کہ اپنے بھائی کی بات سے کوشش کرکے اچھائی کا پہلو نکالنا، نہ کہ خواہ مخواہ اس میں سے خرابی

---

(۱) ابن کثیر ج ۴: ۲۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاش کرنا اور غلط فہمی پیدا کرنا۔

غلط فہمی پیدا نہ ہونے دینے میں ایک کردار عام سامع اور مجلس میں بیٹھے ہوئے افراد کا بھی ہے۔ کوئی شخص کسی کو بات کہہ رہا ہے اور مخاطب اسے سمجھ نہیں پا رہا ہے یا غلط مفہوم لے رہا ہے تو وہ تیسرا شخص بولے اور کہے کہ بھائی ان (متکلم) کا مطلب و مدعا یہ ہے اور یہ کہنا چاہتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''گلستان'' میں کہا ہے۔

چوں کارے بے فضولی من برآید مرا دوروے سخن گفتن نشاید
اگر بینم کہ نابینا و چاہ است و گرخاموش بنشینم گناہ است

جب کوئی کام میری مداخلت کے بغیر سرانجام پائے تو مجھے اس میں بات نہیں کرنی چاہئے، لیکن اگر میں دیکھوں کہ نابینا کنویں کی طرف بڑھ رہا ہے تو میرا خاموش بیٹھنا گناہ ہے۔

غلط فہمی ایسا عامل ہے کہ اس کے نتیجے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ دو فریقوں یا دو گروہوں کے درمیان جھگڑے اور فساد رونما ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی حالت میں بھی اس کے پیدا ہونے کا موقع نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی چند خرابیاں یہ ہیں:

(۱) غلط فہمی کی بنا پر غلط فیصلے ہوتے ہیں اور فریقین کے درمیان نزاع اور تنازع پیدا ہوتے ہیں۔ معاملہ سلجھنے کے بجائے الجھا جاتا ہے۔

(۲) اخلاقی اور مالی نقصان واقع ہوتا ہے۔ ایک شخص کسی شخص کی غلط فہمی کی بنیاد پر بات آگے بڑھا دیتا ہے اور مالی اقدام کر بیٹھتا ہے جبکہ اس کا اسے حق نہیں تھا۔ اخلاقی خرابیوں میں جھوٹ، بہتان، الزام تراشی اور غیبت جیسی برائیاں گھر کر آتی ہیں۔

(۳) مار پٹائی اور قتل و خون ریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ دونوں فریق بات کی اپنی اپنی توجیھ اور تاویل پر ڈٹ جاتے ہیں۔ پھر مقدمہ بازی، لڑائی اور جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔ بعض اوقات اس سے جنگ و جدل ہوجاتی ہے۔

(۴) فریقین کے درمیان مستقل ناراضگی اور دشمنی ہوجاتی ہے جو اسلامی معاشرے کو بگاڑنے والی اور حقوق العباد کو تلف کرنے والا عمل ہے۔

(۵) متکلم ایک بات جوش میں آکر کہہ دیتا ہے، اس کا انجام نہیں سوچتا۔ آگے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چل کر جب اس کے خراب پہلو سامنے آتے ہیں تو اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے اور لوگوں کے سامنے وضاحتیں پیش کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ بقول شخصے، ''چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی'' ایسا کام ہی کیوں کیا جائے کہ بعد میں پشیمانی دیکھنی پڑے۔

غلط فہمی کے یہ وہ چند پہلو ہیں جو اس کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں لہٰذا سنجیدہ کوشش کر کے اس سے بچنا چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

خاموشی معنیٰ دارد

بنیادی طور پر ذہین

ایک صاحب کسی سے گفتگو کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ''یار بنیادی طور پر آپ ذہین ہیں مگر آپ کی ذہانت بنیادوں ہی میں رہ گئی ہے''۔ وہ صاحب جو بات کہنا چاہ رہے تھے، انہوں نے دوسرے انداز میں کہی، یہ انداز صحیح ہے یا غلط ہے۔اس میں طنز ہے یا دل شکنی، اس وقت اس سے ہمیں بحث نہیں ہے۔مگر اسی انداز کے بنیادی طور پر ذہین دو دوست کسی دکان سے پینے کے لئے گلاس خریدنے کے لئے گئے۔ دکاندار سے پوچھا۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا، جہاں گلاس رکھے ہوئے تھے اور حسبِ رواج وہ الٹے رکھے ہوئے تھے۔ ایک دوست نے گلاس کے اوپر ہاتھ رکھ کر کہا، یار اس کا منہ ہی بند ہے۔ دوسرا دوست تجسس سے آگے بڑھا اور اس نے گلاس اٹھا کر دیکھا اور کہا، یار اس کا تو پیندا ہی نہیں ہے۔

دکاندار اس صورتحال میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا مگر اسی انداز کی گفتگو ہماری محافل میں یا کاروباری اداروں کے دفتر میں شروع ہوجاتی ہے تو اسی واقعہ کی بنیاد پر کئی بنیادی طور پر ذہین حضرات بہت سی بنیادی باتیں کہہ ڈالتے اور اس قسم کے واقعات پر گھنٹوں گفتگو اور بحث ہوجاتی ہے، درحقیقت ہم اپنے معاشرے میں اسی انداز کی بے مقصد سیاسی، سماجی اور دیگر قسم کی گفتگو کے شکار ہیں۔اس انداز کی گفتگو سے انسانی وقت اور توانائی ضائع ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اس تضیع سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہوتا حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ ہر خرچ کرنے سے کسی نہ کسی کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچے۔ ذیل میں اشارات کی صورت میں زبان کی آفات درج ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: ''کسی بندے کا ایمان سیدھا نہیں ہوتا جب اس کا دل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدھا نہ ہو اور دل اس وقت تک سیدھا نہیں ہوتا، جب تک زبان سیدھی نہیں ہو"۔(۱)

حضرت معاذؓ کی حدیث کے آخر میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس (زبان) کو بند رکھ، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم سے زبان کی باتوں پر بھی مواخذہ ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا! "معاذ! تیری ماں تجھے گم کرے، جہنم میں منہ کے بل (یا فرمایا) ناک کے بل "لوگوں کو زبان کی کٹائی کے علاوہ اور کون سی چیز گرائے گی (۲)۔ ایک اور حدیث میں ہے "جس نے اپنی زبان روک لی، اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر دی"۔

بے مقصد گفتگو

لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حکمت کس طرح ملی تو انہوں نے کہا: "میں بے ضرورت کوئی سوال اور بے مقصد کوئی گفتگو نہیں کرتا"۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے (۳)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں۔ (۱) بے مقصد گفتگو (۲) مال کا ضیاع (۳) غیر ضروری سوال۔ (۴)

مناظرہ اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے بحث و مباحثہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے، اس لئے کہ اس میں بڑا بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے بُرا آدمی بدخو "جھگڑالو ہے" اور یہ جھگڑا وہ ہے جو باطل یا لاعلمی پر مبنی ہو"۔

بے حیائی

اس سے مراد گالی گلوچ اور فحش گوئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ تم فحش گوئی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش گو بندے کو پسند نہیں کرتا۔ ہر بے حیا پر جنت حرام ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مؤمن نہ طعنے دیتا ہے نہ لعنت کرتا ہے اور نہ فحش گوئی اور بے حیائی کرتا ہے۔ (۵)

راز کو ظاہر کرنا

کسی کے راز ظاہر کرنا، اور اس کے خفیہ حالات کا تذکرہ کرنا، انسان کی عزت نفس

---

(۱) مسند احمد۔ (۱) الترمذی۔ (۲) مسند احمد۔ (۳) بخاری شریف۔ (۴) الترمذی۔ (۵) الطبرانی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوٹھیس پہنچانا ہے۔ راز امانت ہوتے ہیں اور انہیں محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ"۔ جس سے مشورہ لیا جائے وہ (اس بات کا) امین ہے۔ (۱)

خاموشی

جب ہم زبان کی ان آفات سے بچنے کی کوشش کریں گے تو لازماً ہماری شخصیت پر اس کے اثرات آئیں گے۔ یعنی یا تو ہم خاموش رہیں گے، ورنہ اچھی اور مفید گفتگو کریں گے۔ خاموشی عالم کی زینت ہے اور جاہل کی پردہ پوشی ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: "اپنے منہ سے، اپنے کانوں کو انصاف دلاؤ۔ تمہیں کان دوعنایت کئے گئے ہیں اور منہ ایک تاکہ بولنے سے زیادہ سنو۔ ایک بزرگ مخلد بن حسین نے کہا "میں نے پچاس سال سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس کی مجھے معذرت کرنی پڑی ہو"۔

ایک بزرگ نے خاموشی کو مختلف مثالوں سے یوں سمجھایا ہے۔

۱- عبادت ہے بغیر محنت کے۔

۲- ہیبت ہے بغیر سلطنت کے۔

۳- قلعہ ہے بغیر دیوار کے۔

۴- فتح یابی ہے بغیر ہتھیار کے۔

۵- آرام ہے کراماً کاتبین کا۔

۶- قلعہ ہے مومنین کا۔

۷- شیوہ ہے عاجزوں کا۔

۸- دبدبہ ہے حاکموں کا۔

۹- مخزن ہے حکمتوں کا اور

۱۰- جواب ہے جاہلوں کا۔

ہمارا یہ احساس ہے کہ جب انسان کو اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا احساس ہو جائے تو پھر اس کے لئے ان کا تدارک آسان ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ باتوں کو اپنانا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

(ماخوذ از کتاب "شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر" از محمد بشیر جمعہ)

---

(۱) الطبرانی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان کا کردار

تمام اعضاء پر حاکم زبان ہے یہ اگر ٹھیک چلے اور صحیح بات کہے تو تمام اعضاء عافیت میں رہیں گے۔ لیکن یہ ٹیڑھا پن اختیار کرلے اور لوگوں کو گالیاں دے یا بدشد کہے تو لوگ جب جوتے ماریں گے یا پٹائی کریں گے تو یہ تو بتیسی میں محفوظ اور بند رہے گی اور دوسرے اعضاء کی پٹائی ہوگی۔

انسانی زندگی کی تعمیر میں زبان کا کردار بہت اہم ہے۔ لہٰذا اصلاح اور تربیت میں اسے سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے اور وقتاً فوقتاً اس کی تربیت کرنے کے ساتھ اس کی نگرانی بھی خوب کرنی چاہیے۔ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے بیٹھے ہوئے اپنی زبان کو پکڑ کر جھٹکے دیئے، اس وقت حضرت عمرؓ کا وہاں سے گذر ہوا تو انہوں نے اچانک حضرت ابوبکر کو اپنی زبان پکڑ کر جھٹکے دیتے دیکھا تو کہا: مَـه مَـه (اسے چھوڑو اسے چھوڑو)۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس نے تو مجھے ہلاکت کی جگہ پر پہنچایا ہے۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان پر نگرانی، جائزہ اور ہلکی پھلکی سزا کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمیں بھی اپنی زبان پر اسی طرح کنٹرول کرنا اور اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

آدابِ گفتگو

قرآن کریم اور گفتگو

قرآن مجید نے گفتگو کرنے کے طریقے کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس میں کوئی اچھنبے کی بات نہیں، کیونکہ گفت وشنید ہی وہ عمدہ طریقہ ہے جس سے ایک آدمی کو دوسرے کو اپنی بات پر دل سے مطمئن اور قائل کر سکتا ہے۔ اور یہ اطمینان ہی اس ایمان و یقین کی بنیاد بنتا ہے جو کسی پر زبردستی ٹھونسا نہیں جاسکتا بلکہ انسان کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے ہمارے سامنے گفتگو کے بہت سے معیاری نمونے پیش کئے ہیں جیسے آدم علیہ السلام کی تخلیق پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان بات چیت۔ (۱)

گفتگو کا وہ انداز جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے اس التجا کرنے کے وقت اختیار کیا جب انہوں نے کہا ''اے میرے پروردگار آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟'' (۲)

اس نوع میں موسیٰ علیہ السلام کی وہ التجا بھی شامل جو انہوں نے اپنے رب سے ان کے دیدار کی گذارش کرتے وقت کی تھی۔ (۳)

اور عیسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ کہ جب ان سے ان کا رب پوچھے گا کہ ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو الٰہ (معبود) بنائیں۔ (۴)

اور اس نوع کی وہ گفتگو بھی قرآن میں نقل کی گئی ہے جو دو باغ والوں کے درمیان ہوئی تھی جس کا تذکرہ سورۃ کہف میں ہے(۵)۔ ابراہیم علیہ السلام کا وہ قصہ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ (۶)

قارون اور اس کی قوم کا قصہ۔ (۷) داؤد علیہ السلام اور دو جھگڑنے والوں کا

---

(۱) البقرہ۲: ۳۰-۳۲ (۲) البقرہ۲: ۲۶۰ (۳) الاعراف ۷: ۱۴۳ (۴) المائدہ ۵: ۱۱۶ (۵) الکہف: ۱۸-۳۲ تا ۴۴ (۶) الصّفٰت ۳۷: ۱۰۰ تا ۱۱۰ (۷) القصص ۲۸: ۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصہ(۱)۔نوح علیہ السلام اوران کی قوم کا مباحثہ (۲)۔شعیب علیہ السلام اوران کی قوم کی بات چیت (۳)۔

آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ (۴)۔موسیٰ علیہ السلام اور نیک بندے کا قصہ (۵)۔بلقیس کی وہ حکایت جب ان کے نام سلیمان علیہ السلام کا خط آیا تو اس نے اپنی قوم سے خط کا جواب دینے کا بارے میں مشورہ کیا(۶)۔ اور وہ گفتگو جو قیامت کے دن گمراہ کرنے والوں اوران کے پیروکاروں کے درمیان ہوگی (۷)۔غرض یہ کہ قرآن کریم میں ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں جو گفتگو کی اہمیت اورضرورت کو واضح کرتی ہیں۔

گفتگو کے ان نمونوں اورمثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید انسان کی عزت و وقار کا احترام کرنے، اس کی عقل کو اہمیت دینے اور اسے روشن دلائل سے مطمئن کرنے کے لئے اپنے موقف کی وضاحت کرے، حقائق کو نمایاں کرے، عقل کی رہنمائی کرے، اچھے جذبات کو ابھارے، ضمیر کو جھنھوڑے اور ایسی راہیں کھولے جو انسان کو بات ماننے، حق اپنانے اور دلائل کو بتدریج قبول کرنے پر آمادہ کردے۔

کتاب اللہ میں اختیار کئے گئے گفتگو کے اس اسلوب نے اپنا رنگ خوب جمایا ہے اور دلوں اور دماغوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑ ہے۔ اس اسلوب کے اثرات ہمیں بہت سے واقعات میں نظر آتے ہیں جن کے کردار میں سے بعض نے اسلام قبول کرلیا اور بعض اس کی نعمت سے محروم رہے۔ یہاں نمونے کے طور پر دو قصے بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک قبول کرنے والے شخص کا ہے جبکہ دوسرا ایسے شخص کا ہے جو اپنے کفر پر قائم رہا۔

جبیر بن مطعم نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں ''سورہ الطّور'' پڑھتے ہوئے سنا۔ جب آپؐ ان آیات پر پہنچے،

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ. (۸)

''کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین اور

---

(۱) ص ۳۸: ۷۱۔ (۲) الاعراف ۷: ۵۹ (۳) ہود ۱۱: ۸۴۔ (۴) المائدہ ۵: ۲۷ (۵) الکہف ۱۸: ۶۵ (۶) النمل ۲۷: ۳۸ (۷) سبا ۳۴: ۳۱ (۸) الطور ۵۲: ۳۵-۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمانوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا تیرے رب کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں؟ یا ان پر انہی کا حکم چلتا ہے''؟ تو جبیر کہتے ہیں کہ میرا دل بے قابو ہو گیا اور یوں لگا جیسے میں اسلام کی طرف اڑا جا رہا ہوں۔ یہ حالت میرے اندر اس وقت پیدا ہوئی جب اسلام نے پہلی مرتبہ میرے دل پر دستک دی اور وہ میرے دل میں گھر کر گیا۔

ولید بن مغیرہ نے ایک موقعہ پر حضورؐ سے قرآن مجید کی بعض آیات سنیں تو وہ ان کے اثر سے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور کہنے لگا (اللہ کی قسم اس میں بڑی شیرینی ہے، یہ بڑا رونق افروز کلام ہے، اس کا بالائی حصہ پھلدار ہے اور زیریں حصہ بڑا گہرا ہے، یہ ہمیشہ بلند ہوتا رہے گا اور اس پر کوئی فوقیت حاصل نہیں کر سکے گا اور یہ اپنے مقابلے پر آنے والے کو ریزہ ریزہ کر دے گا) لیکن چند لمحات کے بعد اپنی مشرک قوم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عناد، تکبر اور غرور میں مبتلا ہو کر اس نے اسے ایک اثر انگیز جادو قرار دے دیا اور ہدایت کی روشنی سے محروم رہ گیا۔

رسول اللہ ﷺ اور گفتگو

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں ہم گفتگو کے بہت سے مختلف انداز اور نمونے پاتے ہیں جو فنِ گفتگو میں مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ہمیں ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ نے جس وقت اسلام کی دعوت علی الاعلان پیش کی تو ان پر قریش حیران و پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے توڑ کے لئے غور و فکر کرنا شروع کیا اور اس مقصد کے لئے یہ منصوبہ بنایا کہ عتبہ ربیعہ کو آپ کے پاس بھیجا جائے جو آپؐ سے گفتگو اور مذاکرات کرے اور آپ کو ان کی بات قبول کرنے پر آمادہ کرے۔(۱)

روایت کی گئی کہ عتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا ''میرے بھتیجے! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے قبیلے میں آپ کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ حسب و نسب میں بھی آپ اعلیٰ ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کے سامنے ایک ایسی بڑی بات پیش کی ہے کہ

(۱) سیرت ابنِ ہشام ۱/۳۱۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس وجہ سے ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ آپ نے ان کے عقلمندوں کو بے وقوف قرار دیا، ان کے معبودوں پر تنقید کی اور ان کے آباء و اجداد کو کافر قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، آپ وہ غور سے سنیں، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کچھ باتیں آپ کو اچھی لگیں اور آپ انہیں مان لیں۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ولید تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہو، میں سنوں گا''۔ چنانچہ عتبہ کو جو کچھ کہنا تھا وہ اس نے دل کھول کر کہا۔ وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آپؐ نے فرمایا: ''ابوالولید تم کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو اب میری بات سنو'' اس نے کہا ضرور سنوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ فصلت (حم السجدہ) کی تلاوت شروع کی۔ یہاں تک کہ آپؐ ۳۷ ویں آیت پر جو کہ سجدہ کی آیت ہے، پہنچے تو آپؐ نے سجدہ کیا، پھر عتبہ نے فرمایا کہ ابوالولید تم سن چکے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ عتبہ جب وہاں سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو ان میں سے کسی نے کہا: خدا کی قسم ابوالولید کا وہ چہرہ نہیں ہے جو وہ لے کر گیا تھا۔ اس نے آتے ہی ان سے کہا: محمد (ﷺ) کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے کہا: ابوالولید تم پر بھی ان کی باتوں کا جادو چل گیا ہے۔

اس قصے میں ہمیں اپنے زیرِ بحث موضوع سے متعلق بہت سے اہم اشارات و نکات ملتے ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنا مفید رہے گا۔

(الف) رسولِ اکرم ﷺ نے عتبہ کی بات بڑے عمدہ طریقے سے سنی چنانچہ اسے یقین دہانی کرائی کہ ''تم کھل کر بات کرو میں تمہاری پوری بات سنوں مکمل توجہ سے سنوں گا''۔

(ب) جب عتبہ اپنی بات مکمل کر چکا تو رسولِ اکرمؐ نے پوچھا: ''ابوالولید اپنی بات کہہ چکے؟'' یعنی اب بھی کوئی بات رہ گئی ہو تو کہہ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے مخاطب کی بات اچھے طریقے سے سنی اور تسلی سے اسے مزید بات کرنے کا موقع دیا تاکہ بغیر کسی قطع کلامی کے وہ اپنی بات پوری کرلے۔ جب آپؐ نے اس سے پوچھ کر تسلی کرلی کہ اب اسے کچھ نہیں کہنا ہے، تب آپؐ نے تلاوت شروع کی۔ یہ ادب اور ذوق کا اعلیٰ معیار ہے جس کی وجہ سے مخاطب کشادہ دلی سے بات سنتا ہے۔ چنانچہ بات کی ابتداء کا یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارک انداز نتیجے کے لحاظ سے بہترین ثابت ہوا، یعنی قرآن کریم کی تلاوت اور آخر میں سجدہ کی آیت پر آپؐ کا سجدہ کرنا، پھر آپؐ نے عتبہ سے فرمایا: ''ابوالولید تم بات سن چکے، اب تم جانو اور تمہارا کام''۔ (یعنی جو چاہو کرو) (۱)۔

(ج) آپؐ نے اپنے طرزِ عمل میں جس شائستگی اور اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کیا اور جس پرسکون طریقے سے عتبہ کی بات سنی، اس نے عتبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ بھی توجہ سے آپؐ کی بات سنے اور اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس لئے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو ان لوگوں نے کہا: ''ابوالولید تم پر بھی ان کی زبان کا جادو چل گیا ہے''۔

(۲) اس طرح معرکہ حنین کے خاتمے پر پیش آنے والے ایک واقعہ میں بھی ہمیں اہم سبق ملتا ہے۔ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ ایک نئے انداز سے گفتگو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس پر غور و فکر کرنے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ ختم ہونے پر عرب کے مختلف قبائل اور قریش کے لوگوں میں بہت سارا مال تقسیم کیا لیکن آپؐ نے انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ اس پر ان میں کچھ لوگ ناراض ہو گئے چنانچہ ان میں سے کسی نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے جا ملے ہیں''۔ لہٰذا سعدؓ بن عبادہ اس سلسلے میں بات کرنے کے لئے آپؐ کے پاس آئے اور کہا: ''انصار کا قبیلہ آپؐ سے اس بنا پر ناراض ہو رہا ہے کہ آپؐ نے جنگ سے حاصل شدہ مالِ غنیمت اپنی قوم میں تقسیم کرنے کا رویہ اختیار کیا اور اپنی قوم کو اور عرب قبائل کو بہت سا مال دے دیا جبکہ انصار کو اس میں کچھ بھی نہ دیا''۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سعد تمہارا کیا خیال ہے''؟ انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ میں بھی تو اپنی قوم ہی کا فرد ہوں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو پھر اپنی قوم کو اس مقام پر جمع کرو (میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں)''۔

چنانچہ حضرت سعدؓ نے جا کر انصار کو جمع کیا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ نے اللہ کی بہترین حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''اے گروہ انصار، آپ لوگوں کی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں اور آپ لوگوں کی ناراضگی بھی مجھے معلوم ہوئی ہے۔ کیا جب میں تم لوگوں کے پاس آیا تو تم لوگ گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت

(۱) سیرتِ ابنِ ہشام ۱/۳۱۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی۔ کیا تم لوگ تنگ دست نہ تھے؟ اللہ نے تمہیں غنی کر دیا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں باہم شیر وشکر کر دیا"۔ آپؐ نے فرمایا: اے انصار تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کو کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہم پر بڑے احسان اور فضل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر تم یہ بات کہو اور یہ سچ بھی ہے کہ آپ ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ آپ بے یارو مددگار تھے تو ہم نے آپ کی مدد کی، آپ بے سہارا تھے ہم نے آپ کو ٹھکانا مہیا کیا، بے بضاعت تھے ہم نے آپ کی دل جوئی کی۔ اے گروہ انصار! کیا تم اس حقیر سی دنیا کے سامان پر مجھ سے ناراض ہو رہے ہو جو میں نے اس قوم کی دلجوئی کے لئے اس وجہ سے خرچ کیا تاکہ وہ لوگ اسلام کی طرف مائل رہ سکیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کیا۔ تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک گھاٹی سے گذرتے اور انصار دوسری گھاٹی سے چلتے تو میں انصاف کی گھاٹی سے چلتا۔ یا اللہ انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور انصار کے پوتوں پر رحم فرما"۔ (۱)

اس گفتگو سے لوگوں پر رقت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور کہنے لگے ہم رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر راضی اور خوش ہیں۔

(الف) اس واقعہ میں بھی بہت سے ایسے مفید اور اعلیٰ سبق ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو اس بات پر کسی قسم کی ملامت نہیں کی کہ انہوں نے انصار کو مطمئن کیوں نہیں کیا اور نہ ہی آپؐ نے سعد سے اس بات کی دلیل پر بحث و مباحثہ کیا جس کی گنجائش بہرحال موجود تھی۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اس شخص کے بارے میں بھی سوال نہیں کیا جس نے یہ بات کہی تھی کہ بخدا رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے مل گئے ہیں اور آپ ﷺ نے ان کی (قریش) کی طرفداری اور محبت کرتے ہوئے عصبیت

(۱) سیرتِ ابنِ ہشام ۴/۱۴۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے ان کے حق سے زیادہ دے دیا ہے۔ بلکہ آپؐ نے اس طرح عمومی سوال کیے جن میں بات کا رخ سب کی طرف ہو، اور بات کی بنیاد پر توجہ کرموز رہے۔

(ب) آپؐ نے ان پر گرفت کرنے والے سوالات سے بات شروع کی اور اس کے بعد اس بڑے احسان کا تذکرہ فرمایا جس کی وجہ سے انصار نے مراد پائی تھی یعنی اسلام لاکر گمراہی سے ہدایت کی طرف آئے، تنگدستی سے خوشحالی میں داخل ہوئے اور عداوت و نفرت کے بجائے باہمی محبت و الفت سے سرشار ہوئے۔

(ج) پھر یہ بات طبعی تھی کہ انصار کے دلوں میں یہ خیال آئے کہ انہوں نے بھی رسول اکرم ﷺ کا ساتھ دیا تھا، مدد کی تھی اور تصدیق و تائید کی تھی۔ یہ تمام باتیں ان کی خوبیاں تھیں اور حق و صداقت کا مظہر تھیں، چنانچہ آپؐ نے ان کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے یہ باتیں بھی خود ہی ارشاد فرمادیں تاکہ ان کی اچھائیوں اور خوبیوں کا اقرار بھی ہوجائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ انہوں نے بلاشبہ ایسے وقت میں ان کی تصدیق کی جب کہ وہ ان کے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تھے، ایسے وقت میں ان کی مدد کی جب کہ وہ بے یارو مددگار آئے تھے، اس وقت ان کو ٹھکانہ دیا جبکہ وہ بے سہارا تھے اور انہوں نے ان کی اس وقت دل جوئی کی جبکہ وہ نادار تنگدست تھے۔

(د) آپؐ نے اگرچہ ان کی ایک پہلو سے ملامت کی تو دوسرے پہلو سے دل جوئی کی۔ پھر آپؐ نے اپنی بات یہ اقرار کرتے ہوئے ختم کی چونکہ انصار اسلام میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں لہٰذا انہیں اسلام کے حوالے کیا۔ پھر بتایا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے جس سے وہ سرفراز ہورہے ہیں کہ دوسرے لوگ تو بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے کر جارہے ہیں اور انصار خاتم الانبیاء افضل الخلق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ساتھ لے کر لوٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کے بیٹوں اور ان کے پوتوں کے لئے رحمت کی دعا کی۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انصار کو ہم روتے ہوئے، مطمئن اور خوش ہوتے ہوئے اور خوش بختی اور سعادت کے احساس سے سرشار یہ کہتے ہوئے پاتے ہیں کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کی تقسیم اور آپؐ کی رضا پر راضی ہیں''۔ (۱)

(۳) ابوامامہ نے روایت کی ہے کہ ایک نوجوان لڑکے نے نبی ﷺ کی خدمت

---

(۱) سیرتِ ابنِ ہشام ۴/۱۴۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیں گے؟ اس پر لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا، لیکن نبیؐ نے اسے اپنے قریب بلایا تو وہ قریب آیا اور جب آپؐ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: کیا یہ کام تم اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں آپؐ پر قربان جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں اسی طرح تمام لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا یہ کام تم اپنی بیٹی کے لئے اسے پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ پر قربان جاؤں، آپؐ نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ نہیں چاہتے۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا: کیا تم اسے اپنی بہن کے لئے اسے پسند کرو گے؟ ابنِ عوف نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپؐ نے پھوپھی اور خالہ کا تذکرہ بھی کیا اور وہ ہر ایک کے لئے کہتا رہا نہیں، آپ پر قربان جاؤں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک سے اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا: اللہ اس کے دل کو پاک کر دے، اس کے گناہ معاف فرمادے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرمادے۔ اس کے بعد کوئی چیز اس کے نزدیک زنا سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھی۔ (۱)

(۴) ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جو اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کر رہا تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ میری بیوی نے کالا بیٹا جنا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا ان کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے کہا سرخ۔ آپ نے پوچھا ان میں سے کچھ خاکستری رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا: شاید نسل اسے کھینچ کر لے گئی ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی معاملہ اس لڑکے کے متعلق ہوا کہ اسے نسل نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ (۲)

(۵) زید بن سعنہ نامی ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے کچھ مدت کے لئے ادھار پر کھجوریں خریدیں تھیں۔ اس نے یہ مدت ختم ہونے سے پہلے ہی بڑی سختی کے ساتھ لوگوں کے درمیان آپؐ سے رقم کی واپسی کا تقاضا کیا۔ اس نے جو باتیں کیں ان میں سے ایک یہ تھی: اے عبدالمطلب والو! تم لوگ لین دین میں بڑے ٹال مٹول کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ مارنے کے لئے اس کی طرف بڑھے تو نبیؐ نے

(۱) مسند احمد باسناد جید۔ (۲) بخاری و مسلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں روک دیا اور ان سے فرمایا: ''اے عمرؓ میں اور وہ تم سے اس بات (لڑنے) کی نسبت ایک دوسری بات کے زیادہ ضرورتمند ہیں۔ تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کی تاکید کرتے اور اسے اچھے انداز سے تقاضا کرنے کو کہتے''۔ پھر آپؐ نے اس کا حق ادا کرنے اور (حضرت عمرؓ کے ڈرانے دھمکانے کے بدلے میں) بیس صاع زیادہ دینے کا حکم فرمایا۔ آپؐ کی اس بات پر یہودی نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ (۱)

(٦) ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے کچھ مالی مدد طلب کی۔ چنانچہ آپ نے جو کچھ اس وقت موجود تھا اسے دے دیا۔ پھر نرمی سے پھر فرمایا: اعرابی کیا میں نے تم سے اچھا سلوک نہیں کیا؟ اس پر اس نے بھونڈا سا جواب دیا۔ نہیں آپ نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہ ایسا احمقانہ جواب تھا جو کسی صاحبِ جود وسخا کو دینا مناسب نہیں ہے۔ اس پر مسلمان غصہ ہوئے اور اسے مارنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول کریم ﷺ مسکرائے اور انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر کی طرف بڑھے اور اعرابی کو نرمی، مہربانی ومسکراہٹ سے بلایا اور کچھ اور بھی عطا کیا۔ پھر فرمایا کیا میں نے تمہارے ساتھ حسن لوک کیا؟ تو اعرابی نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا جی ہاں، اللہ آپؐ کو جزائے خیر دے کہ آپؐ اچھے خاندان اور قبیلے والے ہیں۔ اس پر نبیؐ نے فرمایا: ''تم نے اس سے پہلے جو باتیں کی ہیں ان کی وجہ سے میرے ساتھیوں (صحابہ) کے دلوں میں تمہارے بارے میں ناراضگی پیدا ہوئی ہے سو اگر تم پسند کرو تو ان کے سامنے بھی اسی طرح کہو جس طرح میرے سامنے تم نے کہا ہے تاکہ ان کے دلوں میں تمہارے متعلق ناراضگی ہوگئی ہے وہ دور ہو جائے''۔ اس نے کہا جی ہاں۔ اگلے دن وہ اعرابی مسجد رسول اللہ ﷺ کی صفت میں آیا۔ اس وقت آپؐ اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس اعرابی کو جو کچھ کہنا تھا وہ اس نے کہا، پھر ہم نے اس کو مزید دیا تو وہ اعرابی راضی ہوگیا''۔ پھر آپؐ نے اس کی طرف نظر ڈالی تو اعرابی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ اچھے خاندان اور اچھے قبیلے کے فرد ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور اس اعرابی کی مثال ایسی ہے جیسی ایک آدمی کے پاس اونٹنی تھی جو اس سے بدک کر بھاگنے لگی، لوگوں نے جب یہ دیکھا تو اس کے پیچھے دوڑے،

(۱) مجمع الزوائد للھیثمی ۲۳۹/۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہنگامے سے وہ اور زیادہ بدکنے لگی، اس پر اس کے مالک نے ان لوگوں کو پکار کر کہا تم لوگ میرے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ کیونکہ اس کے متعلق میں زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ چنانچہ اس کا مالک اس کی طرف بڑھا اور زمین پر سے تھوڑی سی گھاس اٹھائی اور اسے دکھاتے اور پچکارتے ہوئے آہستہ آہستہ اسے قریب بلایا یہاں تک کہ وہ قریب آ کر بیٹھ گئی تو اس نے اس پر کجاوہ کسا اور سوار ہوکر روانہ ہوگیا۔ اگر میں تم لوگوں کو اس آدمی کی گفتگو پر ردعمل سے نہ روکتا تو تم اسے قتل کردیتے تو یہ دوزخ میں چلا جاتا۔ (۱)

(۷) رسول اللہ ﷺ نے جس وقت جنگِ بدر میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو حباب بن منذر نے اس مقام کو قیام کے لئے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس نے فوراً آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپ کا یہاں اترنا اللہ کی طرف سے وحی کی بنا پر ہے یا اپنی رائے اور جنگی چال کی وجہ سے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اپنی رائے اور جنگی چال کی بنا پر ہے''۔ اس پر حباب نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان بدر کے کنویں کے قریب چلے جائیں، وہاں پر حوض بنائیں، جنگ کے دوران پانی استعمال کریں اور مشرکوں کو تمام کنوؤں سے بے دخل کردیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے حباب تم نے اچھی رائے ظاہر کی''۔ پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر نیچے کی طرف اترے اور بدر کے کنویں پر پڑاؤ کیا۔

(۸) غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی طرف توجہ کرکے فرمایا: ''قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے قبیلے اور خاندان کے لوگ ہیں انہیں زندگی بخش دیں اور انہیں توبہ کے لئے ترغیب دیں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ حضرت عمر نے رائے دی کہ یا رسول اللہؐ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کو اپنے وطن سے نکالا ہے۔ سو ان کی طرف آگے بڑھیں اور ان کی گردنیں اڑادیں۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا یا رسول اللہ اپ جس وادی میں قیام پذیر ہیں یہاں لکڑیاں بہت ہیں لہٰذا لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر آگ بھڑکائیں اور پھر انہیں اس میں ڈال دیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ تمام باتیں سن کر خاموش ہوگئے اور ان لوگوں کی باتوں کا کوئی

---

(۱) الھیثمی بروایت بزار ۹/۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب نہ دیا، پھر اٹھے اور اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کریں گے، بعض دوسروں نے کہا کہ عمرؓ کی بات کو مان لیں گے اور کچھ اور لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن رواحہ کی بات اختیار کرلیں گے۔

تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بارے میں بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم کردیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوجاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا سخت کردیتے ہیں کہ وہ چٹانوں سے بھی زیادہ سخت ہوجاتے ہیں۔ اے ابوبکر آپ کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہے کہ انہوں نے کہا:

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱)

''جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگذر کرنے والا مہربان ہے''۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جب انہوں نے کہا:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲)

''اگر آپ انہیں سزا دیں گے تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کردیں تو آپ غالب اور دانا ہیں''۔

اے عمر تمہاری مثال موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جب انہوں نے کہا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ (۳)

''اے رب، ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر لگادے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں''۔

اور نوح علیہ السلام کی طرح ہیں جب انہوں نے کہا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۴)

''میرے رب، ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ''۔

(۹) حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے قریش کے سفیر سہیل بن عمر سے اس بات پر

---

(۱) ابراہیم ۱۴: ۳۶۔ (۲) المائدہ ۵: ۱۱۸۔ (۳) یونس ۱۰: ۸۸۔ (۴) نوح ۷۱: ۲۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق کیا کہ اس سال مسلمان واپس لوٹ جائیں تاکہ عرب اس طرح کی باتیں نہ کریں کہ مسلمان بزورِ قوت بازو مکّے میں داخل ہوگئے ہیں۔ جب عمر بن خطابؓ نے اس طرح کی صلح کا تذکرہ سنا تو ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہا: اے ابوبکر کیا آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا وہ ضرور ہیں۔ پھر کہا: ''کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکرؓ نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر کہا: کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں مشرک ہیں، تو پھر ہم کیوں اپنے دین میں ذلت برداشت کریں؟ ابوبکرؓ نے فرمایا اے عمر بات تسلیم کرلو کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ (عمر) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ کیا آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر کہا: کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں ہیں۔ پھر کہا: کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ضرور ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو پھر اپنے دین میں ذلت کیوں قبول کرلیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ میں اللہ کے حکم کے خلاف ہرگز نہیں کروں گا، اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ عمرؓ کی باتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور مسلمانوں نے بھی حضرت عمرؓ کی باتوں کی وجہ سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر وہی حضرت عمرؓ ہیں کہ جب انہیں اس صلح کی حکمت جسے قرآن نے فتح مبین قرار دیا ہے، معلوم ہوگئی تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے تھے۔

اس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کو جو کہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں، اپنی گفتگو کے انداز میں نہایت سوز و گداز والے پاتے ہیں اور اپنے مخالفین کے لئے نہایت وسیع الظرف اور کشادہ دل دیکھتے ہیں، نیز آپؐ دوسرے کی بات اچھے طریقے سے سننے میں بھی نہایت عمدہ نمونہ ہیں، حتیٰ کہ حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ مدینے کی باندیوں میں سے کوئی باندی آ کر آپ کو ایک طرف لے جا کر اپنی عرض بیان کرسکتی تھی۔ (بخاری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کا فطری ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ومصلحت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کی آراء چھوٹے بڑے معاملات میں مختلف ہوں، یہ امور چاہے دنیاوی ہوں یا دینی، اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ اپنی سمجھ اور علم میں اس طرح مختلف واقع ہوئے ہیں جس طرح مزاجوں، میلانات و خواہشات میں مختلف پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح علم وعمل میں ضعف وقوت اور برداشت کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں۔

دینی معاملات میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ احکام کے بارے میں قرآن وسنت کی بعض نصوص دلالت کے لحاظ سے ظنی ہیں، یعنی تاویل وتفسیر کے ایک سے زیادہ پہلو رکھتی ہیں۔ لہٰذا جب مختلف لوگوں کی عقل وفہم کے لحاظ سے دینی احکام کی تشریح کی جائے گی تو نقطہ نظر کا اختلاف لازماً سامنے آئے گا، لیکن یہ بات دین کے بنیادی اصولوں جیسے ارکانِ ایمان اور ارکانِ اسلام پر اثر انداز نہیں ہوگی کیونکہ ان میں آراء کا اختلاف جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر قرآن وسنت کی تمام نصوص دلالت قطعی والی ہوتیں تو تفسیر کی وجوہ میں سے صرف ایک ہی وجہ (پہلو) ہوتی۔ اسی طرح تمام عقلیں اور فہم یکساں ہوتے تو بھی کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا لیکن یہ بات حقیقت ومحسوسات کے خلاف ہے۔ ہاں آراء کے اختلاف سے دلوں کا اختلاف پیدا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دلوں کا اختلاف حرام ہے۔ یہ ایسا خطرناک مرض ہے جو ایمان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا، جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا...... الخ (۱)

”تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو“۔

لہٰذا جنت میں داخل ہونے کے لئے ایمان شرط ہے اور اسی طرح مسلمانوں کا ایک دوسرے سے محبت کرنا بھی ایمانِ کامل ہونے کی شرط ہے۔

(۱) مسلم، کتاب الایمان۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی نصوص کو سمجھنے میں اختلاف کی چند ایک مثالیں دی جا رہی ہیں۔ ان مثالوں میں سے بہترین مثال وہ واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہؓ کے درمیان پیش آیا۔ امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیحین میں بیان کیا ہے کہ نبیؐ نے احزاب کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا ''آپ لوگ عصر کی نماز لازماً محلّہ بنی قریظہ میں جا کر ہی ادا کریں''۔ لہٰذا یہ لوگ روانہ ہوئے اور راستے میں عصر نماز کا وقت آ گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم وہاں جا کر ہی نماز ادا کریں گے اور بعض نے کہا ہم تو اسی وقت نماز پڑھیں گے، کیونکہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ ہم نماز قضا کریں (بعض نے راستے میں نماز ادا کی اور بعض نے وہاں جا کر پڑھی) پھر اس بات کا تذکرہ نبیؐ سے کیا گیا تو آپؐ نے ان میں کسی کی بات پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور دونوں کے رویے کو درست قرار دیا۔ (۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ ''دو آدمی سفر میں تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے پاک مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھی۔ ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ انہیں پانی مل گیا تو ان میں سے ایک صاحب نے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھی، لیکن دوسرے صاحب نے نماز نہیں لوٹائی، پھر یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کے سامنے یہ بات بیان کی۔ آپؐ نے نماز نہ لوٹانے والے سے فرمایا: ''تو نے سنت پر عمل کیا اور تیری پہلی نماز تیرے لئے کافی ہے''۔ اور جس نے وضو کر کے نماز لوٹائی تھی اس سے فرمایا: ''تیرے لئے دوہرا اجر ہے''۔ (۲)

ہر معاملے میں اور ہر حالت میں اختلاف کو ہمیشہ رد کر دینا انسان کے بس کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ بات فطرت کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اختلاف کے آداب و اصول پہچانیں اور جس طرح اتفاق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اختلاف کرنے کے طریقے بھی پہچانیں، یہ دونوں عمل مسلسل اور ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں۔ قرآن کریم نے بحث و اختلاف کے وقت بہترین طریقے کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ. (۳)

---

(۱) بخاری، کتاب المغازی، مسلم کتاب الصلاۃ۔ (۲) ابوداؤد، نسائی۔ (۳) النساء، ۴:۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو''۔

البتہ اختلاف آراء میں اصولوں سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی خواہشات کی پیروی کرنی چاہئے، بلکہ منضبط اصولوں کی پیروی کرنا، مدلل گفتگو پر زور دینا، متوازن گفتگو کرنا اور مخالف کو برابر کا فریق سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح اس کی رائے کو پہلے سے رد کر دینا اور اس کے خلاف تعصب برتنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہئے:

وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ (۱)

''لامحالہ ہم میں اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے، ان سے کہو جو قصور ہم نے کیا ہو اس کی کوئی باز پرس تم سے نہیں ہوگی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی کوئی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی۔ کہو ہمارا رب ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا وہ ایسا زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے''۔

جب مؤمنوں کا یہ اندازِ خطاب غیروں کے ساتھ ہے تو کیا یہی بات ان کے لئے اعلیٰ نمونہ نہیں ہوسکتی کہ ان کے آپس کے اختلاف رائے میں گفتگو کس طرح ہونی چاہئے۔

گفتگو کرنے والے فریقوں کو چاہئے کہ گفتگو کرتے وقت حدود میں رہیں ایسا نہ ہو کہ بات کرتے ہوئے جوش میں آجائیں، ایک دوسرے کو حقارت سے دیکھیں اور دبانا شروع کر دیں، ایک دوسرے کو پریشان کریں اور ٹھٹھے کرنے لگیں، کیونکہ ان باتوں کی وجہ سے وہ دینی واخلاقی پستی کا شکار ہو جائیں گے اور اس حدیث کا مصداق بنیں گے ''**اذا خاصم فجر**'' ''جب (منافق) جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرنے لگے''۔

اختلاف کم کرنے کے لئے اصول وفروغ کا متعین کرنا اور ترجیحی اصولوں کا تعین کر لینا ضروری ہے۔ اسی طرح جزئی اور فروعی باتوں پر بحث کی وجہ سے کلی اور بنیادی باتوں پر جو اتفاق ہے وہ ختم نہیں ہونا چاہئے۔ کسی نفلی عمل پر اختلاف کرنے والے کسی

---

(۱) سبا ۲۴، ۲۵، ۲۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض کو نہ چھوڑ بیٹھیں۔ کیا ہی اچھی بات ہوگی کہ ہم جس بات پر متفق ہیں اس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور جس میں ہمارا اختلاف ہو اس میں ایک دوسرے سے معذرت کرلیں۔

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف میں کوئی نقصان نہیں البتہ ہمیں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اختلاف کو کشادہ دلی سے قبول کرلینا چاہئے اور مخالفین سے درگذر کا رویہ اپنانا چاہئے۔ اس سلسلے میں ہمارا وطیرہ بھی ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ امام مالکؒ نے اختیار کیا تھا اور فرمایا: ''یقیناً میں ایک انسان ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بات پر بھی پہنچتا ہوں، سو میری رائے پر غور کرلیا کرو پس جو رائے قرآن وسنت کے موافق ہو اسے قبول کرلو اور جو ان کے موافق نہ ہو اسے چھوڑ دو''۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا قول کتنا صحیح ہے ''ہماری رائے صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے اور دوسروں کی رائے خطا ہے لیکن اس میں صحت کا احتمال ہے''۔

''گفتگو میں حق کی پیروی کرنا، اس تک پہنچنے کے لئے کوشش کرنا، اور اس کے ساتھ چمٹے رہنے کے لئے حرص کرنا یہ وہ باتیں ہیں جو گفتگو کو راہِ راست پر باقی رکھتی ہیں اور خواہشات کی پیروی سے بچاتی ہیں، چاہے یہ خواہشات ایک شخص کی ہوں یا سننے والوں کی ہوں یا اس میں شریک ہونے والوں کی ہوں۔ پھر یہ طریقہ اپنی بات کے لئے کسی علم و ہدایت اور کتاب منیر کے بغیر تعصب کرنے سے بھی روک دیتا ہے۔ گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے ذہن میں یہ بات ملحوظ رکھے کہ ہوسکتا ہے فریقِ ثانی کے پاس کوئی علم کی بات ہو جو میں اس سے سیکھ لوں۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنی رائے میں تبدیلی کے لئے ہمیشہ گنجائش رکھے، اسی طرح اپنی فکر کی بالیدگی کے لئے زیادہ بہتر رائے کو قبول کرنے کے لئے تیار رہے تاکہ دلوں میں دوری پیدا نہ ہو اور نہ ہی صفیں پراگندہ ہوں۔

امام شاطبیؒ نے ''الاعتصام'' میں عمر بن عبدالعزیزؒ سے ایک روایت بیان کی ہے:

''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اختلاف نہ کرتے کیونکہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں مبتلا ہوجاتے جبکہ یہ صحابہؓ امام ہیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ یہ لوگ اپنی فطرت کے لحاظ سے مختلف ہیں تو اللہ کی رحمت ان کے قریب رہے گی، بشرطیکہ اپنے اختلافات نمٹانے میں آسمانی ہدایت کی پیروی کریں، دل کی ٹیڑھ اور نیت کی خرابی سے دور رہیں، اپنے بس کے مطابق صحیح بات کو پانے کی جدوجہد کریں، حق بات پر پہنچنے کی سعی کریں اور باہمی اخوت ومحبت کی فضا قائم رکھنے کا عہد کریں۔

ہم اس سے پہلے شرعی احکام ونصوص کو سمجھنے میں اختلاف کی مثالیں پیش کر چکے ہیں۔اب چند اور مثالیں دوسرے عام معاملات میں اختلاف کی پیش کر رہے ہیں۔

غزوۂ بدر میں مالِ غنیمت کی تقسیم میں اختلاف ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا۔ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱)

"اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اسی موقع پر ان حضرات نے قیدیوں کے انجام کے بارے میں اختلاف کیا تو نازل ہوا:

مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (۲)

"کسی نبی کے لئے زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔تم لوگ دنیا کا مفاد چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے"۔

غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ آیا حملہ آور دشمن کا مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کریں یا اندر رہ کر اس کا انتظار کریں، اور گلیوں میں ان سے

---

(۱) الانفال ۸:۴۱۔ (۲) الانفال ۸:۶۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کریں، اور کوٹھوں اور قلعوں کے اوپر سے انہیں نشانہ بنائیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی رائے کے پیشِ نظر گھر میں تشریف لے گئے اور خود اور زرہ پہنا، عمامہ باندھا، تلوار لگائی اور باہر تشریف لے آئے۔ وہ لوگ جو باہر نکلنے پر اصرار کر رہے تھے اپنی بات سے پیچھے ہٹ گئے اور کہنے لگے "یا رسولؐ اللہ ہم آپ کی مخالفت نہیں کرتے لہٰذا آپؐ جیسے مناسب سمجھیں ویسے کریں۔ اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا: "میں نے پہلے تم سے اس بات کے لئے کہا تھا لیکن تم نے انکار کیا اب ایک نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی امت کے لئے خود پہن لے تو پھر اتار دے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے"۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی اصحابِ کرام میں اختلاف ہو گیا تھا اور کچھ لوگوں نے آپؐ کا موقف صحیح طور پر نہ سمجھنے اور اپنی جلد بازی کی وجہ سے مکے میں طاقت کے ذریعے داخل ہونے کا ارادہ کیا۔

اسی طرح صحابہ کرام میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اختلاف ہوا چنانچہ ان میں سے بعض نے آپؐ کی وفات کو مان لیا اور بعض کے لئے یہ تسلیم کرنا مشکل تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر دوسرے لوگوں کی طرح موت طاری ہو سکتی ہے۔ یہ بحث ہو رہی تھی کہ صدیقِ اکبرؓ تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے مسجد میں یہ آیت تلاوت کی: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. (۱)

"محمد (ﷺ) اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو لوگ اللہ کے شکر گذار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا"۔

"پس جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوگی اور جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا ہے تو بیشک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں"۔ (۲)

صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس بات میں اختلاف کیا کہ

---

(۱) آل عمران ۳:۱۴۴۔ (۲) بخاری، کتاب المغازی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت کا والی کون ہے۔ انصار یا مہاجرین اور ہر فریق نے اپنے دلائل دیئے۔ آخرکار حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر بات ختم ہوگئی۔ ان حضرات نے مرتدین سے جنگ کرنے کے بارے میں بھی اختلاف کیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سے فی الحال صرفِ نظر کیا جائے۔ لیکن ابوبکرؓ نے ان کو یہ کہتے ہوئے پکارا: ''اے عمر جاہلیت میں تو تم بڑے طاقتور تھے لیکن اسلام میں آنے کے بعد بزدل ہوگئے ہو، اللہ کی قسم اگر اونٹ باندھنے کی ایک رسی جو یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو پہلے دیتے تھے اب روک دی تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا''۔

اسی طرح ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جب جنگِ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہوگئے تو ابوبکرؓ نے قرآن کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو قبول کرنے کے لئے ان کے سینے کھول دیئے اور اس کام کی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی خیر و بھلائی ظاہر کردی۔

عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں صحابہ نے عراق و شام میں مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کے بارے میں اس بات پر اختلاف کیا کہ انہیں مالِ غنیمت کے طور پر فاتحین میں تقسیم کیا جائے یا فَے کے طور پر آنے والی نسلوں کے لئے باقی رکھا جائے۔

اس قسم کے کئے اختلافات جاری رہے لیکن یہ اختلاف ان مومن بندوں کے درمیان تھے جو شریعت پر عمل کرنا چاہتے تھے اور یہ اختلاف ذاتی یا اپنی خواہشات اور انا کے اختلاف نہیں تھے۔ لہٰذا گفتگو کرنے والے کو چاہئے کہ جب کئی نقطہ نظر سامنے آئیں تو آپے سے باہر نہ ہو، اپنی بات پر اڑا نہ رہے اور اپنی ضد اور تکبر پر اڑ کر اپنی سوچ و فکر کی راہیں بند نہ کردے۔ اللہ کی رضا کے لئے نیت اور ارادہ کرے اور مخالف کی رائے کے لئے اپنا دل کشادہ رکھے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ وصیت یاد رکھے وَمَنِ اجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَ مَنِ اجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ۔ (۱)

''جس شخص نے اجتہاد کیا اور صحیح رائے پر پہنچا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جس نے اجتہاد کیا لیکن خطا کی تو اس کے لئے بھی ایک اجر ہے''۔

---

(۱) صحاح ستہ و احمد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کا طالبِ حق ہونا

مسلمان حق کا طالب ہوتا ہے، حقیقت کی تلاش میں رہتا ہے، صحیح بات اختیار کرتا ہے اور غلطی سے دور بھاگتا ہے۔ یہودیوں کی عادت تھی کہ لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کے لئے حق کو باطل سے خلط ملط کرتے رہتے تھے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اس روش سے روکتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (۱)

"باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کی یہ بُری وصف بیان کی جو یہ جانتے تھے کہ محمدؐ جو بات کہہ رہے ہیں وہ حق ہے اور وہ باتیں ان کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن باوجود اس کے ان کے کچھ علماء اور مشائخ اس حق کو چھپاتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ. (۲)

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اَيْنَمَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا. (۳)

"حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے پس جہاں بھی اسے پائے تو وہ اس کے لینے کا دیگر لوگوں سے زیادہ حقدار ہے"۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ تکبر سے بچیں اس لیے کہ وہ ایسی خطرناک روحانی بیماری ہے جو ایمان کے لئے خطرہ ہے کیونکہ حق کو رد کرنا، اس کا انکار کرنا، اسے قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا تکبر ہی کا نتیجہ ہے۔ یہ بات ایک حدیث میں اس طرح آئی ہے، جسے امام مسلم وغیرہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

---

(۱) البقرہ ۲: ۴۲۔ (۲) البقرہ ۲: ۱۴۶۔ (۳) رواہ الترمذی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ. فَقَالَ الرَّجُلُ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَ نَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ. اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ. (۱)

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا کہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہ جمیل (حسین) ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق سے اترنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے''۔ (۲)

یعنی جمال وخوبصورتی کو پسند کرنا اسے اختیار کرنا اور اس پر کاربند رہنا تکبر نہیں ہے۔

لہٰذا حق کا انکار کرنا، اسے قبول نہ کرنا یا اسے چھپانا یہود و نصاریٰ کی بری صفات ہیں۔ یہ بڑا خطرناک عمل ہے جو انسان کے لئے آخرت کے لحاظ سے نقصان کا باعث بنتا ہے، اس لیے علماء سلف مباحثوں اور مناظروں میں اپنی نیت کو آلائشوں سے خالص رکھنے پر توجہ دیتے تھے، اس بارے میں امام غزالیؒ اختلاف کے انواع و اطوار، مناظرے و بحث کی آفات کے بارے میں اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: ''حق کی تلاش میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا دین کے اصولوں میں سے ہے، لیکن اس کی کچھ شرطیں اور علامتیں ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ وہ حق کی طلب میں ایسے سرگرداں ہو جیسے گم شدہ چیز کی تلاش کرنے والا ہوتا ہے۔ جو یہ تمیز نہیں کرتا کہ وہ گمشدہ چیز اس کے اپنے ہاتھ سے ملتی ہے یا اس شخص کے ذریعے ملتی ہے جو اس کی معاونت کر رہا ہے۔ پھر اپنے ساتھی (مقابل) کو مددگار سمجھے نہ کہ مخالف اور جب وہ اس کی خطا پر اسے باخبر کردے اور اس کے لئے حق واضح کردے تو اس کا شکریہ ادا کرے۔ اسی نہج پر صحابہؓ کے مشورے و مباحثے ہوتے تھے یہاں تک کہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو سرعام اس وقت حق بات پر توجہ دلائی جبکہ وہ لوگوں کے عام مجمع میں خطبہ دے رہے تھے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: ''ایک عورت نے درست بات کہی جبکہ مرد نے غلطی کی''۔ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کوئی سوال پوچھا تو آپؓ کے جواب دینے پر اس شخص نے کہا: امیر المؤمنین یہ بات اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے تو انہوں (حضرت علیؓ) نے فرمایا: تو نے صحیح کہا اور میں غلطی پر تھا اور ہر علم والے پر علم والا ہے''۔ (۳)

---

(۱) مسلم: کتاب الایمان۔ (۲) ابن ماجہ۔ (۳) الاحیاء ۱/۴۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیت کا خالص ہونا

داعی کو جب تک اپنی نیت اللہ کے لئے خالص ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک دعوت کے لئے گفتگو کا آغاز نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گفتگو کے دوران اپنے ساتھیوں، دوستوں اور بحث کرنے والوں پر اپنی علمی برتری اور قابلیت کا اظہار تو مقصود نہیں ہے۔ اسی طرح خود پسندی اور تعریف وغیرہ سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے، اس لئے کہ ان باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و وقار بھی باقی نہیں رہتا بلکہ سب کا سب اکارت چلا جاتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اسے اپنے دل میں یہ بات بٹھا لینی چاہیے کہ وہ ایک داعی ہے جس کا کام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔ اس کے ساتھ اسے جس بات کا اہتمام کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے اجتناب کرے جو کسی لحاظ سے بھی اس کے کام میں فساد اور خرابی کا باعث بن سکتی ہے۔ ایک شخص نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ ہمیں تو بحث و مباحثہ کرنے سے روکتے ہیں جبکہ خود تو بحث کیا کرتے تھے۔ اس کے والد نے جواب دیا ''میرے بیٹے! ہم بحث کرتے تھے اور گویا ان کے سروں پر پرندہ (سکوت اور ہو کا عالم) ہوتا تھا کہ کہیں دوسرا فریق پھسل نہ جائے اور تم اس حال میں ڈرتے ہوئے بحث کرتے ہو کہ گویا تمہارے سر پر پرندہ ہے کہ اگر میں پھسل گیا تو میرا ساتھی غالب آ جائے گا''۔ اس عجیب واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ داعی کی نیت صرف اللہ کے لئے خالص اور صاف ہونی چاہئے۔

لہٰذا، داعی کے لئے ضروری ہے کہ کسی بھی شخص سے دعوتی گفتگو سے قبل اپنی نیت ٹٹول کر اس کی جانچ پڑتال کرلے، چنانچہ وہ اپنے نفس سے سوال کرے کہ کیا اس گفتگو اور بحث میں میری نیت خالص ہے؟ یا میں عام لوگوں کی طرح اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے یہ بات چیت کر رہا ہوں۔ پھر یہ کہ اگر میری نیت خالص ہے تو جو گفتگو میں کر رہا ہوں اس کا کوئی فائدہ اور اس میں کوئی مصلحت بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ بات کسی سوئے ہوئے فتنے کو از سر نو زندہ تو نہ کر دے گی؟ یا مسلمانوں میں کسی اختلافی مسئلے کا دروازہ تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کھول دے گی جو اس سے قبل بند تھا؟ اس لیے ضروری ہے کہ ایسے موقع پر ہم شیطان کے حیلوں سے آگاہ رہیں کیونکہ وہ ہمیں یہی باور کرائے گا کہ آپ تو اثباتِ حق کے لئے گفتگو کر رہے ہیں اور اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، پھر وہ آہستہ آہستہ انسان کو ایسی باتوں کی طرف دھکیل دیتا ہے، جن سے بجائے اثباتِ حق کے، اس کی اپنی خواہشاتِ نفس تقویت پکڑتی رہتی ہیں اور انسان ان کی اتباع کرتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چند آیات قرآنی پر غور کر لینا چاہیے اور احادیث نبویہ پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا. (۱)

''لوگوں کی اکثر خفیہ سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لئے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ. (۲)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو''۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہماری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پر ہمارا مواخذہ اور باز پرس ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا:

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ. (۳)

''لوگ اپنی زبانوں ہی کی وجہ سے اپنے چہروں کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے''۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلَىٰ أَمْرِ دِينِكَ. (۴)

---

(۱) النساء۴: ۱۱۴۔ (۲) ق ۵۰: ۱۸۔ (۳) ترمذی۔ (۴) احمد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دیر تک خاموشی اختیار کریں کیونکہ یہ شیطان کے بھگانے کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے دینی معاملات میں معاون ثابت ہوگی''۔

آپؐ نے فرمایا:

لَا يَسْتَقِيمُ إِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ. (۱)

''آدمی کا ایمان اس وقت تک محکم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل مستقیم نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک مستقیم (سیدھا) نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی زبان سیدھی نہ ہو''۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

مِنْ حُسْنِ إِيْمَانِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ. (۲)

''آدمی کے ایمان کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ بات کو چھوڑ دے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ شَيْءٌ أَحْوَجَ إِلٰى طُوْلِ سِجْنٍ مِنْ لِسَانِهِ. (۳)

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ زمین کی پشت پر کوئی چیز بھی زبان سے زیادہ طویل قید میں رکھنے کی محتاج نہیں''۔

ان ارشادات سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی زبان پر قابو ہونا چاہیے، اس لئے کہ اس کی ہر بات کا محاسبہ ہوگا، اسے اپنی نیت صاف اور خالص کر لینی چاہیے اور کسی گفتگو میں شامل ہونے سے قبل اسے اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لینا چاہیے۔

اس لیے اگر کبھی حق اور صحیح بات کسی دوسرے انسان کی زبان سے سنے تو اس پر خوش ہو کیونکہ کسی اور شخص نے صحیح فکر پیش کر دیا ہے، چاہے جس سے بھی اظہارِ حق ہو، اس میں افراد کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور نہ کسی شخص کی فصاحت و بلاغت اور قادر کلامی کا اعلان مقصود ہے۔

اس طرح اگر حاضرین میں سے کوئی شخص کوئی نظریہ یا رائے پیش کرتے تو داعی اس بات کو اپنی بات یا رائے بنا کر پیش کرنے سے احتراز کرے اگرچہ وہ اس کے دل کی بات ہی کیوں نہ ہو یا وہ خود اس گفتگو سے قبل اس قسم کی بات کرنا چاہتا ہو۔ یہ بات اچھی

---

(۱) مسند احمد۔ (۲) احمد۔ (۳) طبرانی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح جان لینی چاہیے کہ افکار ہماری ملکیت تو نہیں ہیں اور نہ ہی صحیح بات پر ہماری کوئی اجارہ داری ہے۔ یہ ہماری سعادت و خوش بختی ہے کہ صحیح نظریات و افکار ہماری جدوجہد کے بغیر نشر ہو رہے ہیں اگرچہ ان کی ابتداء کرنے والے ہم ہی ہیں۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اپنے ضمیر کے ساتھ ہمارے اخلاص اور سچائی کی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ طریقہ خیر کی محبت، وسعت نظری اور دوسروں کے ساتھ انصاف پر مبنی ہونے کی دلیل ہے۔ پھر یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہم نفس کی لذت کشی سے بری ہیں اور ہم صحیح فکر کے ساتھ مخلص ہیں، اس کی کامیابی سے خوش ہوتے ہیں۔

للٰہیت اور اخلاص کے ساتھ ساتھ اسلام کا داعی جو بات کہے اسے اس پر مکمل اعتماد ویقین ہونا چاہیے۔ اللہ کے ساتھ مخلص ہو اور اس کا ضمیر اس پر مطمئن ہو اور اس پر خود عمل پیرا بھی ہو، تاکہ قول وفعل میں یکسانیت رہے۔ دوسرے لوگ جب اسے اس اعلیٰ مقام پر پائیں گے اور اس کی شخصیت کو تضاد سے پاک دیکھیں گے تو وہ اس سے استفادہ کرنے کو سعادت خیال کریں گے۔ لیکن اگر اس کے قول وفعل میں تضاد ہوگا تو نہ صرف لوگ اس سے متنفر ہوں گے بلکہ اس طرح وہ اپنے نفس کو بھی دھوکہ دے گا اور خود دین کے لئے مضر ہوگا اور دوسروں کو دین سے روکنے کا باعث بنے گا۔

داعی کے لئے ایک ضروری اور اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر کبھی اس کے دل میں کجی، عناد اور بحث برائے بحث کی کیفیت پیدا ہو تو گفتگو کا سلسلہ فوراً حضور ﷺ کے اس ارشاد کی پیروی کرتے ہوئے ختم کر دینا چاہیے:

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ نَهَانِيْ عَنْهُ رَبِّيْ بَعْدَ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ الْمِرَاءُ. (۱)

”بتوں کی عبادت کے بعد سب سے پہلی چیز جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا وہ جھگڑنا ہے“۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

إِنِّيْ زَعِيْمٌ أَوْ كَفِيْلٌ بِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ وَبِبَيْتٍ فِيْ أَرْبَاضِهَا لِمَنْ تَرَكَهُ وَهُوَ مُبْطِلٌ. (۲)

”جس شخص نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑنے کو ترک کیا میں اسے جنت کے درمیان گھر کی ضمانت دیتا ہوں اور اس شخص کے لئے بھی جنت کے کنارے میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں کہ جس نے باطل پر ہوتے ہوئے جدل ومناظر سے اجتناب کیا“۔

(۱) البزاز والطبرانی۔ (۲) ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب موقع تلاش کرنا

داعی کو گفتگو کرنے سے پہلے اپنے گرد و پیش کے ماحول اور موقع اور محل پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے کہ کیا یہ موقع گفتگو اور بحث کے لئے مناسب بھی ہے یا نہیں؟ اس میں تین چیزوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مناسب جگہ، مناسب وقت اور مخاطب انسان کی استعداد:

جگہ: جس جگہ داعی بات کر رہا ہے کبھی یہ عام مجلس، کبھی کسی دوست کا گھر یا دفتر ہوسکتا ہے یا یہ موقع ہوائی جہاز یا گاڑی کے سفر کا ہوسکتا ہے یا ہوا خوری کا موقع ہوسکتا ہے۔ جگہ اور وہاں موجود افراد و ماحول کو پیشِ نظر رکھ کر بات کرنا ہی مفید اور مؤثر ہوتا ہے۔

وقت: جس وقت جس موضوع پر وہ بات کر رہا ہے اس کا بھی اسے خیال رکھنا چاہیے کہ رات ہوگئی ہے اور لوگ آرام کرنا چاہ رہے ہیں اور میں اب پہنچ رہا ہوں یا خود داعی نے تو پیٹ بھر کر کھانا کھالیا ہو لیکن لوگ ابھی بھوکے ہوں، یا یہ کسی ایسی جگہ پر ہے کہ لوگ سفر کی تیاری کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں لوگوں کے وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔

مخاطب انسان: سامعین کی استعداد کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، کیا مباحثہ کا موضوع ان کے معیار کے مطابق ہے یا یہ لوگ استعداد میں اس سے زیادہ یا کم ہیں؟ کیا ان میں کوئی شخص ایسا تو موجود نہیں ہے جو گفتگو میں مداخلت کر کے معاملہ بگاڑ دے گا اور اس کے فائدے کا امکان ختم کر دے گا؟

اگر مذکورہ بالا تینوں حالتیں اس کے سامنے ہوں اور وہ انہیں سمجھنے میں کامیاب ہوگیا ہے تو اب اسے خالص نیت کے ساتھ گفتگو کی ابتداء کر دینی چاہیے۔ بصورت دیگر اس کا خاموش رہنا اور انتظار کرنا مناسب رہے گا۔ نیز جو بات وہ کرنا چاہتا ہے پہلے اسے خود اس کے بارے میں بہترین معلومات حاصل کر لینی چاہیے کیونکہ جو بات خاص لوگوں کے سامنے کی جاسکتی ہے وہ عام لوگوں کے سامنے نہیں کی جاسکتی اور ہر بات کو ہر جگہ یکساں قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ایک شہر کے لوگ جس بات کو قبول کرتے ہیں اور اسے دوسرے شہر کے لوگ رد کر دیتے ہیں۔ ایک قدیم کہاوت ہے ''ہر معلوم بات ہر جگہ نہیں کہی جاسکتی اور ہر جگہ کے لئے الگ بات ہوتی ہے''۔ یہ دو ایسی قیمتی اور حکمت کی باتیں ہیں کہ گفتگو کرنے والے ہر دانا کے سامنے رہنی چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع کا علم ہونا

جب تک داعی کو کسی موضوع کے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل نہ ہوں تو اسے اس موضوع پر بات نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح جب تک اسے کسی نظریہ کے بارے میں پوری طرح اطمینان نہ ہو اس وقت تک اس کا دفاع نہیں کرنا چاہیے ورنہ ''آ بیل مجھے مار'' والی صورتحال ہوگی کہ خواہ مخواہ انسان اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کر دے۔ پھر یہ اس نظریئے سے بھی جس کا آپ پروپیگنڈہ اور دفاع کر رہے ہیں خیر خواہی نہیں ہے کیونکہ عام لوگ نظریات کو شخصیات کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی بات پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بات حق ہے اور اگر کوئی صحیح طریقے سے پیش کرنے میں ناکام رہتا ہے تو لوگ اس کو نظریئے کی ناکامی پر محمول کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ غلط اور باطل ہے۔ داعی کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذہن میں رکھنا چاہیے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا. (۱)

''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے''۔

لہٰذا جس موضوع کے بارے میں آپ بات کرنا چاہتے ہیں، پہلے اس کی اچھی طرح تیاری کر لیں کیونکہ عمدگی سے کام سرانجام دینا مؤمن کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جو کام بھی مومن بندہ کرے بہترین طریقے سے کرے اور داعی کا پہلا ہدف بہترین تیاری ہونا چاہیے۔ مقصد کے حصول میں عمدہ گفتگو معاون ہوتی ہے۔ اس لیے اسے اچھے طریقے سے پیش کرنا چاہیے، تب ہی لوگ پوری توجہ سے اس کی بات سنیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی بھی کام میں پختگی اور عمدگی نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے بلکہ اس سے خود متکلم کی ذات بھی دوسرے لوگوں کی نظر میں قدر و منزلت

---

(۱) الاسراء ۱۷:۳٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور احترام کی مستحق بنتی ہے۔

اسی طرح داعی کو ہر بات باریک بینی کے ساتھ کرنی چاہیے۔ الفاظ وکلمات نپے تلے ہونے چاہئیں، کیونکہ عدم احتیاط کی صورت میں اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل سکتی ہے جو مصلحت کے بجائے فساد کا سبب بن جائے گی۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ نصیحت داعی کے پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں: گفتگو کی تین حالتیں ہیں۔ ایسی بات جس سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہو اس کا کہنا ضروری ہے، ایسی بات جس سے غلطی ظاہر ہوتی ہو اس پر خاموش رہنا لازم ہے اور ایسی بات جس کے دونوں پہلو برابر ہوں تو بھی خاموشی لازم ہے۔ اس لیے کہ اس سے بات اچھے پہلو سے خراب پہلو کی طرف جاسکتی ہے''۔

قرآن کریم نے دعوت کے باب میں یقین، علم، ٹھوس دلائل اور گہری بصیرت کے اصول بیان کیے ہیں، جن کی پیروی کی جانی چاہیے، کیونکہ اس باب میں ظن اور گمان کافی نہیں ہے جس سے نہ علم کا فائدہ ہے اور نہ راہِ حق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے جس بصیرت کا ذکر کیا ہے وہ ہمیشہ انسان کو ایسی بات کہنے سے منع کرتی ہے جس کے بارے میں اسے مکمل علم نہ ہو۔ ایک صاحبِ بصیرت داعی موضوع کا مطالعہ کیے بغیر کسی سے مباحثہ نہیں کیا کرتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (۱)

''تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں''۔

گفتگو کے لئے موضوع کا تعین اور اس کے متعلق پوری معلومات اور اس کی تفصیلات سے واقفیت حاصل کرنا اور اس کے تائیدی دلائل و براہین سے مسلح ہونا کامیاب داعی کے مضبوط ہتھیار ہیں جو اسے ٹھوس بنیاد فراہم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ جم کر اپنی بات پیش کرتا ہے اور اس راہ میں ٹھوکریں کھانے سے بچ جاتا ہے۔ کسی جاننے والے

---

(۱) یوسف ۱۲: ۱۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عالم) کے سامنے اعتراض کرنے، اسے غلط قرار دینے اور چیلنج کرنے، گفتگو اور بحث کرنے کا حق کسی ان جان کو نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یہ بات سرے سے ہی ناقابلِ قبول ہے اور جو شخص نہیں جانتا اس کے لئے کسی صاحبِ علم کو چیلنج کرنا صحیح نہیں۔ اللہ رحم کرے اس شخص پر جو اپنے نفس کی قدر جانتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ موضوع پر بات کرنے کے لئے اس کی تمام ممکنہ صورتوں کا جائزہ لینا چاہیے، تمام احتمالات اور اسباب کو ذہن میں ملحوظ رکھنا چاہیے، گرد و پیش کا ماحول، علوم و فنون کے ادوار، انسانی طبیعتوں کی نفسیات و جذبات پر گہری نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔ جو شخص جتنے سلیقے سے اپنی معلومات اور اپنے افکار لوگوں تک پہنچائے گا اتنا ہی لوگ اسے توجہ سے سنیں گے۔ اسی طرح دورانِ تقریر قرآنی آیات اور اس کی مختلف تفاسیر اور اسباب نزول داعی کی نظر میں ہونے چاہئیں اور آیات سے متعلقہ احکام کا فقہی علم بھی اسے ہونا چاہیے، پھر احادیث نبوی کا بھی اسے اپنی تقریر میں ذکر کرنا چاہیے اور معتمد کتب احادیث کے حوالوں سے ان کی مختلف شروح کا تذکرہ کرنا چاہیے۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے گفتگو کرنے والے کا موقف مضبوط ہوگا اور وہ حاضرین کو اپنی بات پر قائل کر سکے گا۔

ایک اور اہم بات جس کی طرف گفتگو کرنے والے فرد کو اپنی توجہ بہرحال مرکوز رکھنی چاہیے وہ یہ کہ اپنی ذات اور اپنے نظریات کے ساتھ مخلص ہو اور حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان لوگوں میں اس کا شمار نہ ہو جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے:

لَا تَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَآءَ وَ تُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَآءَ وَ لِتَصْرِفُوْا بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْكُمْ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَهُوَ فِي النَّارِ. (۱)

''تم اس لیے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعے علماء پر فخر کرسکو اور بے وقوفوں کے ساتھ مناظرے کرتے پھرو اور اس سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو پس جس آدمی نے بھی ایسا کیا وہ جہنم میں جائے گا''۔

---

(۱) الترمذی وابنِ ماجہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب لوگوں کا یکساں نہ ہونا

سب لوگ عقل، فہم اور طرزِ زندگی کے معیار میں یکساں نہیں ہوتے، جو دلائل زید کے لئے مفید ہیں وہ ضروری نہیں کہ عمرو کے لئے بھی مفید ہوں۔ بحث و مباحثہ اور گفتگو کا جو طریقہ زید قبول کرے گا، ضروری نہیں کہ اسے عمرو بھی قبول کرلے۔ سمجھدار داعی کو یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ وہ کس سے گفتگو کررہا ہے، اسے یہ خیال بھی دامن گیر رہنا چاہیے کہ کون سا اسلوب اور کون سا پیرایۂ بیان بہتر ہے۔

لہٰذا داعی کے لئے لازم ہے کہ وہ مدِ مقابل کی علمی حیثیت اور قوت فہم کو ملحوظ رکھے، کیونکہ ایک طالب علم کے ساتھ جو طرزِ خطاب روا رکھا جاسکتا ہے وہ ایک عالم کے ساتھ نہیں رکھا جاسکتا۔ بڑی عمر کے آدمی اور چھوٹے بچے کے مابین گفتگو کا انداز جدا جدا ہوگا، نیز داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ گفتگو کرنے سے قبل مخاطب یا سامع کے متعلق یہ فرض نہ کرلے کہ وہ بڑا ذہین ہے، پھر اس بنیاد پر اس سے ایسی گفتگو کرے کہ وہ سمجھ نہ پائے، یا اسے غبی سمجھ کر غیر ضروری تشریح و تفصیل بیان کرے جس سے مخاطب اکتا جائے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ داعی خود خطا پر ہو اور مخاطب کی بات درست ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل، فہم اور علم میں دوسری تمام مخلوق سے ممتاز تو نہیں کیا ہے۔

دوسرے شخص کو سمجھنے کا ایک کارآمد گُر یہ ہے کہ آپ اس سے مختلف سوالات اس طرح پوچھیں کہ وہ یہ محسوس کرے کہ گویا آپ اس کے کام پر کسی قدر مطمئن ہیں اور اس کے دکھ سکھ میں بھی شریک ہیں۔ اس طریقے سے آپ اس سے الجھے بغیر اس سے قریب ہوجائیں گے مثلاً داعی ایک آدمی سے پہلی مرتبہ ملاقات کرتا ہے اور اس سے جدید تمدن اور جدید اکتشافات پر بات چھڑ جاتی ہے اور داعی کو اس پر مخاطب کے موقف و مدعا کا اندازہ نہیں ہوتا۔ داعی کہتا ہے کہ جدید ایجادات کے معاملہ میں اس سے حاصل ہونے والے نتائج یا اس سے پہنچنے والے نقصانات کا اندازہ لگانا اور صحیح فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے۔ اس نے ہمیں ایک طرف بہت کچھ دیا ہے اور دوسری طرف سے بہت کچھ چھین بھی لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس نے ہمارے جسموں کو راحت دی، نئے نئے وسائل، طبی ترقی، نظافت اور مواصلات کے ترقی یافتہ رابطے عطا کیے، لیکن ہم سے دلی اطمینان، پاکیزگی نفس اور زندگی سے فراغت چھین لی ہے۔ آپ اس دنیا کی ترقی و انقلاب میں کامیابی دیکھ رہے ہیں یا ناکامی؟ اور یہ سودا نفع بخش ہے یا نقصان دہ ہے؟ یہ طریقہ گفتگو غیر جانبداری کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پیش آمدہ مسئلے میں وہ چاہتا ہے کہ دوسرے فریق سے ایسی باتیں سنے جو اس کو اپنا موقف متعین کرنے میں مدد دے۔

اس طرح کی گفتگو کرنے کے لئے تمہید باندھنا اور مخاطب کے دل میں نرمی سے گھر کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک نہایت اہم بات یہ بھی ہے کہ مخالف کا اندازِ گفتگو، اس کی رائے اور اس کا نقطہ نظر معلوم ہو جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو میں خود کو ترجیح نہ دینا

داعی کو خصوصاً اور ہر گفتگو کرنے والے کو عموماً چاہیے کہ وہ اپنی بات ہی نہ کہتا رہے کہ دوسرے کو بات کرنا کا موقع ہی نہ دے۔ گفتگو اس قدر طویل نہ ہو کہ وہ ذوق اور وقار کی حدود سے آگے نکل جائے کیونکہ گفتگو میں کثرت کی مثال کثرت طعام کی سی ہے اور یہ دونوں باتیں نقصان دہ ہوتی ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ دورانِ کلام وقت کا لحاظ رکھے، نیز جب وہ کسی کانفرنس میں ہو اور اسے چند منٹ دیئے جائیں تو اس کی پابندی کرے اور اگر ایسی محفل ہو کہ جس میں تحدید وقت کا مسئلہ نہ ہو تو داعی اپنے موقف کے مطابق وقت کا تعین خود کرلے۔ اگر یہ گفتگو صبح نماز کے بعد مسجد میں ہو تو اس موقع پر چند منٹ سے زیادہ بات نہ کرے کیونکہ لوگوں کو اپنے اپنے کام کرنے یا نیند پوری کرنی ہوتی ہے۔ ہاں اگر کبھی باغ یا تفریح کے مقام پر موقع میسر آجائے اور فراغت ہو تو چونکہ وہاں لوگ تفریح کے لئے گئے ہوتے ہیں لہٰذا گفتگو طویل بھی ہوسکتی ہے۔

ایک پرانی ضرب المثل ہے ''اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک زبان دی ہے اور دو کان بخشے ہیں تاکہ وہ بولے کم اور سنے زیادہ''۔

طویل تقریریں خطباء، داعیوں اور گفتگو کرنے والوں کے لئے آفت سے کم درجہ نہیں رکھتیں، اور ان کا نقصان ان کے دعوتی نفع سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ عام طور پر طویل خطبات کی وجوہ مندرجہ ذیل ہوا کرتی ہیں:

۱- خود پسندی اور یہ خیال کہ اس کا علم لوگوں کے لئے نیا ہے۔

۲- شہرت اور تعریف کی چاہت۔

۳- علم، وقت اور موقف کی حیثیت سے سامع کے حالات سے غفلت اور بے خبری۔

جب داعی ان تین امور کو اچھی طرح یاد رکھے اور ان سے اجتناب کرے تو اسے دو اور چیزوں کی طرف بھی اپنی گفتگو میں توجہ دینی ضروری ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- سامع عام طور پر گفتگو کو ۱۵ منٹ سے زیادہ توجہ اور انہماک سے نہیں سن سکتا، اس کے بعد اسے تھکاوٹ اور بے زاری ہونے لگتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ استراحت کرے، کسی دوسرے کی بات سنے یا کوئی اور کام کرے۔

۲- لوگوں کو اکثر حالات میں دینی سلسلے میں ہونے والی گفتگو کا عام اندازہ پہلے سے ہوتا ہے۔ خاص طور پر جبکہ ان کی عمر تیس سال سے زیادہ ہو کیونکہ وہ کئی مرتبہ ایسی باتیں مدارس، مساجد میں سن چکے ہوتے ہیں، اور کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں تو یہ گفتگو سامعین پر بوجھل بن جاتی ہے۔(۱)

---

(۱) کیف ندعو الناس، عبدالبدیع صقر، صفحہ ۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور سے سننا

اچھی گفتگو کرنے والا انسان اچھا سننے والا بھی ہوتا ہے، لہٰذا آپ کو اچھا سننے والا بننا چاہئے۔ آپ جس سے گفتگو کر رہے ہیں اس کی بات درمیان میں نہ کاٹیں بلکہ آپ دوسرے کی بات اسی طرح غور سے سنیں جس طرح آپ خود چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کی بات سنیں۔ بہت سے لوگ جن افراد سے پہلی مرتبہ ملتے ہیں تو وہ ان پر اچھا تاثر قائم کرنے میں اس لئے ناکام رہتے ہیں کہ ان کی بات توجہ سے نہیں سنتے، یہ لوگ اپنی فکری صلاحیتیں اس بات پر صرف کرتے ہیں کہ اپنے سننے والوں سے کیا کہنا ہے، پھر جب سننے والا بولنا شروع کرتا ہے تو اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ اچھا سننے والے کو اچھا بولنے والے شخص پر ترجیح دیتے ہیں۔

ڈیل کارینگی اپنی ایک مثالی کتاب ''تم دوست کس طرح بناؤ اور لوگوں پر اپنا اثر کس طرح ڈالو''۔ میں کہتا ہوں ''اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے دور بھاگیں اور جب تم ان کے پاس سے اٹھو تو وہ تمہارا مذاق اڑائیں تو یہ وصف اختیار کرو: ☆کسی کو بات کرنے کا موقع مت دو، ☆بغیر رکے بولے چلے جاؤ اور ☆جب کوئی خیال تمہارے دل میں آئے تو خواہ دوسرا آدمی بات کر رہا ہو تو اس کی بات پوری ہونے کا انتظار نہ کرو کیونکہ وہ تمہاری طرح ذہین تو ہے نہیں سو اس کی بے تکی بات سننے میں وقت کیوں ضائع کرو؟ بس اس کی بات درمیان میں کاٹ کر اپنی بات شروع کردو اور اس پر گفتگو کے درمیان اعتراض جڑ دو''۔(۱)

کسی عربی شاعر نے بہت پہلے کہا تھا:

مَنْ لِيْ بِاِنْسَانٍ اِذَا خَاصَمْتُهٗ وَجَهِلْتُ كَانَ الْحِلْمُ جَوَابَهٗ

''مجھے ایسے انسان کی تلاش ہے کہ جب میں اس کے ساتھ جہالت کے ساتھ جھگڑا کروں تو اس کے جواب میں بربادی اس کا شیوہ ہو''۔

وَاِذَا صَوَّتَ اِلَى الْمَدَامِ شَرِبْتُ مِنْ اَخْلَاقِهٖ وَسَكِرْتُ مِنْ آدَابِهٖ

''جب وہ شراب نوشی کے لئے آواز لگائے تو میں اس کے اخلاق میں سے نوش

---

(۱) ص، ۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں اور اس کے آداب سے نشہ حاصل کروں"۔

وَ تَرَاهُ يُصْغِيْ لِلْحَدِيْثِ سَمْعَهٗ وَ بِقَلْبِهٖ وَ لَعَلَّهٗ اَدْرٰى بِهٖ

"اورتم اسے دیکھو گے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر تمہاری بات سن رہا ہے اور شاید تم سے بھی زیادہ اس بات کو جانتا ہے"۔

اِنَّ بَعْضَ الْقَوْلِ فَنٌّ فَاجْعَلِ الْاِصْغَاءَ فَنًّا

"بلا شبہ بعض باتیں فن ہوتی ہیں سو تم سننے کا فن اپناؤ"۔

بعض اوقات ایسا موقع پیش آئے گا کہ تمہیں گفتگو کرنے والے دوسرے فریق کی بات سننی پڑے گی حالانکہ اس کے کلام میں ایسی بات ہوسکتی ہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے یعنی اضافہ، وضاحت یا تصحیح کرنا۔ ایسے موقعہ پر بہتر ہوگا کہ تمہارے سامنے قلم و کاغذ موجود ہو جس پر تم جس بات کو لکھنا چاہو لکھ لو تا کہ جب بات کرنے کی تمہاری باری آئے تو جو باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ بیان کرو۔ اس طریقے سے جو بات تم کہنا چاہتے ہو وہ نہیں چھوٹے گی، مربوط گفتگو کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اس سے دوسرے لوگوں کے افکار وخیالات کی لڑی نہیں ٹوٹے گی اور وہ تم سے بے زار نہیں ہوں گے۔

ابن المقفع کہتے ہیں:

"اچھے طریقے سے سننا اسی طرح سیکھو جس طرح اچھے انداز سے بولنا سیکھتے ہو اور اچھے طریقے سے سننے کا مفہوم یہ ہے کہ متکلم کو اپنی بات پوری کرنے کا موقع دیا جائے' اسی طرح اس کا جواب دینے کی طرف توجہ کم دینا اور اس کی طرف منہ نہ کرنا اور اس کی طرف گھور کر دیکھنا وغیرہ وہ باتیں ہیں جو نامناسب ہیں۔ پھر وہ جو بات کہے اسے یاد رکھنا بھی اچھا سننے میں شامل ہے۔

حسن بن علی نے اپنے بیٹے کو ادب سکھاتے ہوئے وصیت کی "میرے بیٹے جب علماء کے پاس بیٹھو تو بولنے سے زیادہ سننے کو اہمیت دو، غور سے ایسے سننا سیکھو جیسے اچھی طرح بولنا سیکھتے ہو۔ اور کسی کی بات چاہے لمبی کیوں نہ ہو، درمیان میں نہ کاٹو یہاں تک کہ وہ خود خاموش ہو جائے"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذات پر نظر رکھنا

جب آپ گفتگو کر رہے ہوں یا بحث کر رہے ہوں تو اپنی ذات پر نظر رکھیں اور چند باتوں کا دھیان ضرور رکھیں:

الف- آواز معتدل رکھنا

آپ کی آواز بلند تو نہیں ہو رہی ہے؟ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی وہ یاد رکھیں:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ. (۱)

''اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست رکھو، سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی ہے''۔

(ب) اپنی ذات پر نظر رکھنا

اپنی ذات پر توجہ دیں۔ کیا آپ اپنے علم کی وجہ سے کسی بڑائی اور تکبر میں تو مبتلا نہیں ہو رہے ہیں؟ بڑائی آپ کے چہرے کے تاثرات سے یا اندازِ گفتگو سے یا ہاتھ کے اشاروں سے ظاہر تو نہیں ہو رہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اپنے طریقے کو فوراً بدل دیں اور کوئی نامناسب بات سرزد ہو جائے تو معذرت کر لیں اور اپنے جذبات کے تابع نہ ہو جائیں کہ جس کی وجہ سے آپ گفتگو کرنے والے کے بجائے مناظرہ کرنے والے بن جائیں۔ گفتگو کے دوران اپنی بات یا دوسرے کی بات بار بار نہ دہرائیں اس لیے کہ لوگ تکرار سے اکتا جاتے ہیں۔

گفتگوؤں اور مباحثوں کے دوران اکثر لوگ اپنی توجہ فریقِ مقابل پر مرکوز کر دیتے ہیں تاکہ اسے پہچانیں، اس کی دلیل سنیں، اس کا احاطہ کریں اور اس کا رد کریں لیکن وہ اپنی ذات کی نگرانی سے غافل رہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اپنی ذات پر بھی نظر رکھیں، اس

(۱) لقمان ۳۱:۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اپنے جذبات، زبان اور آواز پر قابو رکھیں اور جواب دینے یا سوال کرنے کے اپنے طریقے کا خیال رکھیں۔ گفتگو کے دوران انسان کے منہ سے کبھی نامناسب بات، یا تیز و تند عبارت نکل جاتی ہے، یا ایسا جملہ زبان سے نکلتا ہے جس میں اپنی استادی کا اشارہ اور اپنے آپ کو بڑا عالم کہنے کا اظہار ہوتا ہے یا کوئی اور ایسی بات ہوتی ہے جس سے گفتگو میں بڑے پن کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

لہٰذا سمجھدار گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ اپنی ذات کی اس طرح کڑی نگرانی کرے جس طرح اور جس چستی سے وہ دوسروں کی تاکید کرتا ہے۔ نیز اسے ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ جس قدر وہ اپنے جذبات، اپنی زبان، اپنی آواز اور ادائیگی کے طریقے پر قادر ہوگا اتنا ہی دوسروں کے احترام کا مستحق ہوگا۔ یہ وہ اہم باتیں ہیں جس کا اسے ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو حق کا متلاشی ہے، وہ اپنے لئے صحیح بات تلاش کرتا ہے اور دوسروں کے لئے ہدایت چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو خیالات کے سمندر میں گم نہ کردے کہ ان ہی میں ڈوب کر رہ جائے اور نہ سوچ بچار سے اتنا غافل ہو کہ گفتگو کی ضرورت اور مناسبت ہی کو نہ سمجھ سکے۔

(ج) ضبطِ نفس اور دیانت

اس بات کا خیال رکھیں کہ گفتگو میں ضبطِ نفس اور علمی دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، بعض لوگوں کا مقصود حقیقت تک پہنچنا نہیں ہوتا، وہ ناحق طریقے سے جھگڑتے رہتے ہیں، انہوں نے مناظرے اور جھگڑے کو پیشہ بنایا ہوا ہوتا ہے، اپنی باتوں میں خوفِ خدا نہیں رکھتے، اور نہ ہی گمراہ افکار سے بچتے ہیں۔ یہ لوگ بعض اوقات خواہ مخواہ جھوٹ بول دیتے ہیں تاکہ جن علماء، مفکرین، داعی حضرات اور اصول پرست لوگوں سے مناظرہ کررہے ہیں انہیں تکلیف پہنچائیں اور زچ کریں۔

نفس پر قابو پانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کام کے لئے تحمل اور حوصلے کو بڑھانے کی ضرورت ہے، اس میں سب سے زیادہ کامیاب طریقہ، نفس سے تنہائی میں اطمینان وسکون کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔ جبکہ یہ مناظرے کے ماحول سے دور ہو، کیونکہ ایسے ماحول میں یہ اپنے حدود سے نکل جاتا ہے جس میں ان کی ذات کے لئے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکلیف ہے اور اس موقف کا بھی نقصان ہے جو یہ اختیار کرتا ہے۔ اس لیے نفس کو سکون میں رکھیں اور خوش خلق رہیں اور اگر ہو سکے تو مسکرائیں بھی۔

(د) غور کا وقفہ

کوشش کریں کہ آپ کی بات میں چند وقفے ایسے شامل ہوں جن میں آپ اپنے نفس کی طرف رجوع کریں اور اس سے پوچھیں: آپ نے جن افکار کو اختیار کیا ہے کیا ان پر قائم ہیں؟ کیا آپ کو بحث نے اعتدال کی راہ سے ہٹا تو نہیں دیا؟ اور کیا یہ زیادہ بہتر ہے کہ آپ اسی طریقے پر گفتگو جاری رکھیں یا زیادہ بہتر یہ ہے کہ گفتگو میں جذباتیت والے اپنے طریقے کو بدل دیں۔

(ھ) تحمل اختیار کرنا

گفتگو کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ بات سمجھنے کے لئے تحمل سے غور وفکر کرے اور فیصلے میں جلد بازی سے پرہیز کرے، لیکن اگر وہ کوئی معنیٰ سمجھنے سے قاصر رہے، یا کوئی بات ذہن سے نکل جائے تو اسے دوبارہ دہرانے کے لئے کہنے میں شرمندگی محسوس نہ کرے اور مقصد معلوم کرکے اطمینان حاصل کرے اور پھر تنقید کی طرف توجہ دے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے ایک شاگرد سے کہا (اللہ تمہیں نیک کرے) تم جلد باز ہرگز نہ بنو اور فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرو۔ اگر تمہارے اندر خیر خواہی ہے تو جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں ان میں سے جو بات نہ سمجھ سکو تو اس کی تفصیل وتفسیر معلوم کرو۔ اس لیے کہ بعض باتیں انسان سنتا ہے تو وہ اسے نامناسب معلوم ہوتی ہیں پھر جب اس کی تفسیر معلوم ہو جاتی ہے تو وہ اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اور تم اس شخص کی طرح ہرگز نہ بنو جو ایک بات سنتا ہے پھر اسے دہراتا ہے پھر اسے عیب چینی کے لئے غنیمت جانتا ہے اور لوگوں میں پھیلا دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ شاید اس کی اور تفسیر ہو اور دوسرے معنیٰ ہوں جو میں نہیں جانتا، لہٰذا کیوں نہ میں اپنے ساتھی سے اس کی تفسیر معلوم کرلوں؟ یا یہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ کلمہ اس کی زبان پر بے ساختہ آ گیا ہو اور اسے خیال ہی نہ رہا ہو، چنانچہ میرے لئے مناسب یہ ہے کہ میں اس کی تحقیق کرلوں اور میں اپنے ساتھی کو خوار نہ کروں اور نہ اس کی تعریف کروں یہاں تک کہ میں اس کے کلام کی وجہ معلوم کرلوں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و) موضوع پر قائم رہنا

احتیاط کے لازمی تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ اس موقف کے ارد گرد رہیں جس کو آپ بیان کر رہے ہیں اور کسی غیر ضروری بات کو نہ لیں اور نہ ہی بلا ضرورت کوئی جوش دلائیں۔

ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں: ''یہ بات ادب اور تہذیب کے خلاف ہے کہ جو شخص آپ سے نہ پوچھے اسے جواب دیں، یا آپ اس سے پوچھیں جو آپ کو جواب نہ دے یا اس شخص سے گفتگو کریں جو آپ کی بات سننے کے لئے خاموشی اختیار نہ کرے''۔

اچھا سلیقہ اور کامل ادب وہ ہے جس کی طرف ابراہیم بن ادھم نے اشارہ کیا ہے:

''مجلس میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ تم بات اس وقت کرو جب تمہیں کہا جائے، گفتگو کے وقت کسی مسئلے پر لغزش کے ڈر کی وجہ سے سوال بقدر ضرورت و حاجت ہونا چاہیے، جب آپ کو کسی فیصلے کا حکم دیا جائے تو فیصلہ کریں، جب آپ سے سوال کیا جائے تو وضاحت کریں، اور جب آپ سے گفتگو کی طلب کی جائے تو اچھے طریقے سے بات کریں، اور جب آپ کو کوئی خبر سنائی جائے تو اس کی تحقیق کر لیں اور زیادہ باتیں کرنے اور بات کو خلط ملط کرنے سے بچیں، کیونکہ جس کی باتیں زیادہ ہوں گی اس کی لغزشیں بھی زیادہ ہوں گی''۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

قَدْ يُدْرِكُ الْمُتَأَنِّيْ بَعْضَ حَاجَتِهٖ وَقَدْ يَكُوْنُ مَعَ الْمُسْتَعْجِلِ الزَّلَلُ

''صبر و انتظار کرنے والا بعض اوقات اپنی حاجت پالیتا ہے اور جلد بازی کرنے والے کو ٹھوکریں کھانی پڑتیں ہیں''۔

بیان کی اہمیت محسوس کرنا

اپنی بات کو صحیح طور پر بیان کرنے کی قوت، زبان کی فصاحت اور حسن بیان عمدہ مباحثے اور کامیاب گفتگو کے ارکان میں سے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ کتنی صحیح اور سچی باتیں ایسی ہیں جو اچھی طرح اظہار نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں اور کتنی ہی غلط باتیں اس لیے غالب آ جاتی ہیں کہ ان کو پیش کرنے والا فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ امیر الشعراء احمد شوقی اپنے قصائد خود نہیں سنایا کرتے تھے اس لیے کہ وہ عمدہ طریقے سے بیان نہیں کر سکتے تھے، انہیں اندیشہ تھا کہ اگر وہ خود قصیدہ سنائے گا تو ان کے کلام کے حسن میں کمی آ جائے گی۔

لہٰذا اچھی گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ ممکن حد تک اپنی زبان و بیان میں سلیقہ اور عمدگی پیدا کرے، اس لیے کہ وہ با سلیقہ اور عمدہ کلام جو خطا سے خالی ہو، جس میں حروف و کلمات صحیح تلفظ کے ساتھ ادا ہوں، باضابطہ، آہستگی اور ترتیب و تسلسل سے بیان ہو، وہ سننے اور سمجھنے والے پر بہت اچھا تاثر چھوڑتا ہے اور بات کہنے والے کا اس لیے احترام کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی بات بیان کرنے میں قادر الکلام اور فصیح و بلیغ ہے۔

مذکورہ بالا خصائص کے ساتھ ساتھ کوئی دلچسپ اور لطیف بات بیان کرنا اور مزاح پیدا کرنا، یا چونکا دینے والی بات بیان کرنا، یا مناسب دلیل لانا، یا دلپسند بات کہنا اور اس کے ساتھ ہی فی البدیہہ اور حاضر جوابی کے لئے مناسب موقع کو استعمال کرنا ان اہم صلاحیتوں میں سے ہیں جن کی ایک عقل مند، کامیاب مقرر اور متکلم کو ضرورت ہے۔

یہاں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا ایک پہلو بیان کرنا مناسب ہوگا، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے پاس جانے اور اسے خدائے واحد و قہار کی عبادت کی دعوت دینے کی ذمہ داری سونپی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وہ تمام صفات طلب کیں جو اس مشکل اور بڑی مہم کے لئے ضروری معاون ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ وہ اس کی زبان کی گرہ کھول دے، اور اسے فصاحت و بیان کی قوت عطا کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے کہا:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. (۱)

''اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھیں''۔

نامانوس اور مشکل الفاظ کو اپنی گفتگو میں استعمال کرنا، بلاغت و فصاحت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ اکرم ﷺ کو کیا خوب عمدہ نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. (۲)

''اور میں اپنی (باتوں اور کاموں میں) تصنع کرنے والا نہیں''۔

اور آپ ﷺ کی یہ حدیث بھی کیا خوب ہے۔ آپ نے فرمایا:

---

(۱) سورہ طہ ۲۰: ۲۷۔ (۲) سورہ ص ۳۸: ۸۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ. (۱)

''اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو بات کرنے میں بناوٹ سے کام لیتے ہیں، چیختے ہیں اور مصنوعی آوازوں سے رعب بٹھاتے ہیں''۔

الثــرثــارون: وہ لوگ ہیں جو زیادہ باتیں کرنے کے لئے تکلف سے کام لیتے ہیں۔

الــمتشـــدقــون: وہ لوگ ہیں جو منہ پھاڑ کر باتیں کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی بے عزتی کریں۔

المتفیھقون: وہ لوگ ہیں جو منہ بنا کر مصنوعی آوازوں سے دوسروں پر رعب بٹھاتے ہیں۔

اس طرح کلام کی روانی، عبارتوں کا واضح ہونا اور آسان و مانوس الفاظ کا استعمال کرنا مشکل گفتگو کو آسان بنا دیتا ہے اور الجھی ہوئی بات کو سمجھنے میں معاون ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات اشارہ عبارت کی جگہ لے لیتا ہے اور ایسی غلطیوں کی بالواسطہ اصلاح کر دیتا ہے جو دوسرے لوگوں سے واقع ہوتی ہیں اور لوگ اپنی غلطی بغیر کسی جھجھک کے محسوس کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضور ﷺ کے نواسوں کا ایک واقعہ بیان کرنا مفید ہوگا۔ ''حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے ایک آدمی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جو صحیح طریقے سے وضو نہیں کر رہا تھا۔ ان دونوں کو شرم محسوس ہوئی کہ اپنے سے بڑے کو رُو دَر رُو اس بات پر متنبہ کریں، چنانچہ وہ آپس میں مشورہ کر کے اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہم دونوں بھائیوں کا وضو کرنے میں اختلاف ہو گیا ہے اب آپ فیصلہ کریں کہ ہم دونوں میں سے کس کا وضو بہترین ہے۔ چنانچہ انہوں نے وضو کرنا شروع کیا اور وہ غور سے دیکھنے لگا۔ آخر اس نے محسوس کیا کہ وہ ان جیسا وضو نہیں کر سکتا''۔ بیان سے بھی یہی مراد ہے کہ مخاطب تک بات حکمت سے پہنچے۔

---

(۱) احمد و ترمذی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثالیں دینا

کامیاب اور عمدہ گفتگو کرنے والے شخص کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ عمدہ اور بہترین مثالیں دے کر اپنی بات سمجھاتا ہے۔ یہ مثالیں یا تو اپنا نقطہ نظر سننے والے کو ذہن نشین کرانے اور اس کی تفصیل سمجھانے کا ذریعہ بنتی ہیں یا اس نظریے پر اسے مطمئن کرنے کا وسیلہ ہوتی ہیں۔ اچھی مثالیں بڑے عالم کے لئے بھی ایسی ہی مفید ہیں جیسی کم علم والے کے لئے ہیں۔ اس لیے کہ یہ چھوٹے اور بڑے تمام افراد کے لئے مؤثر ہوتی ہیں۔
امام غزالیؒ نے بھونڈے طریقے اور اکھڑ پنے سے امر بالمعروف کرنے والے شخص کی مثال اس طرح دی ہے کہ جیسے وہ خون کی گندگی کو پیشاب سے دھو رہا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ طریقہ فی نفسہ بُرے ہے اور اس بُرا سے بھی بُرا ہے جس سے وہ روک رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اس فعل کو پیشاب سے تشبیہ دی اور مدِ مقابل کے فعل کو خون سے تشبیہ دی ہے۔ یہ دونوں نجس ہیں لیکن پیشاب کی نجاست خون سے زیادہ ہے۔

بہترین مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جو کسی عالم نے خالق کی عظمت اور اس کی قدرت کو بیان کرتے ہوئے دی ہے۔ اس نے کہا دیکھئے یہ توت کا پتہ ہے جس کا رنگ ایک ہے، ذائقہ ایک ہے، جب اسے ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے، شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد برآمد ہوتا ہے، گائے اور بکری کھاتی ہے تو گوبر اور مینگنیاں بن کر نکلتی ہیں اور جب ہرن کھاتا ہے تو اس سے مشک برآمد ہوتا ہے، جبکہ یہ چیز (پتہ ایک ہی ہے)۔ پس کتنا بابرکت ہے اللہ احسن الخالقین۔

اس مثال نے عملی طریقے اور حقیقت پسندانہ اسلوب سے خدائی قدرت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو کو بڑی وضاحت سے اس طرح پیش کیا ہے جو فطرت کو اپیل کرتا ہے، نفس کے ایسے جذبات کو ابھارتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں:

ذَالِکَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۱). ''یہ اللہ غالب کا اندازہ ہے''۔

اگر کوئی مقرر ایثار کے بارے میں دھواں دھار تقریر کرتے ہوئے اس کے فضائل

(۱) یٰس ۳۶:۳۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرے، اور ایثار کرنے والے کی سخا اور دریا دلی پر دلائل دے تو اس کی بات فقط نظری حد تک رہے گی اور سامعین پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوگی، لیکن اگر وہ ان تین زخمی اصحابؓ کا قصہ بیان کرے جو یرموک کے معرکے میں زخمی ہوگئے تھے اور اپنی شدید پیاس کی حالت میں ہر ایک نے اپنے ساتھی کی پیاس کو ترجیح دیتے ہوئے پانی اس کی طرف بڑھا دیا حتیٰ کہ ان کی روحیں پرواز کر گئیں۔ خاص طور پر اگر یہ واقعہ دلچسپ انداز اور عمدہ الفاظ میں بیان کرے اور ان پہلوؤں پر زور دے جو جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور دلی احساسات کو ابھارتے ہیں تو یقیناً سامعین متاثر ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشترک نکات پر گفتگو کرنا

داعی جب گفتگو کی ابتداء کرے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنی بات کو ان نکات سے شروع کرے جن پر سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ مسلمات (تسلیم شدہ باتوں) اور بدیہیات (دلیل سے بے نیاز حقائق) سے بات شروع کرے۔ البتہ اس انداز سے گفتگو میں بات چیت کا دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔ نیز اسے چاہیے کہ ایک طرف اپنی بات بالکل ٹھنڈے طریقے سے شروع کرے تو دوسری طرف منطقی انداز کو بھی پیشِ نظر رکھے۔ اس انداز سے گفتگو کامیابی کا زیادہ مؤثر و مثبت احتمال رکھتی ہے۔ اتفاق کے نکتہ سے بات کی ابتداء کرنے سے بعض اوقات افہام و تفہیم کے بے شمار ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو آدمی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے، اس سے فریقین میں دوری کم ہوتی ہے، تعلقات مضبوط ہوتے ہیں، خیر و بھلائی کے مواقع سامنے آتے ہیں اور بُرائی کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بات کی ابتداء ہی اختلاف اور جھگڑے یا اختلافی نظریات سے کی گئی تو ہوسکتا ہے یہ انداز، گفتگو کو شروع ہی میں ختم کردے یا کم از کم دلوں میں تبدیلی یا کدورت پیدا کردے۔ پھر اس انداز سے گفتگو کرنے والے بجائے اس کے کہ اس خیال و نظریے پر غور و فکر کریں جو ان کا موضوع ہے وہ ایک دوسرے کی تردید کرنے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی تگ و دو میں لگے رہیں گے اور اس مقصد کو حاصل نہیں کرپائیں گے جس کے لئے یہ گفتگو رکھی گئی ہے۔

جو شخص گفتگو کی ابتداء ان نکات سے کرتا ہے جو اس کے اور دوسرے فریق کے درمیان متفق علیہ ہیں وہ دراصل اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے ساتھ اختلافی معاملے پر مفاہمت کے لئے راہ ہموار کرلیتا ہے۔ ڈیل کارنیگی نے کہا: فریقِ مخالف سے اس انداز سے بات کریں کہ وہ شروع میں ہی آپ کی باتوں کا جواب ''ہاں'' سے دے اور جہاں تک ہوسکے آپ کوشش کریں کہ وہ ''نہیں'' نہ کہے کیونکہ لفظ نہیں ایسی گھاٹی ہے جس کو عبور کرنا مشکل کام ہے۔ چنانچہ جب کوئی ''نہیں'' کہہ دیتا ہے تو اس کی انا ابھر آتی ہے جو اس کو اپنی بات پر قائم رہنے میں مدد دیتی ہے۔ اس لیے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نہیں'' کہنا صرف چار حرفوں سے مرکب اور منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ نہیں بلکہ اس کا وجود انسان کے غدود، اعصاب اور عضلات میں پیوست ہوتا ہے اور جسم کی گہرائی سے نکل کر سامنے آتا ہے تاکہ انکار کی ہوئی بات پر اس کی خوب مدد کرے جبکہ ''ہاں'' کا کلمہ کسی جسمانی تکلیف کا باعث نہیں ہوتا (سندھی زبان کی ایک کہاوت ہے ''نہ'' کو نو کوٹ ہوتے ہیں یعنی نہیں کہنے سے گویا نو فصیلیں اور دیواریں حائل ہو جاتی ہیں جنہیں عبور کرنا مشکل ہوتا ہے)۔

کہا جاتا ہے کہ یونانی دانشور اور مشہور فلسفی سقراط گفتگو کے اسی انداز کو اختیار کرتا تھا، چنانچہ وہ فریقِ مخالف سے اتفاق والے ان نکات سے بات شروع کرتا تھا جو ان دونوں کے درمیان متفقہ ہوتے تھے۔ وہ اس سے ایسے سوال کرتا تھا کہ جن کا جواب ''ہاں'' کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح وہ جواب پر جواب حاصل کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کا مخالف خود محسوس کرتا تھا کہ وہ تو اس خیال و نظریے کا اقرار کر رہا ہے جس کا تھوڑی دیر پہلے انکار کر رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث ختم کرنا

بعض اوقات بحث کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کے اور دوسرے فریق کے درمیان اختلاف کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہوگیا ہے اور ایسے بنیادی امور پر اختلاف رائے ہے کہ جن پر اس وقت بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یا اس شخص کے ساتھ بحث کرنا وقت اور محنت کا زیاں ہے، ایسے حالات میں بہتر یہ ہے کہ مباحثے سے ایسی ہوشیاری اور دانائی سے دامن چھڑا لیا جائے کہ فریقِ مخالف یہ محسوس نہ کرے کہ وہ عاجز ہوکر یا شکست کھا کر مباحثے سے کنارہ کش ہو رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اچھی بات ہے کہ جب دوسرا شخص سنجیدہ نہیں ہے یا حقیقت معلوم کرنا نہیں چاہتا یا وہ موضوع پر بحث کے لئے غور و خوض کرنے کا مطالبہ نہیں رکھتا تو مباحثے سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

ایک داعی استاد نے اپنے اسکول کے ایک کمیونسٹ ساتھی سے بحث شروع کی، یہ صاحب عورت کے پردے کی سخت مخالفت کر رہے تھے۔ جب داعی نے محسوس کیا کہ دونوں کے درمیان نقطۂ نظر کا اختلاف صرف پردے کے مسئلے پر نہیں بلکہ دیگر امور پر بھی ہے اور یہ اختلاف بنیادی اصولوں اور اندازِ فکر میں ہے۔ لہٰذا اس نے مناسب سمجھا کہ حکمت و دانائی سے مباحثے کو ختم کر دیا جائے اور فریقِ مخالف پر اس کے عاجز ہونے اور بحث سے پسپائی اختیار کرنے کا تاثر بھی ظاہر نہ ہو۔

چنانچہ داعی نے اس سے کہا: آپ ریاضی کے مدرس ہیں لہٰذا مجھے امید ہے کہ اس سوال کا جواب ضرور دیں گے۔ کیا بی-اے کی سطح کا حساب پڑھانا یا ریاضی کے مشکل مسائل حل کرنا ریاضی کے ابتدائی بنیادی مسائل سکھائے بغیر ممکن ہے؟ اس نے جواب دیا ''ہرگز نہیں''۔

داعی نے کہا: اسلام کے بارے میں ہمارا بھی یہی حال ہے۔ اسلام میں پردے کے بارے میں جو مسائل ہیں ان پر بحث کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم اسلام کے ابتدائی مسائل پر متفق نہ ہو جائیں۔ وہ یہ ہیں: اس بات کا اقرار کہ اللہ موجود ہے، محمد ﷺ امین و صادق ہیں اور ہماری طرف رسول بنا کر اسلام اور کتاب اللہ یعنی قرآن کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ میرے سامنے ان تمام باتوں کا اقرار کریں تو پھر میرے لئے گنجائش ہوگی کہ میں آپ کے ساتھ دوسرے امور پر بات کروں اور پردہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں جانتا

جب آپ سے بحث و مناظرہ کرنے والا شخص ایسا مسئلہ پوچھے، جس کے بارے میں آپ کو علم نہیں ہے تو آپ ایسے مسئلے کی اس سے وضاحت چاہیں اور پوچھنے سے نہ شرمائیں۔ اس لیے کہ اگر آپ خاموش رہے تو عین ممکن ہے کہ بعد میں آپ کو تکالیف اٹھانی پڑے اور آپ پر جہالت اور جہالت کو چھپانے کا الزام آ ئے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بڑے بڑے ائمہ اور علماء جب اچھی طرح کسی مسئلہ کو نہ جانتے ہوتے تو ''لاادری'' یعنی میں نہیں جانتا کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور مکمل علم کے بغیر فتویٰ دینے سے بچتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کے ایک سوبیس ایسے اصحابی دیکھے کہ جب ان سے کوئی بات پوچھی جاتی یا فتویٰ دریافت کیا جاتا تو ان میں سے ہر ایک خواہش کرتا کہ اس کا جواب اس کا ساتھی دے۔ دوسرے الفاظ میں وہ سوال کا جواب دوسرے کے حوالے کر دیتا اور دوسرا اس سے آگے والے کے سپرد کر دیتا یہاں تک کہ سب سے گھوم پھر کر سوال پھر سے اسی پہلے کے پاس آ جاتا جس سے سوال پوچھا گیا تھا۔ (۱)

اسی طرح امام مالک سے روایت ہے کہ ان سے اڑتالیس مسائل پوچھے گئے، تو انہوں نے ان میں سے بتیس کا جواب ''لاادری'' میں دیا۔ علماءِ سلف کا فرمان ہے کہ جب عالم لاادری (میں نہیں جانتا) کہنا چھوڑ دے تو اس کا علمی لحاظ سے خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنی مجلس کے شرکاء کی ''لاادری'' کہنے کے بارے میں تربیت کرے اور انہیں تعلیم دے۔ یہاں تک کہ یہ بات ''لاادری'' ان کے پاس بطور ایک اصول کے ہو جائے۔ جب ان سے ایسا سوال کیا جائے جو وہ نہ جانتے ہوں تو ''لاادری'' کہہ سکیں (یعنی ان میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہیے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ اس بات کا جواب وہ نہیں جانتے) (۲)۔

---

(۱) اتحاف السادہ المتقین للزبیدی ج-۱، ص-۲۷۹۔ (۲) ادب الاختلاف فی الاسلام للدکتور طہ جابر-۱۲۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلص عالم کا بیدار ضمیر اور طبعی شعور اسے ثابت قدم رکھتا ہے اور اسے جلد بازی کرنے، بعجلت حکم صادر کرنے اور فوری فتویٰ دینے سے باز رکھتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے لوگ فتنے میں پڑ سکتے ہیں، جس کا سارا بوجھ اس پر ہوگا اور اس سے قیامت کے دن اس بارے میں اللہ تعالیٰ باز پرس کریں گے۔

نیز عالم کے لئے مناسب نہیں کہ اسے اس بات کا ذرہ بھر بھی خوف ہو کہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو اس سے سوال کیا گیا مگر جواب نہ دے سکا، اسی سوچ کی وجہ سے بہت سارے علماء گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ابنِ سعد نے نافع سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے ابنِ عمرؓ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو ابنِ عمرؓ نے سر جھکا دیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ انہوں نے اس کا سوال سنا ہی نہیں۔ چنانچہ سائل نے ان سے کہا ''اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ انہوں نے فرمایا ''کیوں نہیں، لیکن شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ جو سوال تم ہم سے پوچھتے ہو، اللہ اس کے بارے میں ہم سے نہ پوچھے گا، اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مہلت دو، تاکہ تمہارے مسئلہ پر غور و خوض کیا جائے، پھر اگر ہم سے اس کا جواب بن پڑا تو ٹھیک ورنہ ہم تم سے کہہ دیں گے کہ اس کا جواب ہمارے پاس نہیں''۔

محمد بن جبیر ابن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ قَالَ: لَا اَدْرِيْ، فَلَمَّا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَا جِبْرِيْلُ اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ قَالَ لَا اَدْرِيْ حَتّٰى اَسْأَلَ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ. فَانْطَلَقَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَّمْكُثَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ سَاَلْتَنِيْ اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ وَاِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقَالَ: اَسْوَاقُهَا. (۱)

''اے اللہ کے رسول! شہروں میں کون سی جگہ بدترین ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ پھر آپ کے پاس جبرئیل تشریف لائے، آپؐ نے وہی سوال جبرئیل سے کیا، جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا، میں نہیں جانتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ سے نہ پوچھ

(۱) احمد، بزاز، ابویعلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوں۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور کچھ مدت گذرنے کے بعد تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ نے مجھ سے شہروں میں بدترین جگہ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''سب سے بدترین جگہ بازار ہیں''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو بار بار دہراتے یہ میری رائے ہے، پس اگر یہ جواب صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس پر میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں لیکن اگر میرا جواب غلط ہو تو یہ میرا قصور ہے اور شیطان کا دخل ہے اور میں اس بارے میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ جیسے عظیم خلیفہ جن کی زبان اور دل پر اللہ نے حق رکھ دیا تھا، ایک دن مسجد میں خطبہ دے رہے تھے جس میں انہوں نے عورتوں کے مہر کم باندھنے پر زور دیا، تو ایک عورت نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اعتراض کیا وَ اِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّکَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَہٗ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا. (۱)

''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے کسی (بیوی) کو ڈھیر سا مال کیوں نہ دیا ہو تو اس سے کوئی چیز واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟'' تو حضرت عمرؓ نے جرأت سے کہا عورت نے ٹھیک کہا اور عمر نے غلط کہا''۔

یہ کمزوری کی دلیل نہیں کہ اگر گفتگو کرنے والا اپنے اور اپنے نفس کے بارے میں یہ کہے کہ میں اپنے نفس کو گناہ سے بَری نہیں کہتا کیونکہ میں انسان ہوں جو کبھی غلطی کرتا ہے تو کبھی درست بھی ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات نفس پر غلبہ پانا اور اسے عدل پر قائم رکھنا انسان کے سچا ہونے کی سب سے بڑی دلیل بن جاتا ہے۔ لہٰذا حق بات کی طرف رجوع کرنا باطل میں پھنسے رہنے سے افضل ہے۔

---

(۱) النساء ۴: ۲۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضد سے بچنا اور غلطی تسلیم کرنا

تعصب (ضد) یہ ہے کہ دلیل ظاہر ہونے کے باوجود حق کو قبول نہ کیا جائے۔ دراصل یہ اس عقل کی بے قدری ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوان پر فضیلت دی ہے۔ مسلمان حق کا متلاشی ہوتا ہے، وہ کسی خاص شخص یا جماعت یا خاص رائے کے بارے میں تعصب نہیں کرتا لہٰذا آپ جب کسی سے گفتگو، مناظرہ یا مباحثہ کریں تو تعصب سے اپنا دامن بچائیں اور جدھر حق ہو اسی کا ساتھ دیں۔

اگر کبھی کسی دوسرے انسان سے آپ کی بحث ہو جائے اور وہ آپ کے اس ادارے میں عیب نکالے جس میں آپ کام کر رہے ہیں یا آپ کے لکھے ہوئے مقالے یا لیکچر یا آپ کے پسندیدہ کام میں کیڑے نکالنا شروع کر دے تو آپ تعصب سے کام نہ لیں اور نہ اس کی تردید میں جلدی کریں اور نہ اسی تیزی کے ساتھ اس کا مثبت جواب دینے کی سعی کریں جس انداز میں غلطیاں عیاں کی جا رہی ہوں۔

آپ اسے بات مکمل کر لینے دیں، پھر گفتگو کرنے کی اجازت طلب کریں اور اگر واقعی یہ غلطیاں ہیں تو تسلیم کریں، پھر نرمی کے ساتھ اچھائیوں کی طرف آئیں مثلاً آپ یوں کہہ سکتے ہیں:

موضوع اور دیانت داری کا تقاضا یہی ہے کہ میں اپنی غلطی تسلیم کروں لیکن اس کے ساتھ ہی ان کا یہ بھی تقاضا ہے میں مسئلہ کی پوری تصویر آپ کے سامنے پیش کروں اور صحیح بات بیان کروں ورنہ ہماری مثال اس آدمی کی طرح ہوگی کہ وہ تصویر کا ایک رخ تو دکھائے مگر دوسرے رخ سے صرفِ نظر کر لے۔

ایسی گفتگو کا انداز آپ کو حق گو بنا دے گا اور تعصب سے دور رکھے گا اور اسی طرح آپ اپنی رائے اور فکر کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے پر زیادہ قادر ہو جائیں گے۔

انسان خطا کا پتلا ہے، کبھی درست بات کہہ دیتا ہے، تو کبھی غلطی کر جاتا ہے اور اصل بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو معصوم قرار نہیں دیا لہٰذا یہ فطری امر ہے کہ انسان دوسرے کے ساتھ اپنے بحث و مباحثہ میں غلطی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ارتکاب کرسکتا ہے۔ عقلمند انسان وہی ہے جس پر جونہی حقیقت عیاں ہوجائے تو اپنی غلطی تسلیم کرلے اور رہنمائی کرنے پر اپنے ساتھی کا شکریہ ادا کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے انسان کے لئے اپنی غلطی کو تسلیم کرنا کافی مشکل ہے جسے اس کی عادت نہ ہو، خصوصاً جب غلطی کا صدور مجمع کے سامنے ہوجائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اسے اپنی غلطی پر سخت کوفت اور شرمندگی ہوتی ہے جبکہ غلطی تسلیم کرنے کے لئے جرأت، قوتِ فیصلہ اور نفس کے ساتھ جہاد کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان جب اس کا عادی ہوجاتا ہے تو پھر اس کا مزہ بھی محسوس کرتا ہے، جو اسے کامیابی اور کامرانی کے لطف سے ہمکنار کردیتا ہے۔

غلطی کا تسلیم کرنا اگرچہ شروع میں غلطی کرنے والے کو بڑا نامناسب محسوس ہوتا ہے لیکن اس سے دوسرے انسانوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف غلطی پر ڈٹ جانے سے اس کی قدر و منزلت نہ صرف دوسروں کے سامنے گھٹ جاتی ہے بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی اس کی حیثیت گر جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. (۱)

''ساری اولادِ آدم خطا کار ہے، مگر بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہوں''۔

---

(۱) ترمذی، ابنِ ماجہ، احمد، دارمی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات اور دیانتداری

بحث کرنے والے کے لئے یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ وہ افکار و خیالات کے حوالے دے اور استدلال و اقتباس کو وہ اہمیت و توجہ دے جو ان کا حق ہے۔ وہ اعداد و شمار لاکر اپنی رائے کو وزنی بنائے اور ان مراجع و مآخذ کو بیان کرے جن پر اعتماد کرنا زیرِ بحث موضوع میں ممکن ہے۔ اس لیے کہ صرف حقائق بیان کرنے کا دلوں پر وہ اثر نہیں ہوتا جو اثر ان کے قابلِ اعتماد شواہد بیان کرنے سے ہوتا ہے۔ یہ شواہد چاہے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ہوں یا علماء و ائمہ کے اقوال میں سے ہوں، جب ان کا موضوع سے تعلق ہو تو یہ سونے پر سہاگہ کا کام دیتے ہیں، یا یہ شواہد قابلِ اعتماد فن کے ماہرین کے اقوال میں سے ہوں، جیسے طب کے مسائل میں طب کے ماہرین سے نقل کیے جائیں یا کلام کو وزنی بنانے کے لئے بنیادی کتابوں کے مآخذ کا تذکرہ ہو یا مشہور انسائیکلو پیڈیا میں سے حوالہ ہونا چاہیے۔

مباحثہ کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کمزور روایتیں اور بودی دلیلیں ترک کردے، اس لیے کہ ایسی دو مضبوط دلیلیں جن کو رد نہ کیا جاسکتا ہو ان تین دلیلوں سے بہتر ہیں جن کا اپنانا یا رد کرنا ممکن ہو۔ اس لیے بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ فریقِ مخالف انہیں بودا قرار دے گا جس سے اس نظریہ کی کمزوری ثابت ہوجائے گی اور اس کے پیش کرنے والے کا موقف کمزور ہوجائے گا خاص طور پر جب وہ لوگوں کے مجمع میں موجود ہو۔

اس لیے آپ حقیقت کی قدر کریں، بات پیش کرنے میں امانت کو ملحوظ رکھیں، عبارت کو سیاق و سباق سے علیحدہ نہ کریں، اور نہ اس کے مناسب مقام سے اس لیے علیحدہ کریں کہ اس کی تفسیر و توضیح اپنی رائے کی حمایت کے لئے کرسکیں۔ اس بات سے اول تو آپ کی دیانت و امانت پر حرف آئے گا کیونکہ یہ جھوٹ کے ہم پلہ ہے' دوسرا یہ کہ نصوص کے ساتھ آپ کا کھیلنا اور دلیل لینے میں حیلہ بازی کرنا لوگ محسوس کریں گے تو آپ کا خوب مذاق اڑائیں گے اور آپ پر ٹھٹھے کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کی قدر شناسی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال اور آ وراء سے استدلال نہ کیا جائے جن کا علم و امانت قابلِ بھروسہ نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ. (۱)

''اے ایمان والو، اگر تمہارے پاس ایک فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی (خوب) تحقیق کرلو، ایسے نہ ہو کہ کسی قوم کو بے خبری میں نقصان پہنچاؤ پھر اپنے کئے پر نادم بن جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر جس پر بڑا نتیجہ مرتب ہوتا ہو۔ تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی فاسق شخص اور بے بھروسہ ہو یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے، تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کرلو کہ امر واقعہ کیا ہے۔

افواہیں پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ آدمی سنی سنائی بات بغیر تحقیق اور تجزیے سے فوراً آگے منتقل کردے۔

---

(۱) الحجرات ۴۹-۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریقِ ثانی کا احترام کرنا

داعی کو چاہیے کہ جن لوگوں سے گفتگو کر رہا ہے ان کا احترام کرے، یہ لوگ چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم، بہرحال ان کی تعظیم و توقیر ان کا حق ہے جو ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں لوگوں سے ان کے مقام و مرتبے کے لحاظ سے برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب ہماری گفتگو کسی صاحبِ حیثیت شخص یا عمر میں بڑے شخص سے ہو رہی ہو یا وہ کسی بڑے منصب پر فائز شخص سے ہو چاہے یہ منصب سیاسی ہو یا معاشرتی یا اقتصادی ہو، ہمیں چاہیے کہ اس کے مرتبے کا لحاظ کریں حتیٰ کہ وہ مسیحی یا یہودی یا بت پرست ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی حیثیت کے مطابق الفاظ سے بات کریں۔ اس کے ساتھ انصاف سے برتاؤ کریں، اس میں جو مثبت خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان پر اس کی تعریف کریں۔ یہ تمام باتیں مومن کی عزت و شان کے خلاف نہیں ہیں اور نہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خلاف ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے نفاق، چاپلوسی اور خوشامد میں مبتلا نہ ہو جائیں، یا ایسی صفات کی اس کی طرف نسبت کر کے جھوٹ نہ بولیں اور ایسی بات نہ کریں جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔

ہم اگر دوسرے لوگوں کے ساتھ اس مہذب و مؤدب جذبے سے معاملہ کریں گے تو ہمارے اندر اچھے ذوق و ادب اور تحمل و بردباری کی صفت پیدا ہوگی جو داعی کی بہترین صفات میں سے ہے، جس کی وجہ سے دوسرے کو مطمئن کرنے کی صفت نمایاں ہوگی اور دوسروں سے بات سننے کا سلیقہ پیدا ہوگا۔

ایک روایت ہے کہ ایک آدمی ہارون الرشید کے پاس آیا اور عرض کیا: امیر المؤمنین میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں لیکن اس میں کچھ سخت باتیں ہوں گی لہٰذا آپ انہیں صبر و تحمل سے سنیں اور برداشت کریں۔ اس پر ہارون الرشید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس آدمی سے نرم بات کرنے کا حکم دیا جو آپ سے اچھا تھا اور دوسرا مجھ سے زیادہ بُرا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا:

فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشىٰ. (۱)

---

(۱) طٰہٰ ۲۰: ۴۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ دونوں اس سے نرم بات کہیں شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا خشیت اختیار کرے''۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ مشرک کو کس طرح مخاطب کیا، اسے نام کے بجائے کنیت سے پکارا اور اس کے مقام و مرتبے کے مطابق گفتگو کی، چنانچہ آپ نے فرمایا، ابوالولید آپ کہیں تاکہ میں سنوں۔

اگر آپ کسی ایسے شخص سے گفتگو کر رہے ہیں جسے پہلے سے نہیں جانتے تو اسے اس کے نام سے اور ساتھ ہی کسی ایسے لقب سے خطاب کیجئے جو عرف عام میں استعمال ہوتا ہے جیسے آپ اسے کہیں بھائی فلاں یا محترم/ جناب فلاں، یا ابوفلاں تاکہ اس سے اس شخص کی اہمیت ظاہر ہو، اس لیے کہ آدمی کو اپنا نام تمام ناموں سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اس گفتگو پر ذرا غور کیجئے جو انہوں نے اپنے والد دشمنِ خدا، کافر سے کی تھی، تو آپ اس میں بہت سے اچھے سبق لیں گے جو ہمارے اس موضوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام بات کی ابتداء میں ہر جملہ یا آیت (میرے ابا جان) کہہ کر شروع کرتے ہیں تاکہ اس سے وہ مضبوط تعلق ظاہر ہو جو ان دونوں کے درمیان باپ اور بیٹے کی حیثیت سے ہے۔ پھر اس سے باپ اور بیٹے کے درمیان موجود محبت ظاہر ہوتی ہے اور ان کی بھلائی کے لئے حرص اور ان کے لئے قربانی کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۞ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۞ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۞ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا (۱)

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کرو۔ بیشک وہ ایک راستباز انسان اور ایک نبی تھا۔ جبکہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں

---

(۱) سورۃ مریم، ۱۹: ۴۱-۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بناتی ہیں؟ ابا جان، میرے پاس ایک ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں رحمٰن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر رہیں"۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو کرنے والا مخالف کی صحیح باتوں، اچھے دلائل اور جدید معلومات پر اپنی پسندیدگی ظاہر کر کے انہیں تسلیم کرے، پھر اس پر اکتفا نہ کرے بلکہ گفتگو کرنے والا اپنے مقابل کے کلام سے اپنی گفتگو میں اس کی اچھی عبارت کا جو اس نے کچھ وقت پہلے بیان کی تھی اقتباس بھی پیش کرے، اس طریقے سے دوسرے فریق کا دل بات قبول کرنے کے لئے کھل جائے گا اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا وہ جذبہ ختم ہو جائے گا جو بالعموم مناظروں اور مباحثوں کی فضا پر چھایا رہتا ہے اور یہ اندازِ متکلم کے لئے حقیقت پسندی کی دلیل ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف گفتگو کے دوران زیادہ اعتماد موجود ہونا چاہیے۔ چنانچہ کلام میں جس قدر اچھی تعبیر و تاویل کی گنجائش ہو وہ بہتری اور بھلائی کے پہلو سے کی جائے۔

ہمارے سامنے یہ بات ضرور رہنی چاہیے کہ کسی انسان کا تذکرہ اس طرح کرنا جو اسے ناپسند ہو یا اس کا عیب ظاہر کرنا، اس کے جہل اور کم علمی کا اظہار کرنا، جب کہ اس کا مقصد صرف اس کی مذمت، عیب جوئی اور نقص نکالنا ہو، حرام کام ہے۔ خاص طور پر ان علماء کی طرف سے ایسا ہونا جو دینی امور میں رہنما اور نمونہ ہیں یہ اور بھی زیادہ برا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِذَا رُمْتَ أَنْ تَحْيَا سَلِيمًا مِنَ الْأَذٰى ۔۔۔ وَحَظُّكَ مَوْفُوْرٌ وَعِرْضُكَ صَيِّنٌ
لِسَانُكَ لَا تَذْكُرْ بِهٖ عَوْرَةَ امْرِءٍ ۔۔۔ فَكُلُّكَ عَوْرَاتٌ وَلِلنَّاسِ أَلْسُنٌ

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسروں کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو کر سلامتی کے ساتھ زندگی گذاریں اور آپ کی قسمت اچھی ہو اور عزت محفوظ ہو، تو اپنی زبان سے کسی آدمی کا عیب بیان نہ کریں، کیونکہ ننگے تو تم سب ہو اور دوسرے لوگ بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصوف کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ بات ہے جس پر تمام صلحاء کاربند رہے ہیں:

''نفس سے انصاف کرنا، اس کی بے جا حمایت نہ کرنا، بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا''۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے: ''تمہارا مومن بھائی کوئی بات کہے تو اس میں خیر کا گمان کرو اور اس میں خیر کا پہلو نکالو''۔

امام شافعیؒ کہا کرتے تھے میں نے جب بھی کسی سے گفتگو کی تو دل سے چاہا کہ اسے حق کی توفیق ملے، اسے راہِ ہدایت نصیب ہو، اس کی مدد ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور حفاظت ہو۔ اور جب بھی مجھ سے کسی نے مناظرہ کیا تو میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ مضبوط دلیل کو اس کی زبان پر یا میری زبان پر ظاہر کر دے۔

لیکن اگر کوئی بحث ایسی ہے جس میں عام مسلمانوں کی مصلحت پوشیدہ ہے اور اس میں حق بات کا اظہار کرنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں غلط بات کا واضح کر دینا ضروری ہے تا کہ لوگ اس پر چلنے سے بچیں۔ ایسے ائمہ اور سلف صالحین جن کے علم و فضل پر سب کا اتفاق ہے وہ حق بات جہاں بھی ہوتی اور جس کی طرف سے بھی ہوتی قبول کر لیتے تھے۔

بالفرض اگر کوئی شخص کسی حق کے مخالف کی خطا ظاہر کرنے کو بُرا سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور حق بات ظاہر کی جائے گی کیونکہ کسی شخص کی ناراضگی کی وجہ سے حق بات نہ کہنا یہ کوئی اچھی خصلت نہیں ہے۔

اسی طرح بدعتی، گمراہ اور علماء کا بھیس اختیار کرنے اور دعویٰ کرنے والے لوگوں کی جہالت بیان کرنا اور ان کے عیب ظاہر کرنا جائز ہے، البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ گفتگو میں بدزبانی یا تنقید میں بے ہودگی نہ ہو اور شرعی حجت اور وزنی دلائل سے ان کا انکار کیا جائے۔

دیکھا گیا ہے کہ شیریں زبانی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور زبان درازی انہیں متنفر کر دیتی ہے۔ شیخ سعدی نے کہا ہے:

بشیریں زبانی ولطف وخوشی　　　توانی کہ پیلے بموئے کشی

آپ میٹھی زبان، لطف اور خوشی سے ہاتھی کو بال سے باندھ کر کھینچ سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَ اِنِ امْرُؤٌ عَيَّرَكَ بِشَيْءٍ يَعْلَمُهُ فِيكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِشَيْءٍ فِيهِ يَكُنْ وَبَالُهُ عَلَيْهِ وَ اَجْرُهُ لَكَ وَ لَا تَسُبَّنَّ شَيْئًا. (۱)

''اللہ کا خوف اپنے لئے لازم کرلو اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسی چیز کا عار دلائے جو تمہارے اندر ہے تو اسے کسی ایسی چیز سے عار نہ دلاؤ اگرچہ وہ اس میں موجود ہو، اس کی وجہ سے اس پر گناہ ہوگا اور تمہارے لئے اجر ہوگا اور کسی کو گالی ہرگز نہ دو''۔

وہ آدمی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ (۲)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ. (۳)

''مردوں میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مبغوض (ناپسندیدہ) وہ آدمی ہے جو جھگڑالو اور ضدی ہے''۔

رسول اللہ ﷺ عظیم خلق کے مالک تھے، حدیث میں ہے:

لَمْ يَكُنْ بِالسَّبَّابِ وَلَا اللَّعَّانِ وَ لَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ. (۴)

''آپؐ نہ گالی دینے والے تھے، نہ لعنت کرنے والے اور نہ فحش گو اور بدزبان تھے''۔

آپؐ کی وصیتوں میں سے ایک یہ ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ. (۵)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے غیر کے حوالے کرتا ہے' اور نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے، کسی آدمی کے بُرا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل کرے''۔

---

(۱) احمد وطبرانی۔ (۲) بخاری شریف۔ (۳) بخاری شریف۔ (۴) بخاری شریف۔ (۵) ترمذی واحمد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ اور صاحبِ نظریہ

عام مباحثوں میں نظریہ و خیال کو بحث، تجزیہ و تحلیل یا تنقید وتبصرہ کے ذریعے قبول یا رد کرنا چاہیے اور صاحبِ خیال یا اسے پیش کرنے والے کی ذات کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔ یہ طریقہ اس لیے کیا جائے تاکہ گفتگو کا رخ جھگڑے کی طرف نہ ہو جائے، جس کا نتیجہ عام طور پر طعنے بازی اور تکلیف رسانی ہوتا ہے، پھر مسائل و افکار پر بحث سے بات ہٹ کر ذاتیات اور اشخاص پر جا پہنچتی ہے۔ البتہ بعض حالات میں اس قاعدے سے ہٹ جانا بہتر ہے۔ یہ اس وقت ہونا چاہیے جب حق واضح کرنے کے لئے دوسرے فریق کی غلطی کو ظاہر کرنا ضروری ہو، تاہم اس بات کا ضرور خیال رہے کہ ذاتی جذبات و احساسات اس کا سبب نہ ہوں، البتہ یہ طرزِ عمل واضح نصوص کی روشنی میں اور اسلامی آداب کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ. (۱)

''آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو''۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جسے عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِطَعَّانٍ وَلَا لَعَّانٍ وَلَا فَاحِشٍ وَلَا بَذِيٍّ. (۲)

''مؤمن طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیائی کی باتیں کرنے والا اور بدزبان نہیں ہوتا''۔

اور جابر بن عبداللہؓ نے آپؐ سے روایت کی ہے:

اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ وَلَا الصَّيَّاحَ فِي الْاَسْوَاقِ. (۳)

''اللہ بے حیائی کی باتیں کرنے والے اور بے حیا کو اور بازاروں میں چیخنے والے کو پسند نہیں کرتا''۔

عام طور پر جو باتیں کسی خیال اور نظریے کی مقبولیت کا باعث بنتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

---

(۱) الحجرات ۴۹: ۱۱۔ (۲) ترمذی، احمد، بخاری۔ (۳) بخاری، مسلم، ترمذی، المستدرک للحاکم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- صاحبِ نظریہ کا اطمینان: نظریے کو پیش کرنے والا شخص اس پر غور و فکر کر کے اس کی حقانیت پر پہلے خود وہ مطمئن ہو جائے۔

۲- نتیجے کے لئے بے تابی: اس کے پھیلانے اور اس کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو جائے۔ اپنی زندگی اس پر تج دے۔ اس کی کامیابی کی دھن لگی ہوئی ہو۔

۳- عملی نمونہ: صاحبِ نظریہ اپنے عمل و کردار و حرکات و سکنات میں اس کا نمونہ ہو اور اپنی زندگی میں اسے اوڑھنا بچھونا بنالے۔ جو بات وہ پیش کر رہا ہے اسے سب سے پہلے خود اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو جائے۔

۴- نظریہ کی منزلوں کا تعین: نظریہ پیش کرنے والا، اس کے مؤیدین اور معترضین سے اس وقت تک مقابلہ نہیں کر سکتا جب تک وہ واضح نقشے کے ساتھ اس کے دل و دماغ میں پوری طرح راسخ نہ ہو جائے۔

۵- جہدِ مسلسل: اس طرح کی فہم و فراست کے باوجود اسے چاہیے کہ اپنے موقف پر مضبوطی سے ڈٹا رہے اور ایک خیر خواہ ہونے کی حیثیت سے اسے بیان کرتا رہے۔

۶- تکبر و غرور سے دوری: صاحبِ نظریہ کا تکبر و غرور چھوڑنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گفتگو اور برتاؤ میں نرمی اختیار کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. (۱)

اور مؤمنوں میں سے جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لئے شفقت کے بازو پھیلایئے''۔

۷- اخلاص: اپنا مقصد و مراد بے لوثی اور اخلاص سے بیان کرے اور سننے والوں سے اس طرح گفتگو کرے جیسے وہ خود ان میں سے ایک فرد ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ دعوت کے وقت اپنی قوم سے خطاب فرماتے تھے:

إِنَّ الرَّائِدَ لَا يَكْذِبُ أَهْلَهُ وَاللهِ لَوْ كَذَبْتُ النَّاسَ جَمِيعًا مَا كَذَبْتُكُمْ وَلَوْ أَضْلَلْتُ النَّاسَ جَمِيعًا مَا أَضْلَلْتُكُمْ. (۲)

''بلاشبہ قافلے کا پیش رو اپنے ساتھیوں اور قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا، خدا کی قسم اگر میں تمام لوگوں سے جھوٹ بولتا تو بھی آپ لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا، اور اگر

(۱) الشعراء ۲۶: ۲۱۵۔ (۲) السیر النبویۃ للحافظ الذھبی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں کو گمراہ کرتا تو بھی آپ کو گمراہ نہیں کرتا‘‘۔

حسن بن محمد سے ان کے دور کے ایک زاہد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس مختصر دلچسپ عبارت سے جواب دیا ’’تو نے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا ہے جسے گویا فرشتوں نے ادب سکھایا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو کسی بات کا حکم دیتے تو سب سے زیادہ وہ خود اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ اگر کسی چیز سے روکتے تھے تو سب سے پہلے وہ خود اس سے دور ہٹنے والے ہوتے تھے اور میں نے ان کا ظاہر ایسا دیکھا جیسا ان کا باطن تھا اور باطن بھی ایسا ہی تھا جیسا ان کا ظاہر تھا‘‘۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کا بہترین طریقہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو دعوت کے طریقے کی تعلیم دیتے ہوئے حکم فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (۱)

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین وعظ کے ذریعے بلایئے اور ان سے بحث ایسے طریقے سے کیجئے جو بہترین ہو''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دو مکرم نبیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى. (۲)

''تم اور تمہارا بھائی میری آیتیں لے کر جاؤ اور میرے ذکر میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ اس نے سرکشی اختیار کی ہے سو اس کے ساتھ نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا خشیت اختیار کرے''۔

مذکورہ بالا عبارتوں میں دیکھئے کہ محمد ﷺ کو رب کریم نے اچھے انداز سے بحث کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ کفار نے آپؐ کے ساتھ اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا تھا، آپ ﷺ کو جھٹلایا اور تکلیف پہنچائی، نیز موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو ان کا رب فرعون کی طرف بھیج رہا ہے جس نے سرکشی اختیار کی ہے، اور انہیں حکم دے رہا ہے کہ اس سے بات کرنے میں نرمی کریں کہ شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا اس میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے۔ ذرا غور کیجئے کہ کیا ہم اللہ کے نزدیک اس کے نبیوں سے زیادہ معزز ہیں؟ اور کیا ہم جسے حق کی طرف بلا رہے ہیں وہ فرعون اور کافروں سے زیادہ ذلیل و خوار ہے؟

منصف مزاج گفتگو کرنے والے فرد اور داعی کو چاہیے کہ مباحثہ میں نرمی، خوشگواری اور سکون و اطمینان کو سامنے رکھے، اور ایسے طریقے سے گفتگو کرے کہ دلوں کے بند دروازے کھل جائیں اور اس پر جادو کا سا اثر ہو جائے۔ بحث کے وقت اپنے ساتھی سے

---

(۱) النحل ۱۶: ۱۲۵۔ (۲) طٰہ ۲۰: ۴۲-۴۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کے شروع میں ہی کہہ دے، ذرا آپ میری بات سنیں تاکہ میں موضوع کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کردوں، ہوسکتا ہے کہ میں اس میں غلطی پر ہوں لہٰذا آپ کا شکر گذار رہوں گا اگر مہربانی فرما کر میری غلطی کی درستگی کریں۔

وَالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھی کی آراء کو غیراہم نہ سمجھیں، اس کا مذاق نہ اڑائیں اور اس کے لئے احترام کا اظہار کریں، اگرچہ آپ کی رائے اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ. (۱)

"اور ان لوگوں کو گلیاں نہ دیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، پس وہ بے علمی کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے"۔

---

(۱) الانعام ۶: ۱۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیلنج کر کے لاجواب کرنا

بحث و مباحثہ میں چیلنج کر کے لاجواب کرنا، چاہے یہ مضبوط دلائل پر ہی مبنی کیوں نہ ہو، بہرحال دوسرے فریق کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس انداز کو سوائے شدید ضرورت کے اختیار نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ بحث کا اہم مقصد تو دل جیتنا ہے نہ کہ اپنا موقف ثابت کرنا۔ آپ فریقِ مخالف کو خاموش کرا سکتے ہیں اور لاجواب کر سکتے ہیں لیکن اسے مطمئن نہیں کر سکتے، یا آپ اپنی دلیل کی قوت سے اسے چپ کرا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ آپ کی بات تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ آپ نے اسے تکلیف پہنچائی ہے، بلکہ وہ اپنے جذبات و احساسات کی وجہ سے آپ کی بات رد کر دے گا اگرچہ عقلی طور پر وہ آپ کی بات کو مان ہی چکا ہو۔

آپ جب اپنے مخالف کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے تو یقیناً وہ آپ کے نقطۂ نظر پر دیر یا سویر مطمئن ہو جائے گا۔ جب آپ اس سے اپنی بات کہہ چکیں اور دلائل دے لیں تو پھر اپنا موقف تسلیم کرانے پر زور دیں بلکہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں، اگرچہ وہ اس وقت آپ سے موافقت نہ کرے البتہ وقت گذرنے کے ساتھ آپ کی رائے کو قبول کر لے گا، بلکہ بعض اوقات اپنی رائے آپ کی رائے کے مطابق بنا لے گا اور کچھ وقت کے بعد وہ خود اس کا دفاع بھی کرے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ خود وقت کا ایک کردار ہے اور وہ افکار و اشخاص کی اصلاح میں ایک موثر عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔

فرض کریں کہ آپ کسی مباحثے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو بھی آپ کی فتح و کامرانی میں تواضع و انکساری ہونی چاہیے تاکہ آپ کے مخالف کے جذبات مجروح نہ ہوں اور نہ ہی وہ سبکی محسوس کرے۔ اس لئے کہ اس کی سبکی تو یہ کافی ہے کہ وہ اپنی عقل و علم میں آپ کے سامنے شکست کھا چکا ہے۔ پھر آپ کو اپنی نیت پر بھی نظر رکھنی چاہیے تاکہ آپ میں خود پسندی اور خودرائی پیدا نہ ہو، اس سے آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور اجر ختم ہو جائے گا۔

آپ کے سامنے ہر وقت یہ بات رہے کہ گفتگو کا ہدف حق پر پہنچنا ہے۔ یہ کام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے آپ کے ہاتھ سے انجام پائے یا آپ کے ساتھیوں کے ذریعے سے مکمل ہو جائے، اس لیے آپ دوسروں کو خاموش کرانے یا ان کا منہ بند کرنے کی فکر میں لگے نہ رہیں۔ کیونکہ یہ رویہ مخالف کو خاموش تو کر دے گا لیکن اسے راہِ ہدایت پر نہیں لا سکے گا، بلکہ یہ خاموش کرنے کا عمل لوگوں کے سامنے ہو تو اس کے دل میں کینہ اور غصہ وغضب بھر دے گا۔ حکمت کے ساتھ کام کرنے والے کو چاہیے کہ دوسروں کے دلوں میں جو غصہ ونفرت ہے اسے نکالے اور انہیں راہِ ہدایت سے ہمکنار کرنے کی جدوجہد کرے تا کہ انہیں ہدایت کی ایسی ہی سعادت مل جائے جیسی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دی ہے۔

البتہ بعض اوقات ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں کہ جن کی وجہ سے اصول کو چھوڑنا مناسب ہوتا ہے۔ چنانچہ داعی کو چاہیے کہ ایسے حالات میں فریقِ مخالف کو دندان شکن جواب دے کر اس کا منہ بند کر دے۔ مثال کے طور پر آپ اس حالت پر غور کریں کہ ایک آدمی ایسا ہے جو بدطینت اور بدنیت ہے، حق کو جانتے ہوئے اس سے عداوت رکھتا ہے، حقیقت معلوم کرنا نہیں چاہتا اور نہ دلیل سے مانتا ہے اور نہ ہی دلیل کا احترام کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے نوجوانوں اور ناپختہ ذہن لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے اور وہ ان کے سامنے جھوٹی باتیں اور شکوک وشبہات پھیلا رہا ہے، اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ داعی نہ صرف تمام لوگوں کے سامنے اس کے فکری انتشار اور تناقض کو نمایاں کر کے اسے لاجواب کرے اور دندان شکن جواب دے کر اسے خاموش کرے بلکہ اس کی بے عزتی بھی کرے تا کہ اس کی گمراہی وفساد پھیلنے کا راستہ بند ہو جائے۔

بعض اوقات اسلامی حدود وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، دشمن پر شدید حملہ کرنا، اسے چپ کرانا اور اس کی رائے کی دھجیاں اڑانا بھی مناظرہ و بحث کا مقصد ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اس صورت میں اختیار کرنا چاہیے جب مخالف کسی نظریے کے ساتھ بُرا رویہ اختیار کرے اور اس کی اہانت کرے یا آداب کے حدود پھلانگ جائے، اس صورت میں اسے منہ توڑ جواب دینا اس کے لئے سزا ہے اور جب مصلحت کا تقاضا ہو تو اسے چیلنج کر کے دندان شکن جواب دے کر خاموش کیا جائے۔ کیونکہ یہ شخص لوگوں میں باطل کا نمونہ و نمائندہ ہے لہٰذا ایسا کرنا اس لیے ضروری ہو جاتا ہے تا کہ لوگ باطل کو شکست کھا کر دم دبا کر بھاگتا ہوا دیکھ لیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بحث ومباحثہ میں ہمیں نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ کفار سے بھی نرمی ہونی چاہیے لیکن جب وہ سرکشی و بغاوت اختیار کریں اور نرمی کو کمزوری پر محمول کریں تو پھر سختی کرنا اس کا علاج ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَّاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (۱)

''اور اہلِ کتاب سے بحث نہ کریں مگر اچھے طریقے سے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی ہمارا اللہ اور تمہارا اللہ ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مسلم (تابعدار) ہیں''۔

ابراہیم علیہ السلام سے جب نمرود نے مناظرہ کیا اور اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، جس نے اسے ملک عطا کیا تھا، اس کا یہ رویہ اس کے تکبر اور مصنوعی بڑائی کی وجہ سے تھا۔ اس نے ابراہیم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اللہ سبحانہ کے وجود پر دلیل لائیں اور جس پر ایمان لانے اور جس کی عبادت کرنے کے لئے وہ بلا رہا ہے۔ جب نمرود اس حد پر پہنچ گیا تو دندان شکن جواب کا مستحق بنا، اس لئے کہ وہ خدائی کا مدعی تھا اور اس کی قوم باوجود اس کے باطل پر ہونے کے اس کی خواہش کے مطابق تعظیم وتکریم کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (۲)

''کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا تھا؟ جھگڑا اس بات پر تھا کہ ابراہیم کا رب کون ہے اور اس وجہ سے (جھگڑا کیا) کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دی تھی۔ جب اس نے کہا میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور

(۱) العنکبوت ۲۹: ۴۶ (۲) البقرہ ۲: ۲۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت ہے۔ تو اس نے جواب دیا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اچھا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم ذرا اسے مغرب سے نکال کر دکھاؤ۔ یہ سن کر حق کا منکر ششدر ہوگیا۔ بے شک اللہ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھاتا''۔

عجیب وغریب جوابوں کے چند نمونے ذیل میں دیئے جارہے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

ایک داعی عورتوں کے مجمعے میں اسلام میں تعددِ ازدواج کے نام پر لیکچر دے رہے تھے، انہوں نے اپنی گفتگو میں حقیقت پسندی کے ساتھ بڑی عمدگی سے اور جامع طریقے سے اپنی بات پیش کی۔ اعداد وشمار سے اپنی بات کو صحیح ثابت کیا اور تعددِ ازدواج کے فوائد کو ثابت کرنے کے لئے عقلی اور نقلی ٹھوس دلائل دیئے۔ لیکن وہاں پر موجود عورتوں میں سے اچھی خاصی تعداد مطمئن نہیں ہورہی تھی بلکہ انہوں نے بحث برائے بحث اور لاحاصل گفتگو کرنا شروع کردی۔ چنانچہ لیکچر دینے والے صاحب نے انہیں دوسرے طریقے سے خاموش کرانے کی ٹھانی۔ انہوں نے ان سے کہا: درحقیقت تعدّدِ ازدواج کی ذمہ دار خود عورت ہے نہ کہ مرد۔ خواتین نے اس بات کو عجیب سمجھا اور اس کا انکار کیا تو اس نے کہا: اگر ہر عورت دوسری بیوی بننے سے انکار کردے تو تعدّدِ ازدواج کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوگا۔

۲- یہ تاریخی واقعہ بھی عجیب مثال ہے کہ ایک آدمی نے چند ایسے ملحدوں سے مناظرہ کیا جو دنیا کے وجود میں آنے کے لئے اتفاق کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کررہے تھے۔ جب مناظرے نے طول پکڑا اور بحث بڑھ گئی تو اس نے انہیں دوسرے وقت بحث کے لئے بلایا تاکہ کچھ دوسرے شواہد پیش کئے جائیں جو اس معاملے کا فیصلہ کریں اور بتائیں کہ کس کی بات صحیح ہے۔ جب ملاقات کا مقررکردہ وقت ہوا تو یہ صاحب کچھ دیر سے پہنچے، اس پر جو مجمع ان کا منتظر تھا وہ انہیں دیر سے آنے پر ملامت کرنے لگا۔ اس نے کہا ذرا دیر کرنے کے سلسلے میں میری بات سنیں، ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ میرا عذر تسلیم کرلیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں شہر کے دوسرے حصے میں رہتا ہوں جہاں درمیان میں دریا بہتا ہے، یہاں آنے کے لئے جب میں دریا پر پہنچا تو اس طرف آنے کے لئے مجھے کشتی نہیں ملی اور اسی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی۔ اس پر ایک شخص نے کہا: جب کشتی نہیں تھی تو آپ یہاں کیسے پہنچے؟ وہ صاحب بولے میرا بخت بیدار ہوا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق نے میری مدد کی، ایک لکڑی کا تختہ دریا میں تیرتا ہوا آیا اور میرے سامنے آکر رک گیا، پھر بہت سے دوسرے تختے آئے اور اس پہلے تختے کے چاروں طرف عمودی صورت میں جڑتے گئے، پھر دریا نے بڑے موٹے رسے پھینکے جو تختوں کے چاروں طرف مضبوطی سے لپٹ گئے اور انہیں باندھ دیا۔ اس طرح میں نے اپنے سامنے ایک چھوٹی سی کشتی موجود پائی جس سے میں دریا عبور کرکے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ انہوں نے کہا: تمہارا بھلا ہو کیا ہم سے مذاق کررہے ہو؟ یہ تو اَن ہونی اور ناممکن بات ہے۔ اس نے کہا تم لوگ تو گھاٹے میں رہے کہ تم نے خود اقرار کرلیا، تمہاری عقلیں ایک چھوٹی سی کشتی کے اتفاق سے بن جانے کا انکار کررہی ہیں لیکن دوسری طرف اس حیرت انگیز دنیا کے اتفاق سے وجود میں آنے کو تسلیم کرتی ہیں جو کشتی سے لکھوکھا درجہ زیادہ بڑی مضبوط اور پختہ ہے۔

۳- دندان شکن جواب کے سلسلے کی ایک یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک نوجوان نے کسی داعی سے درج ذیل سوال جواب کیے:

محترم مجھے ایک سوال کرنے کی اجازت دیں گے؟ آپ نے اپنی ڈاڑھی کیوں بڑھائی ہے جبکہ ابھی تو آپ نوجوان ہیں؟

داعی نے جواب دیا اور آپ نے کیوں منڈاوئی ہے؟ اس پر نوجوان نے جواباً کہا کہ میں ایک آزاد مرد ہوں جو چاہوں کروں۔

داعی نے فوراً کہا: میں بھی غلام نہیں اپنے کام میں آزاد ہوں۔

نوجوان بولا: لیکن آپ کے لئے ڈاڑھی بڑھانا عجیب بات ہے۔

داعی نے کہا: بلکہ عجیب بات تو اس کا منڈانا ہے۔ میں نے اسے فطری طریقے سے بڑھنے کے لئے چھوڑ دیا ہے لیکن تم سے اسے مونڈنے کے بارے میں ضرور سوال ہوسکتا ہے۔

نوجوان نے کہا: بدن کے سب بال نہ تو مونڈے جاسکتے ہیں اور نہ سب کو چھوڑ جاسکتا ہے۔

داعی نے پوچھا: وہ کون سے ہیں؟

نوجوان نے کہا: جیسے سر کے بال چھوڑے جائیں گے، البتہ اس کے علاوہ دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالوں کا مونڈنا اچھا ہے۔

داعی نے فوراً کہا: میں نے یہ چاہا کہ میرا منہ میرے سر کی طرح ہو، اس پر وہاں موجود لوگ ہنس پڑے اور نوجوان شرمندہ ہو کر لوٹ گیا۔

۴- ایک آدمی قومی روایات (لوک ورثہ) کا بڑا دلداہ تھا، جیسے لباس، کھانا، برتن اور اس قسم کی دوسری باتیں۔ لیکن دوسری طرف عورتوں کے پردے پر چوٹیں کرتا رہتا تھا، اسے پس ماندگی کا سبب قرار دیتا اور دقیانوسیت کی نشانی کہتا تھا۔ ایک داعی نے اس سے بات کی، چنانچہ جب اس کو اس نے عناد، جہل اور تعصب کی بنا پر بے بس کر دیا تو اس داعی نے صراحت سے کہا تم ایسے شخص ہو کہ اپنی ذات کے ساتھ بھی سچے نہیں بلکہ تضاد و تناقض میں مبتلا ہو۔ اس نے جواب دیا یہ کیسے؟ داعی نے پوچھا تم پرانے فیشن اور دوسری قومی روایات کو کیوں پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا کیونکہ یہ لوک ورثہ ہے اور ہر قوم آج کل اپنے لوک ورثہ کی طرف توجہ دے رہی ہے اور اسے اختیار کر رہی ہے۔

داعی نے کہا: بہت اچھا تو پھر پردے کو اس لوک ورثہ میں شمار کرو جس کی طرف توجہ دینے کے لئے تم لوگوں کو بلاتے ہو اور پردہ دار عورتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

۵- ایک شخص موجودہ جدید معاشرت کا دلدادہ تھا اور امت کی پس ماندگی کا تذکرہ کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے باتیں کرتے ہوئے کہا: لوگ تو چاند پر جا پہنچے ہیں لیکن ہم پردے کے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا پردے کا اس سے کیا واسطہ ہے۔ اس شخص نے کہا یہ پردہ امت کی ترقی و پیش رفت میں رکاوٹ ہے، تو اس نے کہا بہت اچھا، لیکن بعض ملکوں میں خواتین کی کافی بڑی تعداد نے پردہ چھوڑ دیا ہے اس کے باوجود وہ چاند تک نہیں پہنچ پائے۔

لوگوں کو دعوت دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے، چاہے وہ حاکم ہوں یا محکوم، کیونکہ چیلنج کا اسلوب اگرچہ مضبوط دلائل سے ہی کیوں نہ ہو فریقِ مخالف کو ناراض ہی کرتا ہے۔ اس لئے گفتگو کی زبان نرم و شیریں ہوتا کہ باتوں کا تبادلہ ہوتا رہا اور پتھروں کی مانند سخت نہ ہو کہ فریقین ایک دوسرے کو مارتے رہیں۔

شیریں زبانی کے بارے میں شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے:

بشیریں زبانی ولطف وخوشی　　　توانی کہ پیلے بموئے کشی

یعنی میٹھی زبان اور مہربانی اور خوشی سے تم ہاتھی کو بال سے کھینچ سکتے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب گفتگو کسی سرکش سے ہو جو ظلم میں مشہور ہو اور گفتگو کرنے میں اس کا مقصد بھی سوائے دشمنی قائم رکھنے کے اور کچھ نہ ہو، پھر نتیجہ پہلے سے معلوم ہو تو ایسی حالت میں مظلوم حتی الوسع، خاص طور پر جب ایسے علماء میں سے ہو جس کے پیروکار زیادہ ہیں، حق بات ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرے اور ظلم کے سامنے نہ جھکے اگر چہ نتیجہ میں شہیدوں کی صف میں شامل ہونے کی نوبت آ جائے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی ہے:

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ وَرَجُلٌ قَامَ إِلَىٰ إِمَامٍ جَائِرٍ أَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ. (۱)

''شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ ہیں اور وہ آدمی ہے، جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر امر و نہی کا فریضہ انجام دیا جس پر اس نے اسے قتل کر دیا''۔

دین کے غلبے اور اس کے استحکام کے لئے جان و مال کا خطرہ مول لینا شریعت کا حکم ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب عالم تقیہ کر کے جواب دے گا تو حق واضح نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ان لوگوں میں ہے جس کی پیروکار بہت سی خلق ہے۔

۶- حق کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرنے کی بہترین مثال امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ) کا مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں ثابت قدم رہنا اور آزمائش سے گذرنا ہے۔ چنانچہ عراق کے والی اسحاق بن ابراہیم نے چند سرکردہ علماء اور فقہاء کو اپنے پاس بلایا تا کہ ان سب سے خلقِ قرآن پر اقرار و توثیق لے کر مامون الرشید (۱۷۰-۲۱۸ھ) کو اطلاع کرے۔ اس کے مطالبے پر سوائے چار آدمیوں کے تمام نے اس کا اقرار کر لیا۔ اس پر ان چاروں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ دوسرے دن دو اور نے ہتھیار ڈال دیئے اور امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح اپنے موقف پر جمے رہے۔ چنانچہ انہیں طرطوس میں مامون کے پاس روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ راستے میں تھے کہ ابن جعفر انباری دریائے فرات عبور کر کے احمد بن حنبل کے پاس ملاقات کے لئے پہنچا تو امام احمد بن حنبل نے ان سے کہا ابو جعفر آپ نے بڑی تکلیف کی۔ اس نے جواب دیا: اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے اور مزید کہا: آپ اس وقت علم کے سردار ہیں اور لوگوں کو آپ پر اعتماد اور بھروسہ ہے، بخدا! اگر آپ نے خلق قرآن کے مسئلے کو تسلیم کر لیا تو آپ کے اس رویئے کی وجہ سے اللہ

---

(۱) حاکم فی المستدرک۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مخلوق میں سے ایک بڑا حصہ اس بات کو تسلیم کرلے گا، اور اگر آپ نے اسے تسلیم نہیں کیا تو لوگوں کا بڑا حصہ اس مسئلے کو قبول کرنے سے رک جائے گا۔ نیز یہ بات بھی آپ کے سامنے رہے کہ اگر آپ کو مامون نے قتل نہیں کیا تو بھی آپ کو مرنا تو ضرور ہے اور موت سے کوئی مفر نہیں ہے، اس لیے اللہ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی کوئی بات قبول نہ کریں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر امام کے آنسو رواں ہوگئے اور وہ کہنے لگے ماشاء اللہ ماشاء اللہ، پھر ان لوگوں کو مامون کی موت کی خبر پہنچی اور دورانِ سفر محمد بن نوح بھی فوت ہوگئے، اس طرح انہوں نے اس فتنے سے راحت پائی اور اپنے رب کی طرف راضی خوشی روانہ ہوگئے۔

امام احمد بن حنبل جیل میں اٹھائیس مہینے تک رہے، اس پورے عرصے میں وہ ثابت قدم رہے اور اپنی رائے اور موقف کو ذرہ برابر تبدیل نہیں کیا۔ اس دوران میں ان پر آزمائش میں سختی آنی شروع ہوئی جو آخرکار اپنی انتہاء کو پہنچی تو ان کے پاس ان کے چچا آئے اور ان سے کہا: ابوعبداللہ تمہارے ساتھیوں نے بات تسلیم کرلی ہے، تم نے بھی اپنے اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کردیا ہے اب تم ہی اکیلے جیل اور تنگی میں رہ گئے ہو۔ اس پر امام احمد نے کہا:

چچا جان! جب عالم اپنی بات تقیہ کرکے بیان کرے اور جاہل نہ سمجھیں تو حق کیسے واضح ہوگا؟ اس پر انہوں (چچا) نے تقیہ کے بارے میں آمدہ احادیث بیان کیں تو امام احمد نے کہا: آپ حضرت خباب والی حدیث کی کیا تاویل کریں گے؟ ''کہ تم سے پہلی امتوں کے لوگوں میں بعض آرے سے چیرے جاتے تھے لیکن یہ عذاب انہیں ان کے دین سے نہیں رک سکتا تھا''۔ اس پر وہ ان سے مایوس ہوکر چلے گئے۔

پھر امام احمد نے ایک دن کہا: مجھے جیل کی تو پرواہ نہیں ہے اور نہ تلوار سے قتل ہونے کی، میری منزل ایک ہی ہے اور وہ ہے حق پر جمے رہنا اور حق بات کہنا البتہ کوڑوں کے فتنے کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں انہیں برداشت نہ کرسکوں۔ ان کی یہ بات جب بعض قیدیوں نے سنی تو انہوں نے کہا: ابوعبید اللہ اس بات کی زیادہ پرواہ نہ کریں کیونکہ یہ احساس دو کوڑے پڑنے تک ہے اس کے بعد آپ کو کوئی خبر نہیں رہے گی کہ باقی کہاں پڑے ہیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو ان کا خوف جاتا رہا اور وہ مطمئن ہوگئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب امام احمدؒ کو معتصم باللہ (۱۸۰ تا ۲۲۷) کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا تو انہوں نے خلق قرآن کے بارے میں ان کے خیال و خواہش کے مطابق بات کرنے سے انکار کر دیا اور جب بحث میں کافی وقت گذر گیا تو معتصم نے انہیں پکڑنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیا اور جلاد کوڑے مارنے کے لئے آگے بڑھا۔ جب اس نے امام احمد کو پہلا کوڑا مارا تو انہوں نے کہا: بسم اللہ، جب دوسرا مارا تو کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ، پھر جب تیسرا مارا تو انہوں نے کہا: قرآن اللہ کا کلام ہے جو غیر مخلوق ہے اور جب چوتھا مارا تو انہوں نے کہا
قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ (۱)

''کہہ دیجئے کہ ہمیں وہی تکلیف پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے''۔
پیٹھ پر کوڑے پڑتے رہے یہاں تک کہ وہ ڈیڑھ سو ہو گئے تو امام صاحب بے ہوش ہو گئے اور اپنے گھر لائے گئے۔ اس دوران انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کر دی اور میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے سے اس طرح نجات ہو کہ بات برابر سرابر ہو جائے کہ نہ تو میرے ذمے کچھ رہے اور نہ مجھے کچھ حاصل ہو۔

جب خلیفہ واثق باللہ (۱۹۶-۲۳۲ھ) کا دور آیا تو اس نے حضرت احمد بن حنبل سے کچھ نرمی کی اور ان کو گھر میں نظر بند کر دیا اور حکم دیا کہ ان سے کوئی ملاقات نہ کرے۔ چنانچہ امام صاحب گھر میں بند رہتے، نماز کی جماعت اور جنازہ تک میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہی درس دے سکتے تھے۔ تا آنکہ واثق باللہ فوت ہو گیا۔

خلق قرآن کا مسئلہ تمام لوگوں کی زبان پر عام ہو گیا اور بعض لوگ اسے عجیب بات سمجھتے تھے، اس بارے میں ایک بہت ہی عجیب بات بیان کی گئی ہے کہ ایک مسخرہ واثق باللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین اللہ آپ کو قرآن کے فوت ہونے پر اچھا اجر عنایت کرے۔ تو انہوں نے جواب میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ کمبخت قرآن کبھی فوت ہوتا ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین، ہر مخلوق مرتی اور فنا ہوتی ہے، بخدا! امیر المؤمنین لوگ تراویح کس سے پڑھیں گے؟ اس پر واثق ہنس پڑا اور کہا: خاموش ہو جا، خدا تجھے برباد کرے۔

جب معاملہ اس حد کو پہنچ گیا تو واثق نے اپنی انتہا پسندی اور شدت میں کمی کر دی۔

---

(۱) التوبہ ۹:۵۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب متوکل علی اللہ (۲۰۷-۲۴۷ھ) کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور آئی تو اس نے اس سلسلے کے قیدیوں کو رہا کر دیا اور جنہیں تکلیف پہنچی تھی ان کی تلافی اور دلجوئی کی اور خلق قرآن کے بارے میں بات کرنے سے روک دیا۔

۷- دلچسپ گفتگو کے بارے میں ایک مثال پیش کی جارہی ہے۔ یہ گفتگو حجاج بن یوسف ثقفی (۴۱ تا ۹۵ھ) جو کہ ظلم میں بڑا مشہور تھا اور تابعین میں سے ایک بہت بڑے عالم سعید بن جبیر کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت سعید نے بنو امیہ سے خروج کیا تھا (بغاوت کی تھی) اور جا کر خارجیوں سے مل گئے تھے، پھر حکومت کی مخالف اور بغاوت کے الزام میں گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے گئے، چنانچہ حجاج نے اَن جان کر ان سے پوچھا: تم کون ہو؟

سعید: سعید بن جبیر۔

حجاج: ٹھٹھا کرتے ہوئے: بلکہ شقی بن کُسیر (بدبخت ولد شکستہ، نام کو معنیٰ کے لحاظ سے الٹ دیا)۔

سعید: میری والدہ میرے نام اور میرے والد کے نام کے بارے میں زیادہ جانتی تھی۔

حجاج: تو بدبخت اور تیری ماں بدبخت۔

سعید: غیب کا علم تمہیں نہیں، کوئی اور ذات جانتی ہے۔

حجاج: تمہیں دنیا میں ہی آگ میں ڈال دوں گا جو تمہیں جلا کر بھسم کر دے گی۔

سعید: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے تو میں تمہیں خدا بنا لیتا۔

حجاج: تمہارا محمدؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

سعید: آپؐ رحمت کے نبی ہیں اور ہدایت کے امام ہیں۔

حجاج: حضرت علیؓ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا وہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں؟

سعید: اگر میں اس میں داخل ہوتا اور جو اس میں ہیں انہیں پہچان سکتا تو اس میں رہنے والوں کو بھی پہچان لیتا۔

حجاج: تمہارا دوسرے خلیفوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید: میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

حجاج: ان میں تمہیں پیارا کون ہے؟

سعید: جو میرے خالق کو زیادہ راضی کرنے والا ہے۔

حجاج: اچھا تو ان میں سے خالق کو راضی کرنے والا کون ہے؟

سعید: اس بات کا علم اس ہستی کے پاس ہے جو ان کے راز اور ان کی سرگوشیاں جانتا ہے۔

حجاج: میں چاہتا ہوں کہ تم میری تصدیق کرو۔

سعید: اگر میں تم سے محبت نہیں کرتا تو تمہاری تکذیب بھی نہیں کرتا۔

حجاج: تم ہنستے کیوں نہیں؟

سعید: وہ شخص کیسے ہنسے گا جو مٹی سے پیدا ہوا ہے اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے۔

حجاج: ہم کیوں ہنس رہے ہیں؟

سعید: تمام دل یکساں نہیں ہیں۔

پھر حجاج نے خادمین کو حکم دیا کہ انہیں تنگ کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے سارنگی اور بانسری بجائیں، اس پر حضرت سعید کو ذہنی تکلیف ہوئی۔ پھر انہیں وہاں سے نکلنے کا حکم دیا تو وہ نکلتے ہوئے ہنسنے لگے۔ اس پر حجاج نے پھر بلایا اور ان سے پوچھا کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی ذات پر تمہاری جرأت کرنے سے اور تم پر اللہ کے حلم کرنے سے۔

حجاج: سعید تمہاری بربادی ہو۔

سعید: بربادی اس کی ہے جو جنت سے دور ہوا اور دوزخ میں داخل ہوا۔

حجاج: اچھا سعید بتاؤ تمہیں کس طرح قتل کیا جائے؟

سعید: تم اپنے لئے جس طرح قتل ہونا چاہتے ہو (اس طرح قتل کرو) اللہ کی قسم تم جس طرح مجھے قتل کرو گے اسی طرح اللہ تعالیٰ آخرت میں تمہیں قتل کرے گا۔

حجاج: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معاف کروں؟

سعید: اگر معافی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے، باقی تمہارے لئے نہ تو برأت ہے نہ عذر۔

جب بات اس حد کو پہنچی تو حجاج نے اپنے سپاہیوں کی طرف توجہ کی، اور انہیں ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس پر سعید نے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (۱)

''میں نے اپنا رخ یکسو ہوکر اطاعت کرتے ہوئے اس ذات کی طرف پھیرلیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں''۔

حجاج: اس کا منہ قبلہ سے ہٹادو۔

سعید: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ. (۲) ''پس جس طرف بھی رخ کرو تم اس طرف اللہ تعالیٰ کا رخ ہے''۔

حجاج: اسے منہ کے بل اوندھا لٹادو۔

سعید: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى. (۳)

''ہم نے تمہیں اسی سے پیدا کیا ہے، اسی میں تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے''۔

حجاج: اسے ذبح کرو۔

سعید: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔ یہ مجھ سے (کلمہ شہادت) لو حتیٰ کہ مجھ سے قیامت کے دن اس کے ساتھ ملو، اے اللہ، میرے بعد کسی اور پر اسے قتل کی قدرت نہ دے''۔

بات ختم ہوئی اور ایک عظیم عالم کی روح اپنے مولیٰ کے پاس ظلم کی شکایت کرتے ہوئے پرواز کرجاتی ہے۔

(۱) الانعام ۶: ۷۹۔ (۲) البقرہ ۲: ۱۱۵۔ (۳) طٰہٰ ۲۰: ۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف اور محبت

عام طور پر نقطہ نظر کا اختلاف چاہے دوستوں اور ساتھیوں کے درمیان ہی ہو، دوستی ومحبت کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ تمہیں کوشش کرنی چاہئے کہ اس طرح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ وقت بوقت، مناسب موقع پر اپنے بھائی یا دوست سے محبت کا اظہار کریں، اس کے گھر ملاقات کے لئے جائیں، مناسب مواقع پر اسے مبارک دیں، اسے تحفے تحائف پیش کریں۔ اس کے اچھے کاموں پر اس کی تعریف کریں اور اس کی موجودگی میں اور غائبانہ اس کی خوبیوں کی تعریف کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ مناظرہ، بحث و مباحثہ اور گفتگو عام طور پر دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور کبیدہ خاطری کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا جب آپ گفتگو کر رہے ہیں تو اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں نیز گفتگو کے خاتمے پر کسی کے خلاف حتی الوسع دشمنی کا اظہار نہ کریں اور یہ بات یاد رکھیں۔

وَاخْتِلَافُ الرَّأْيِ لَا يَفْسُدُ لِلْوُدِّ قَضِيَّةً

''یعنی اختلاف رائے سے دوستی میں بگاڑ نہیں آنا چاہیے۔ اور ایک دوسرے دانشور کا قول ہے:

وَ فِي الرَّأْيِ تَضْطَغِنُ الْعُقُوْلَ وَ لَيْسَ تَضْطَغِنُ الصُّدُوْرِ.

''رائے کے اظہار میں عقلیں تنگ ہو جاتی ہیں لیکن سینے تنگ نہیں ہوتے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجے پر پہنچنا

گفتگو میں بات سے بات نکلتی رہتی ہے۔ اکثر مباحثہ کا موضوع پھیل جاتا ہے اور اصل موضوع سے بات آگے بڑھ کر فروعات میں چلی جاتی ہے۔ اس لئے جب تمہیں محسوس ہو کہ مباحثہ اپنی راہ سے ہٹ رہا ہے تو اسے اصل موضوع کی طرف لوٹا دو اور مباحثہ کا پھل حاصل کرنے کی کوشش کرو، چاہے یہ پھل حق پر مطمئن ہونے کی صورت میں ہو یا عمل کرنے پر آمادگی کی شکل میں ہو۔ نیز بے مقصد جھگڑنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اس میں وقت کا ضیاع، محنت کی بربادی ہے اور یہ دلوں میں دوری پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ عام طور پر گفتگوؤں اور مباحثوں میں بات ایک نقطے سے دوسرے نقطے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس طرح دوسرے سے تیسرے کی طرف، پھر بعض اوقات پہلے کی طرف لوٹ آتی ہے اور بہت سے موضوعات پر غیر منظم گفتگو ہوتی ہے اور خیالات، جذبات، مختلف احساسات اور سوچ اس طرح سے خلط ملط ہوجاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسی نشست کے اختتام پر جو دو گھنٹے تک جاری رہی ہو یہ کوشش کرکے اس کے آغاز وانجام کو باہم مربوط کرنا چاہے تو اسے خاصی دقت پیش آئے گی اور زیرِ بحث موضوعات کا شمار مشکل ہوگا۔

اس قسم کی گفتگو سے وقت، محنت اور طاقت کا زیاں ہی ہوتا ہے، مباحثہ بے فائدہ اور سطحی رہتا ہے اور اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا گفتگو کرنے والے کے جہاں تک بس میں ہو بات کو اصل نقطے سے وابستہ رکھنے اور اس کو پھیلنے اور منتشر ہونے سے بچائے تاکہ بات کسی واضح اور متعین نتیجے پر پہنچے اور لوگ اس سے کوئی واضح مقصد حاصل کریں، جیسے کسی اصول کا تعین کرنا، یا کسی کتاب سے واقفیت یا کسی مولف کی تعریف کرنا وغیرہ۔

اسی طرح خطاب اور لیکچر کے آخر میں بہتر یہ ہے کہ انسان پھیلے ہوئے موضوع کو متعین ومحدود نکات میں سمیٹ کر بات کا خلاصہ تیار کرلے۔ اس کے بڑے فائدے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، کیونکہ زیادہ باتیں ایک دوسرے سے خلط ملط ہونے کی بناء پر بھول جاتی ہیں اور بعض اوقات سننے والوں کے ذہن میں یہ متعین نکات ہی باقی رہتے ہیں۔

اسی انداز سے کسی معاملے میں گفتگو کرنے سے پہلے یا کوئی بڑا کام کرنے سے پہلے وہ اپنے آپ سے ان چار سوالوں کے جواب پوچھ لے تو اس بات کا امکان ہے کہ اس کا یہ کام نتیجہ خیز ہوگا۔

(۱) کیا (نوعیت)۔ (۲) کیوں (وجہ)۔ (۳) کیسے (طریقہ کار)۔ (۴) کب (وقت/ ٹارگٹ)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غصہ نہ کرنا

گفتگو میں جب آپ کا مقابل آپ کی رائے سے اتفاق نہ کرے تو آپ کو غصہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی آپ کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ جس بات کو آپ صحیح اور حق سمجھتے ہیں اس پر لوگوں کو مجبور کریں، اس لیے کہ لا اکـراہ فـي الدين. (۱) ''یعنی دین میں زور و جبر نہیں ہے''۔ تو پھر نقطۂ نظر میں تو بطریقِ اولیٰ زور و جبر نہیں ہونا چاہیے۔

امام مالکؒ بن انس (۹۳-۱۷۹ھ) مدنی حضرات سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث لینے میں تمام ائمہ سے زیادہ یقین اور پختگی کا مظاہرہ کرتے تھے اور سند کے لحاظ سے بھی ثقہ (پختہ) تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب المؤطا مرتب کی جس میں انہوں نے اہلِ حجاز کی قوی حدیثیں لینے کا اہتمام کیا، صحابہ کے اقوال اور تابعین کے فتوے جو ان کے نزدیک ثابت شدہ تھے نقل کیے اور اسے فقہی ابواب کے لحاظ سے مرتب کیا، جس میں ابواب کی بہترین ترتیب رکھی۔ المؤطا کو امام مالکؒ کے چالیس سالوں کی محنت کا ثمرہ شمار کیا گیا ہے۔ یہ صحیح احادیث اور فقہ اسلامی کی پہلی کتاب ہے جو منصۂ شہود پر آئی، ان کے دور کے ستر حجازی علماء نے اس کتاب کے موافقت و تائید کی ہے، باوجود اس پذیرائی کے جب خلیفہ منصور نے اس کے چند نسخے تیار کرانے اور شہروں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا اور اختلاف ختم کرنے کے لئے لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دینا چاہا تو اس پر سب سے پہلے اعتراض کرنے کرنے والے خود امام مالک تھے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین ایسے نہ کریں، اس لئے کہ لوگوں کے پاس پہلے اقوال پہنچ چکے ہیں، انہوں نے احادیث سنی ہیں اور روایتیں بیان کی ہیں اور ہو گروہ کو جو باتیں پہلے پہنچیں وہ انہوں نے لے لی ہیں لہٰذا لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان میں سے ہر علاقے کے لوگوں نے جو کچھ اختیار کرلیا ہے اس پر انہیں رہنے دیں۔ اس پر خلیفہ نے کہا: اے ابوعبداللہ، اللہ آپ کو حق کی مزید توفیق دے۔

حضرت عمرؓ جب خلیفہ تھے تو عبداللہ بن مسعودؓ ان کی طرف سے عامل (گورنر)

---

(۱) البقرۃ ۲:۲۵۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مختلف مسائل میں ان دونوں کے نقطہ ہائے نظر مختلف تھے، تو کیا امیر المؤمنین نے اپنے عامل کو اپنی رائے پر مجبور کیا؟ ہرگز نہیں۔ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ کی رائے تقریباً ایک سو مسائل میں حضرت عمرؓ کی رائے سے مختلف تھی۔ جب ان حضرات کی یہ حالت ہے تو آپ اور میں کس کھیت کی مولی ہیں کہ دوسرے پر ناراض ہوں اور لوگوں کو اپنی رائے پر مجبور کریں۔ یہ ایسی بات ہے کہ جو عمر بن خطابؓ اور امام مالک بن انس نے نہیں کی تو پھر ہم کیوں کریں؟

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے کی صحت پر اطمینان کے باوجود اختلاف

جب آپ گفتگو کر رہے ہیں اور حق پر بھی ہیں تو بھی یہ امید نہ رکھیں کہ لوگ آپ کو موافقت کریں گے اور آپ کے دلائل پر مطمئن ہو جائیں گے، کیونکہ انسانی نفس عجیب قسم کے مختلف عوامل سے مل کر بنا ہے، ان میں سے ایک عامل خواہش کا ہے۔ جب خواہش آدمی پر غالب آجائے تو کوئی حجت، کوئی منطق اور کوئی دلیل کام نہیں دیتی۔

اس اصول کی صداقت کی واضح ترین مثال وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوم سے پیش آئی۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بت پرستوں کو حق کی دعوت دی اور ان پر اپنے قول اور عمل سے یہ حقیقت واضح کی کہ یہ بت عبادت کی مستحق نہیں ہیں۔ اس لیے کہ یہ ہاتھوں کے بنے ہوئے ہیں، یہ کوئی سمجھ نہیں رکھتے، حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی کوئی مصیبت نہیں ٹال سکتے۔ اس پر وہ ان کی بات کے قائل ہو گئے، اپنے ظالم ہونے کا اقرار کرلیا اور ذلت و خواری سے اپنے سر جھکا لیے، لیکن کیا انہوں نے اسی بات کا اعتراف کرلیا؟ ہرگز نہیں، کیا انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنا راستہ لیں؟ ان میں سے کوئی بات انہوں نے اختیار نہیں کی بلکہ انہیں جلانے اور ان کا کام تمام کرنے کا ارادہ کیا۔ آیئے ذرا قرآن کی گفتگو کے اعجاز پر غور کریں، اور دیکھیں کہ اس گفتگو اور مباحثے سے کیا دلچسپ سبق حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۔ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۔ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۔ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۔ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۔ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۔ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۔ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْآ اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۱)

''اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی ہوشمندی بخشی تھی اور ہم اس کو خوب جانتے تھے، یاد کرو وہ موقعہ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیاں کیسی ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا''۔ اس نے کہا: ''تم بھی گمراہ ہو تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' انہوں نے جواب دیا: ''کیا تو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''نہیں بلکہ فی الواقع تمہارا رب وہی ہے جو زمین و آسمان کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں اور اللہ کی قسم میں تمہاری موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا''۔ چنانچہ اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (انہوں نے آ کر بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے ''ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ''۔ (بعض لوگ) بولے ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے سنا ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔'' انہوں نے کہا ''تو پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (اس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)'' (ابراہیم علیہ السلام کے آنے پر) انہوں نے پوچھا ''کیوں ابراہیم تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟'' اس نے جواب دیا ''بلکہ یہ سب ان کے سردار نے کیا ہے، ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں''۔ یہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے ''واقعی تم خود ہی ظالم ہو''۔ مگر پھر ان کی رائے بدل گئی اور بولے ''تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں''۔ ابراہیم نے کہا ''پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان۔

(۱) الانبیاء ۲۱: ۵۱-۶۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟'' انہوں نے کہا ''جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے''۔

انہیں دلیل و حجت کی طاقت نے بے بس کر دیا تو انہوں نے طاقت کا سہارا لیا۔ یہ ایسی مثال ہے جو زمانے کی گردش کے ساتھ لوٹی رہتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے:

طریقۂ جاہلاں است چوں بحجت برابر نیا نند سلسلۂ دشمنی بجنبا نند

جاہلوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب دلیل و حجت میں مقابلہ نہ کر سکیں تو دشمنی کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔

یہی حال سچے یوسف کے ساتھ ہوا، عزیز کی بیوی نے ان پر جو تہمت لگائی تھی اس پر ان کی برأت کا ثبوت مل گیا۔ اس کے خاندان کے ایک فرد نے گواہی دے دی اور ان لوگوں نے اعتراف بھی کر لیا کہ یہ ساری سازش اس عورت کی تیار کردہ تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے حضرت یوسف کو قید میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ. (۱)

''پھر ان لوگوں کی سمجھ میں یوں آیا کہ اس کو ایک مدت تک قید میں ڈال دیں''۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی طرف قطعی معجزات دے کر بھیجا، تو انہوں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، اس کے باوجود عناد و دشمنی اختیار کی اور تکبر و ضد سے حق کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ. فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ. وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ. (۲)

''اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو ڈالو، چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ یہ (دو نشانیاں) نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس قوم کی طرف (لے جانے کے

---

(۱) یوسف ۱۲: ۳۵۔ (۲) النمل ۲۷: ۱۲-۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے) وہ بڑے بدکردار لوگ ہیں۔ مگر ہماری کھلی کھلی نشانیاں ان لوگوں کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا۔ حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب منطق بے بس ہو جائے

گفتگو میں بعض اوقات منطق اور دلائل بے اثر ہو جاتے ہیں تو اس وقت محبت اور احسان، فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں منطق کی لاٹھی کا سہارا چھوڑ کر لطف ومحبت سے کام لینا چاہیے تاکہ کامیابی حاصل ہو، یہ نصیحت خاص طور پر ملامت کرنے کے عادی والدین، نقاد شوہروں، درشت مزاج اساتذہ اور غصیلے سرداروں کے لئے بہت مفید ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ. (۱)

''نرمی جس چیز میں بھی ہوگی اسے زینت بخشے گی اور جس چیز سے یہ نکالی جائے گی تو اسے عیب دار کر دے گی''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ يُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ. (۲)

''بیشک اللہ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو کچھ دیتا ہے اتنا سختی پر نہیں دیتا، بلکہ اس کے سوا کسی چیز پر اتنا نہیں دیتا''۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ. (۳)

''جو نرمی سے محروم رہا وہ تمام بھلائی سے محروم رہا''۔

ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو ارشاد فرماتے:

بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا. (۴)

''بشارت دو اور متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو''۔

---

(۱) مسلم۔ (۲) ابوداؤد۔ (۳) مسلم۔ (۴) بخاری، مسلم، ابوداؤد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس معنیٰ کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ. (۱)

''اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں۔تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت بڑھی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن جائے گا''۔

جب گفتگو میں کھینچا تانی شروع ہوجائے۔ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک پر عداوت کی کیفیت طاری ہونے لگےتو ایسی حالت میں اگر دوسرا اسے اچھائی سے ٹالے گا تو یہ عداوت محبت میں بدل جائے گی۔ البتہ برائی کو اچھائی سے دور کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے کہ ہر ایک اس پر قادر ہو بلکہ اس کے لئے نفس کی تربیت، صبر اور مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ. (۲)

''یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑی نصیبے والے ہیں''۔

---

(۱) فصلت ۴۱: ۳۴۔ (۲) فصلت ۴۱: ۳۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متکلم کا ضمیر استعمال نہ کرنا

داعی کے لئے بہتر ہے کہ اپنی گفتگو میں متکلم کا ضمیر استعمال کرنے سے گریز کرے، جیسے میں نے اس طرح کیا ہے اور اس نکتہ کی شرح کرنا چاہتا ہوں، اور میری رائے زیرِ بحث موضوع میں اس طرح ہے۔ اسی طرح اسے چاہیے کہ جمع اور جماعت کی ضمیر استعمال کرنے سے بھی کنارہ کشی کرے، جیسے: ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوگی۔ یہ اس لیے کہ جب وہ بات کرنے کا یہ طریہ استعمال کرے گا، تو ڈر یہ ہے کہ وہ جانتے بوجھتے یا ان جانے میں اپنے نفس کی تعریف و مدح میں مبتلا ہوجائے گا اور اپنی علمی پختگی اور تجربہ پر یقین کرے گا، پھر اس کی وجہ سے بہت بڑی اور بنیادی غلطی یعنی نیت کے فساد میں مبتلا ہوجائے گا۔

دوسرے یہ کہ بات کی یہ قسم سننے والے پر ایسا منفی وسلبی اثر چھوڑتی ہے جس سے وہ اس شخص سے دور ہوجاتا ہے اور کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے۔ انسان اپنی طبیعت کے اعتبار سے اس شخص سے نفرت کرتا ہے جو اس پر اپنی علمیت جتائے اور اسے ایسا جاہل شمار کرے کہ وہ اس سے کچھ سیکھے۔ اس کا منطقی بدل اور صحیح رویہ یہ ہے کہ آدمی گفتگو کرتے ہوئے ایسے صیغے استعمال کرے کہ جن میں علم کی نسبت اس کی ذات کی طرف نہ ہو پھر ایسا انداز اختیار کرے جو حقیقت کی طرف اشارہ کرے اور فضیلت کی نسبت اس کے ساتھیوں کی طرف کرے، جیسے کہے: مطالعہ کرنے والے کے سامنے یہ باتیں ظاہر ہوں گی یا اسلامی میدان میں کام کرنے والوں کے تجربے اس شخص کی صحت رائے پر دلالت کرتے ہیں جو یہ یہ باتیں کہتا ہے، یا ایک اچھے داعی نے یہ مسئلہ زیرِ بحث پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی بہترین رائے ظاہر کی ہے سو ہمیں چاہیے کہ اس سے استفادہ کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونچی آواز سے گفتگو نہ کرنا

گفتگو کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ سامع کی ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے اس لیے کہ یہ رعونت و ایذاء رسانی والا انداز ہے۔ گفتگو کرنے والے کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وہ خطیب نہیں کہ جسے بعض موقعوں پر آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے، اسے یہ بھی جاننا چاہیے کہ آواز کا بلند کرنا موقف کو مضبوط کرنے کا باعث نہیں بنتا بلکہ بعض اوقات آواز بلند کرنے والا اپنے موقف میں کمزور اور استدلال میں ضعیف ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنی بے بسی کو چیخ چیخ کر چھپانا چاہتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ آہستہ بولنے والا متوازن عقل، منظم فکر اور حجت کی طرف بات کو لوٹا دیتا ہے۔

سمندر کو دیکھئے کہ کنارے پر جہاں پانی کم گہرا ہے وہاں اسے چٹانوں کے پاس شور وشغب کرتا ہوا پائیں گے، لیکن اس جگہ نہ تو جواہر ہیں اور نہ ہی موتی اور گہرے پانی میں آپ سکون پائیں گے جہاں سمندر میں قیمتی چیزوں کی کانیں ہیں۔ انگریزی میں ایک مثال ہے: ''گہرا پانی زیادہ پُرسکون ہوتا ہے''۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ آواز کو اتنا پست کریں کہ سننے والا بات سمجھنے سے عاجز رہے، بس یہ کہاوت سامنے رہے کہ ''ہر کام میں درمیانی راہ بہتر ہے''۔

تجربے اور آزمائش سے یہ بات ثابت ہے کہ درمیانی، پُرسکون اور دھیمی آواز جس میں چیخ و پکار نہ ہو، بالکل آہستہ اور پست بھی نہ ہو، وہ دلوں میں زیادہ اترنے والی، گہرا اثر چھوڑنے والی اور کلام کی عظمت اور متکلم کے وقار کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے۔

اسی طرح افضل یہ ہے کہ آپ اپنی آواز کی لہروں کو صرف ایک انداز پر نہ رکھیں کیونکہ اس طرح سننے والے اکتا جاتے ہیں بلکہ وہ اونگھنے لگتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ بات کے ساتھ تاثر ظاہر کرتے ہوئے کبھی آواز کو دھیما اور کبھی بلند کریں، اس لیے کہ آواز کی بلندی اور پستی سامعین کی توجہ حاصل کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اپنی بات کو یک بارگی، جلدی سے اور پے در پے بیان نہ کریں بلکہ اسے مختلف حصوں میں تقسیم کریں، ترتیب دیں اور ٹھہر ٹھہر کر بیان کریں، تاکہ سامع اس پر اچھی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور کر لے۔ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا، جو سنتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا، اور آپؐ جب بھی کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کی بات سمجھ میں آ جائے۔ (۱)

---

(۱) ابوداؤد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

گفتگو کی خامیوں کا جائزہ لیجئے

(ماخوذ: شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر۔ از محمد بشیر جمعہ)

کسی گھر میں ایک کمسن ملازم تھا۔ بچہ ہونے کے باعث ابھی تک اس کی زبان، لہجہ اور تلفظ پر اس کے علاقائی ماحول کا اثر تھا۔ ایک زور وہ گھبرایا ہوا اپنے صاحبِ خانہ کے پاس آیا اور ان الفاظ کے ساتھ ایک واقعہ بیان ''ساب، ساب! سیریا کا بوسا مر گیا۔'' صاحب خانہ بچہ کی عمر اور تہذیب سے واقفیت کے باوجود اس کا پیغام صحیح طرح وصول نہ کر سکے۔ وہ یہی سوچتے رہے کہ سیریا (ملک شام) میں تو صدارتی نظام ہے اس کا بوسا (بادشاہ) کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیغام دینے اور سمجھنے کے عمل میں مصروف تھے کہ صاحب خانہ نے ہاتھ کا اشارہ کر کے پوچھا کہاں ہوا یا کس نے سنایا تو پھر اسی لمحے وہ بچہ صاحب کو صحن میں لے گیا، دکھایا، وہاں چڑیا کا بچہ مرا پڑا تھا، جس کے لئے اس نے کہا تھا کہ ''سیریا کا بوسا مر گیا''۔

ملازم نے واقعہ صحیح بیان کیا، لیکن تلفظ کی مار کھا گیا۔ صاحبِ خانہ نے پیغام وصول کیا مگر بچہ کی عمر اور فہم کے مطابق سمجھ نہ سکے۔ وہ بچہ کے پیغام کو اپنی فکر، سوچ اور معلومات کی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ صدارتی نظام اور بادشاہت تک پہنچ گئے تھے۔ پھر ملازم کی طرف آیئے کہ کیا اسے یہ پیغام دینا یا واقعہ سنانا ضروری تھا۔ کیا اس خبر کو اس گھبراہٹ کے عالم میں سنانا ضروری تھا۔ ممکن ہے اس نے اس بات کو بھی اپنی ذمہ داریوں میں محسوس کیا ہو اور پھر اسی احساس نے اپنے صاحب کے ساتھ اس واقعہ کو جنم دیا ہو۔

گفتگو اور احساسات و تاثرات

پیغام دینے اور اسے سمجھنے کا معاملہ اپنے طور پر بہت اہم ہے۔ ہم زندگی کے معاملات میں اپنے خیالات، احساسات اور تاثرات، اپنے مشورے اور تجاویز، الفاظ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے متعلقہ افراد کو پہنچاتے ہیں۔ ہمارے الفاظ پر جذبات اور کیفیات غالب ہو جاتی ہیں اور الفاظ جو کہ پیغام کا مقام رکھتے ہیں ان میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ متعلقہ فرد جسے یہ پیغام پہنچایا جا رہا ہے، وہ پیغام وصول کرتے وقت، یعنی گفتگو یا بات سنتے وقت مقابل کے فہم، عمر اور حیثیت کا صحیح انداز سے تجربہ نہیں کرتا اور نتیجۃً پورا معاملہ اپنی مقصدیت کھونے کے بعد کسی ٹھکانے لگتا ہے۔

یہ دوطرفہ مسئلہ ہے، جس کے عموماً ہم سب لوگ ہی شکار ہیں۔ اول تو ہم پیغام صحیح طرح نہیں دے سکتے، دوسرے ہم فہم و فراست کے ساتھ اسے وصول نہیں کر سکتے۔ یہ مسئلہ اس وقت گھمبیر ہو جاتا ہے جب پیغام مختلف افراد کے ذریعے کہیں پہنچتا ہے، اس لئے کہ اس میں ہمارے اجتماعی مزاج کے مطابق ملاوٹ ہوتی رہتی ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی جگہ ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ وہاں شروع کے کسی شخص نے دیکھا کہ چوہا مَرا پڑا ہے۔ جب یہ خبر قطار کے آخری فرد تک پہنچی تو یہ تھی کہ ''ہاتھی کا حادثہ ہو گیا''۔ بات کہنے کی یہ ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی میں ایک فرد کی بات بڑی ملاوٹ اور غیر ذمہ داری کے ساتھ دوسرے فرد تک پہنچتی ہے جو کہ اجتماعی مسائل پیدا کرنے کی بڑی وجہ ہے۔

انجامِ گلستاں کیا ہوگا

ہماری قومی زندگی کا مسئلہ بھی بڑا عجیب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ گفتگو اور گفت و شنید کا ہے۔ ایک دوسرے کو صحیح طرح پیغام پہنچانے اور صحیح طرح پیغام وصول کرنے کا مسئلہ ہے۔ سمجھنے اور سمجھانے کا مسئلہ ہے۔ باہم بیٹھ کر غیر جذباتی انداز میں اپنی بات کرنے اور دوسرے کی بات سننے اور قوم کے اجتماعی مفادات کے پیشِ نظر فیصلہ کرنے کا مسئلہ ہے۔ ویسے تو یہ مسئلہ قومی سیاست دانوں کا ہے البتہ کاروباری اور دفتری دنیا میں بھی یہ مسئلہ کچھ کم نہیں ہے۔ ہمارے اداروں کی تباہی، کاروبار میں نقصان، شراکت داروں کے اختلافات، ڈائریکٹروں کی بدمزگیاں، یونین کے مسائل اور دفتری لوگوں کی سست روی، یہ سب اس وجہ سے ہیں کہ متعلقہ افراد ایک ساتھ بیٹھ کر مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

یہ مسئلہ گھروں اور خاندانوں میں بھی موجود ہے۔ بھائیوں اور بہنوں ...

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدین اور اولاد کی باہم ناراضگی، ازدواجی زندگی کے اختلافات، ساس بہو کی ہاتھیوں والی لڑائی، جس میں بیٹا اور شوہر ''گنے کا کھیت'' بن جاتا ہے۔ رشتہ داروں کے اختلافات اور قطع کلامی اس حد تک کہ وہ بیمار پڑ جائیں اور ہم عیادت کو نہیں جاتے مگر اللہ کو پیارے ہو جائیں تو اجتماعی دباؤ کے ڈر سے جنازے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف گفتگو اور گفت وشنید ہی ہے، البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ گفتگو کے باعث ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ گفتگو کے دروازے اور مصالحت کی کھڑکیاں کھلی رکھنی چاہئیں۔ قوم کے اجتماعی مفاد کے لئے اور اپنی ذات کے لئے بھی ان دروازوں اور کھڑکیوں کو کھلا رکھئے۔

قومی زندگی کا مسئلہ

ہمارا یہ احساس ہے کہ گفتگو کا معاملہ قومی زندگی کا ایک اہم معاملہ ہے، اس مسئلہ کا شکار سیاستداں بھی ہیں اور غریب کلرک بھی۔ ہمارے ہاں ایسے تربیتی ادارے بھی نہیں ہیں جو شخصیت کے اس اہم عنصر کی آبیاری کرنے کی کوشش کریں۔ اگر چند ادارے ہیں بھی تو وہ یا تو مخصوص اداروں کے ملازمین کی حد تک محدود ہیں یا پھر ان تک عام افراد کی رسائی نہیں ہے۔

گفتگو میں عمومی غلطیاں اور نقائص

گفتگو کے مختلف مراحل پر اشارات تحریر کرنے سے قبل ہم اس معاملے میں عمومی غلطیوں کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ یہ غلطیاں اور حرکتیں، جب ہم کچھ عرصے کے بعد محسوس کرتے ہیں تو بہت افسوس ہوتا ہے۔

گھبراہٹ

بعض افراد جب گفتگو کرتے ہیں تو بڑی گھبراہٹ کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کوئی جرم کر کے آئے ہوں اور انہیں اس کی سزا ملنے والی ہے۔ گفتگو کے معاملے میں آپ جس کسی کے سامنے ہوں، اس کے مقام اور مرتبے کا ضرور احترام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیجئے مگر گھبرائیے نہیں۔ اپنا مدعا صحیح طرح پیش کر دیجئے۔ ملاقات سے قبل ذہن میں اپنے مدعا کو ترتیب دے لیجئے۔ اپنے تصورات میں اس شخص کے متعلق ایک شفیق دوست کی تصویر بنائیے، اس لئے کہ انسان کے ساتھ معاملات عموماً ظن اور گمان کے مطابق ہوتے ہیں۔ گفتگو مربوط انداز سے کیجئے۔ یعنی ایک موضوع پر بات مکمل کیجئے، اس کے بعد دوسرا موضوع چھیڑ دیجئے۔ بہت سے لوگ اتنی تیزی سے موضوع بدلتے رہتے ہیں کہ سننے والا سخت اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے کیونکہ اس طرح کوئی بھی بات مکمل نہیں ہوتی۔

تکیہ کلام

تکیہ کلام کا مقصد ہے گفتگو میں بار بار کوئی ایک لفظ دہرانا۔ یہ الفاظ دراصل مربوط اور بغیر سوچے سمجھے گفتگو کرنے سے کلام میں اس کمی کو پورا کرنے کی وجہ سے متکلم اختیار کرتا ہے اور وہ اس کا تکیہ (سہارا) اور عادت بن جاتی ہے۔ لہٰذا تکیہ کلام یا افراد کو جھلا دینے والے الفاظ سے پرہیز کیجئے۔ بعض لوگ چند ہی جملوں میں کئی بار ''مطلب یہ کہ'' ''میرا مطلب ہے'' ''سمجھے آپ'' اور ''میں نے کہا'' قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ گفتگو کی اس خامی کے ساتھ کبھی بھی آپ اپنی بات مؤثر انداز میں پیش نہ کر سکیں گے۔

ہنسی اور الفاظ

ہنسی اور الفاظ ساتھ ساتھ منہ سے خارج نہیں ہونے چاہئیں، بعض لوگوں کی ساتھ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ دوسروں کو کوئی واقعہ سناتے ہیں تو بیچ میں خود ہی ہنسنا شروع کر دیتے ہیں، اب اس مرحلہ پر سامع آپ کی بات سنے گا یا آپ کی ہنسی پر ہنسے گا۔ آپ اپنی بات پوری کر لیجئے، ہنسنا تو اس شخص کو ہے جو آپ کی بات سن رہا ہے۔ اگر آپ کو بھی ہنسنا ہے تو اپنی بات پوری کر کے ہنسیے۔ بعض اوقات بات پوری کرنے کے بعد ہنسنا اچھا لگتا ہے اور اس سے دوسرے بھی ہنستے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالی بجانا

بعض لوگ گفتگو کے دوران کسی بات پر ہاتھ آگے کر دیتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ آپ بھی ان کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مار کر اس ''اہم عمل'' میں حصہ لیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تالی سے گفتگو میں کیا فائدہ ہوگا۔ بعض لوگ خود ہی تالی بجانا شروع کر دیتے ہیں اور بعض لوگ زور سے میز پر ہاتھ مارتے ہیں۔ یہ چیزیں گفتگو کے نقائص ہی میں شمار ہوتی ہیں۔

میں، میں!

گفتگو کے دوران ایک لفظ جسے سننا سب ہی ناپسند کرتے ہیں وہ ہے ''میں'' میں نے کہا، میں نے یہ اور یہ کہا۔ اس انداز سے یہ ''میں میں'' آپ کے وقار کو مجروح کر دیتا ہے، اس لفظ کو ضرورت پڑنے پر ہی استعمال کیجئے۔

کھری کھری باتیں کرنا

بعض لوگ اپنے آپ کو بڑا جرأت مند سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو کھری کھری سناتے ہیں، ان باتوں سے انسان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور آپ کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ہاں کھری بات سنانا ہو تو بھی بہت شائستہ اور سنجیدہ انداز سے کہیے یا مزاج کے شگفتہ انداز میں کہہ دیں۔

چاپلوسی

بعض افراد گفتگو کے دوران چاپلوسی شروع کر دیتے ہیں اور اس انداز سے وہ محض تفریح لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ خوشامدانہ انداز ہے جس کے پیچھے بدنیتی شامل ہوتی ہے، اس سے بھی پرہیز کیجئے۔

تیز گام بننا

بعض افراد گفتگو میں اس تیزی سے الفاظ ادا کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں یہ تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیز گام ٹرین (ایکسپریس) ہے۔ بہت تیز چلتی ہے، کسی اسٹیشن پر رکتی ہی نہیں۔

منہ ہی منہ میں بولنا

بعض حضرات منہ ہی منہ میں بات کرتے ہیں۔ خود ہی بولتے ہیں اور خود ہی سمجھتے ہیں، جیسے منہ میں لعاب یا پان کی پیک ہو۔ اس معاملہ میں احتیاط کیجئے۔ آپ کا منہ صاف نہیں ہوگا اور الفاظ صاف نہیں نکلیں گے تو یقیناً سب ہی کو تکلیف ہوگی۔

سب سے مخاطب ہونا

بعض حضرات جب محفل میں ہوتے ہیں تو آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ پوری محفل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ یہی حال اجلاس اور میٹنگوں کا ہوتا ہے۔ آپ نے ٹیلی ویژن پر دیکھا ہوگا کہ کسی اجلاس کی صدارت بھی ہو رہی ہے، اسمبلی کے اجلاس یا کسی اہم میٹنگ میں لوگ ہوتے ہیں اور باہمی گفتگو کر رہے ہوتے ہیں یا وہ برابر والے سے گفتگو بھی کر رہے ہیں اور ہنس بھی رہے ہیں۔ قوم ان مناظر کو دیکھ کر کیا سبق لے گی۔

اختلافی و ذاتی مسائل

بعض حضرات گفتگو کے دوران اختلافی مسائل شروع کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ دوسروں کے پیشے اور کاروبار پر لاحاصل بحث شروع کر دیتے ہیں۔

بعض دوست محفل میں دوسرے شریک کے ذاتی مسائل شروع کر دیتے ہیں۔ اگر آپ کو ہمدردی ہے تو وقت نکال کر تنہائی میں اس کے مسائل حل کرنے کی کوشش کیجئے۔ میٹنگ یا جلسہ میں ایسی بات کریں۔

غصہ

بعض حضرات بات بات پر غصے میں آجاتے ہیں اور بہت ہی لال پیلے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس موقع پر ان کی وڈیو فلم بنا کر انہیں دکھا دی جائے تو پھر شرم کے مارے آپ کے سامنے آنا ہی گوارا نہیں کریں گے۔ دھمکیاں اور گالیاں دینے کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفل کی جان

بعض دوست اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ وہ جہاں ہوں اور جس محفل میں ہوں، لوگ انہیں اس محفل کی جان محسوس کریں۔ یہ ایک غلط سوچ ہے۔ آپ ہر محفل کے چیمپئن نہیں بن سکتے۔ آپ ہر کھیل کے کپتان نہیں بن سکتے، آپ کئی کشتیوں کے ملاح بن کر منزل پر پہنچ نہیں سکتے، البتہ ڈوب ضرور سکتے ہیں۔

بچے

کسی محفل میں اگر بچے بھی ہوں تو بعض افراد ان کے حقوق اور ان کی عزت کا خیال نہیں رکھتے۔ انہیں دھتکار دیتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو لوگ آپ کو مغرور محسوس کریں گے۔ اور بچے احساس کمتری کا شکار ہوں گے۔

نااہلی

بعض لوگ عاجزانہ انداز میں گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ انسانی انداز اور انسانی وقار سے گفتگو کیجئے۔ خود کو اتنا عاجز اور کمزور ظاہر نہ کیجئے کہ لوگ آپ کو نااہل سمجھنے لگیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

فنِ گفتگو کے ذریعے کامیابی کا حصول

(ایک سفری خاکہ)

(ماخوذ از شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر۔ محمد بشیر جمعہ)

سفر وسیلۂ ظفر

شاہراہ قراقرم کی تعمیر انسانی کاوشوں کا ثبوت ہے۔ تھاکوٹ کا پل بغیر ستونوں کے تعمیر کا ایک عجوبہ ہے۔ اس شاہراہ کا سفر انسان کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ مشاہدہ انسان کا استاد ہے اور سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ سفر، جب کسی مقصد اور ضرورت کے لئے کیا جائے تو اس میں مشاہدے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں۔ زندگی میں سفر عموماً پہیوں والی سواری پر ہوتا ہے اور پہیے سڑکوں ہی پر چلتے ہیں۔ ہمیں شاہراہ قراقرم کے راستے کوہستان کے صدر مقام بشام جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اسی پہیوں والی سواری کے ذریعے اسلام آباد سے بشام تک کا سفر۔ اس کے علاوہ کراچی سے حیدرآباد تک سفر براستہ سپر ہائی وے کا بھی موقع ملا ہے۔ قراقرم اور سپر ہائی وے کے سفر کے مشاہدات کا خلاصہ یہ ہے۔

سڑک، ڈرائیور اور گاڑی

سفر میں تین عوامل ہوتے ہیں۔ ایک سڑک جس پر سفر کرنا ہے۔ دوسرا ڈرائیور جو مسافروں کو منزل تک لے جانے کی ذمہ داری لیتا ہے اور تیسری سواری یا گاڑی جس میں مسافر بیٹھتے ہیں۔ ان تینوں عوامل کی چند خصوصیات ہیں۔

۱- سڑکیں مضبوط بنی ہوئی ہوں، صاف ستھری ہوں، گاڑیوں کے آنے جانے کے لئے علیحدہ راستے ہوں، ٹریفک کے نشانات اور سنگِ میل لگے ہوئے ہوں۔ دونوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمت کا ٹریفک، قواعد وضوابط کا پابند ہو، راستے میں نگہبانی ہو، پولیس چیک پوسٹ ہو اور ہنگامی طبی امداد کے مراکز (ایمرجنسی میڈیکل سینٹر) قائم ہوں۔

۲- ڈرائیور تربیت یافتہ ہو، وہ منزل سے واقف ہو، راستے کا علم رکھتا ہو، ٹریفک کا شعور ہو، خطرات کا احساس ہو، علاقے کے لوگوں کی تہذیب وتمدن سے واقف ہو، اس کی نیند پوری ہو، جلد باز نہ ہو اور خوفِ خدا کے ساتھ احساسات ذمہ داری رکھتا ہو کہ وہ تمام مسافروں کی جانوں کا امین ہو۔

۳- تیسری چیز سواری یا گاڑی ہے۔ اس کی سروس ہو چکی ہو، ٹیوننگ کر لی گئی ہو، پیٹرول، تیل اور پانی ضرورت کے مطابق موجود ہو، رفتار کے کنٹرول کے لئے گیئر اور بریک صحیح ہوں اور صحیح سمت جانے کے لئے اسٹیئرنگ بھی ٹھیک ہو۔ پیچھے کی گاڑیوں کا حال بتانے والا شیشہ بھی صحیح طریقہ سے لگا ہوا ہو اور گاڑی بھی صاف ستھری ہو۔

جب یہ چیزیں صحیح ہوں گے تو تدبیر کی حد تک انسان کھائی میں گرنے سے بچ سکتا ہے، تصادم اور حادثات سے بچ سکتا ہے، گاڑی کی خرابی، مرمت اور انتظار کی زحمت سے بچ سکتا ہے۔

سپر ہائی وے پر حادثات کی زیادتی اور شاہراہ قراقرم پر حادثات کی کمی کی ایک وجہ تو سپر ہائی وے پر ٹریفک کا اژدھام ہے مگر اس کے علاوہ مندرجہ بالا عوامل بھی شامل کئے جا سکتے ہیں۔

گفتگو سواری کی مثل ہے

ہم احساسات، جذبات، تعلقات، معاشیات، سیاسیات، عمرانیات کا سفر عموماً زبان کی سواری پر طے کرتے ہیں۔ گفتگو ہی ہے جو ہمارے لئے سواری کا کام دیتی ہے۔ زندگی کے سفر میں گفتگو بطور سواری استعمال ہوتی ہے۔ یہ شخصیت میں اعتماد اور بڑے لوگوں سے بات کرنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے، زندگی کے سفر میں اور شاہراہ قراقرم اور سپر ہائی وے کے سفر میں بڑی مطابقت ہے۔ معاشرہ شاہراہ ہے، گفتگو سواری ہے اور ہمارا ذہن ڈرائیور ہے۔

ہم نے سفر کے عوامل کی جو خصوصیات اوپر بتائی ہیں اس سے ملتی جلتی خصوصیات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہماری زندگی کے اس سفر کے لئے بھی ضروری ہیں۔ سڑک، ڈرائیور اور گاڑی کی خصوصیات پر ایک نظر ڈال کر دیکھ لیں کہ کیا ان سے ملتی جلتی خصوصیات ہمارے معاشرے، ذہن اور گفتگو میں ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر یاد رکھئے ہم حادثات کا شکار ہوسکتے ہیں، اگر کھائی میں گر گئے تو اپنی غلطی کی وجہ سے، اگر ٹکر ہوگئی تو اس میں آپ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی غلطی بھی شامل ہوسکتی ہے، اگر زندگی کے اس سفر میں دیر ہورہی ہے اور منزل پہنچنا مشکل ہورہا ہے تو یقیناً آپ کی گاڑی میں کوئی خرابی ہے یعنی آپ کا اندازِ گفتگو صحیح نہیں۔ فنِ گفتگو کی ضرورت معاشرے میں ہر جگہ ہے۔ والدین، بیوی، بچوں، اساتذہ، دفتر، کاروبار، تجارت اور سیاست ہر جگہ اس فن کی ضرورت ہے۔ آیئے اس فن کو سیکھنے کی کوشش کریں۔

ہمارا معاشرہ ایک شاہراہ کی طرح ہے

جس انداز سے سڑک کے دونوں طرف ٹریفک چلتا ہے، قواعد وضوابط کی پابندی بھی ہوتی ہے اور خلافِ ورزی بھی، دونوں صورتوں میں سواری کی حفاظت کرنی ہوتی ہے۔ سڑکوں پر بعض اوقات بھیڑ ہوتی ہے، بعض اوقات یہ سڑکیں صاف ہوتی ہیں، بعض اوقات ان سڑکوں پر جلوس ہوتے ہیں اور کبھی یہ زیرِ مرمت ہوتی ہیں۔ ہر صورت میں سواری کو اس انداز سے چلانا ہوتا ہے کہ بہتر سے بہتر طریقے پر منزل پر بحفاظت پہنچ سکیں۔ بس اسی انداز سے ہمیں اپنے معاشرے میں رہتے ہوئے ہر چیز کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں جہاں پہاڑی راستوں سے گاڑیاں گزرتی ہیں۔ دور پہاڑ پر ایک گاڑی نظر آتی ہے، بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ گاڑی ہماری جانب آرہی ہے، مگر درحقیقت وہ اسی سمت سفر کررہی ہوتی ہے جس سمت ہم جارہے ہیں۔

زندگی کے معاملات میں بھی بعض اوقات یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ ہم اپنوں اور پرایوں کا فرق محسوس نہیں کرپاتے۔ اس کے علاوہ سڑکوں پر لوگ پیچ وخم اختیار کرتے ہیں حالانکہ سیدھی سڑکوں پر پیچ وخم اور زگ زیگ کی ضرورت نہیں ہوتی، بڑی شاہراہوں پر سڑک کی چمک، پانی کا احساس پیدا کرتی ہے اور ہم محتاط ہوجاتے ہیں۔ عام سڑکوں پر جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے، ہم تیزی سے گاڑی چلا کر لوگوں کے کپڑے خراب کردیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ معاشرے میں گفتگو کے معاملے میں ہمارا رویہ اس سے مختلف نہیں۔ بعض لوگوں کی شخصیت کے خوف سے ہم محتاط ہوتے ہیں اور بعض اوقات عام زندگی میں ہماری زبان کتنے ہی انسانوں پر دھبے لگا دیتی ہے۔

ملاقات

ہمیں سڑک پر راستہ مطلوب ہوتا ہے اور ہم سواری کے ذریعے سے مختلف علامتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے لئے راستہ بناتے ہیں۔ یہ سڑک کے قواعد وضوابط میں سے ہے۔ اسی اندازِ گفتگو کے سلسلے میں جب کبھی آپ لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں، یعنی کسی خاص مقصد کے لئے ملاقات مقصود ہو تو پہلے سے وقت لینا بہتر ہے۔ یہ ملاقات دفتر کی ہو یا گھر کی، معاشی ضرورت سے ہو یا اخلاقی ضرورت یا معاشرتی ضرورت کے تحت، پہلے سے وقت لینا بہتر ہے۔

آپ چھوٹے چھوٹے کارڈز بنالیں اور جن افراد سے آپ ملاقات کرنا چاہتے ہیں، ان کارڈوں پر دن، تاریخ، افراد کے نام اور کاموں کی فہرست تیار کرلیں۔ بغیر منصوبے کے جب کبھی ملاقات ہو تو ہمارے پاس جو فہرست ہے، اس حوالے سے بات کرلیں۔ طے شدہ ملاقات ایسے وقت کریں جب انسان زحمت محسوس نہ کرے۔ اپنی ضرورت اور بات مہذب انداز سے پیش کریں۔ صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیں۔ اس انداز سے جب آپ سے کوئی ملنے کے لئے آئے تو اگر آپ اس کی ضرورت پوری کرسکتے ہیں تو ضرور کیجئے اگر ممکن نہ ہو تو دل شکنی سے بچتے ہوئے صاف گوئی سے کام لیجئے۔ انسان کو وعدوں کے جھولوں میں مت جھلایئے۔

گفتگو اور منزل

جب آپ سواری پر سوار ہوں تو آپ کو بہت ساری چیزوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ جیسے گاڑی صاف ستھری ہو، اس میں پیٹرول، پانی، تیل موجود ہو، بیٹری صحیح ہو، رفتار کے لئے گیئر اور بریک صحیح ہوں اور اسٹیئرنگ جس کے ذریعے سمت متعین کرتے ہیں، وہ صحیح بھی ہو اور آپ کے اپنے کنٹرول میں ہو، بس اسی انداز سے گفتگو کا معاملہ ہے۔ آپ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس موضوع پر بولنے کے دلائل ہوں، بیٹری کی طرح روشن بنانے والی وضاحت ہو، بہترین انداز ہو، حسبِ ضرورت بریک دے سکتے ہوں اور رفتار تبدیل کر سکتے ہوں اور سمت کے لئے اسٹیئرنگ آپ کے کنٹرول میں ہو۔ اس سوچ کے ساتھ گفتگو کرنا آسان ہوگا۔ ہم ڈرائیور کو دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ تو سامنے کی طرف ہوتا ہے مگر وہ سامنے آئینے میں بھی نظر ڈالتا ہے، ہاتھ اور پیر بھی وقتاً فوقتاً ہلاتا ہے۔ یہ سب چیزیں گاڑی کی حفاظت اور رفتار کے لئے ضروری ہیں۔ اسی انداز سے گفتگو کے دوران ان چیزوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

چہرے اور ہاتھ کے تاثرات

☆ چہرے کے تاثرات اور ہاتھوں کے اشارات کے ذریعے گفتگو کو مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔

☆ دورانِ گفتگو کھڑے ہوکر، بیٹھ کر یا انداز بدل کر ہم گفتگو کو مؤثر بنا سکتے ہیں۔

☆ ایک ہی نظر سے دیکھنے کے الگ تاثرات ہوتے ہیں اور وقفوں وقفوں کے رابطہ سے الگ تاثرات۔

☆ کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بات کرنے کے بھی الگ الگ اثرات ہیں۔

☆ شریک گفتگو سے جسمانی فاصلے کے بھی الگ الگ تاثرات ہوتے ہیں۔

☆ سر ہلا کے گفتگو کرنے اور سر کے ذریعے اتفاق یا اختلاف کے اظہار کے بھی اپنے تاثرات ہیں۔

☆ آپ کی ظاہری شخصیت، لباس، بال، شیو، داڑھی کا خط، جوتے، ہاتھ میں موجود فائل اور قلم کے بھی اپنے تاثرات ہیں۔

☆ زبان کے اتار چڑھاؤ سے بھی گفتگو میں جان پیدا ہوسکتی ہے۔

ذاتی خوبیاں جو آپ کو کامیاب بنائیں گی

☆...... گفتگو صاف ہو۔ ☆...... الفاظ کی ادائیگی صحیح ہو۔ ☆...... جہاں زور اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکید کی ضرورت ہو، وہاں الفاظ کے زیر و بم کا خیال رکھا جائے۔ ☆..... گفتگو میں اخلاص قائم رکھئے۔ ☆..... اضطرابی کیفیات اور اعصابی تناؤ کا شکار نہ ہوں۔ ☆..... انداز اور اظہار کو صاف ستھرا رکھئے۔

گفتگو میں زور پیدا کیجئے

ان باتوں کے ذریعے آپ کی گفتگو میں تاثر پیدا ہوگا۔

☆..... الفاظ اور جملوں کی ترتیب۔ ☆..... آواز کا اتار چڑھاؤ۔ ☆ آپ کی آواز کا حجم اور گونج۔ ☆..... بندش الفاظ اور ان کا صحیح موقع پر استعمال۔ ☆..... رفتارِ گفتگو۔ ☆..... الفاظ اور جملوں میں وقفہ۔ ☆..... لہجہ یعنی گفتگو کا انداز جس سے بات کرنے والے کے تاثرات کا اندازہ ہو۔

ہردلعزیز بنئے

یہ خوبیاں آپ کو پسندیدہ بنا دیں گی۔

☆..... ہمہ وقت مستعد رہنا۔ ☆..... خوشگوار ماحول میں گفتگو کرنا۔ ☆..... امتیازی انداز اختیار کرنا۔ ☆..... پُر اعتماد اندازِ بیان اپنانا۔ ☆..... مسئلے کو سمیٹنے اور حل کرنے کے کی کوشش کرنا۔ ☆..... افراد میں دلچسپی لینا۔ ☆..... دوستانہ انداز اختیار کرنا۔ ..... لوگوں کی تحسین کرنا اور داد دینا۔ ☆..... صاحبِ عقل رہنا اور موقع کے مطابق بات کرنا۔ ☆..... جذبات میں آ کر ہر بات نہ کہہ دینا۔ ☆..... متواضع اور شائستہ رہنا۔

اچھے ڈرائیور بنئے، منصوبہ بندی کر لیجئے

شاہراہوں اور عام سڑکوں پر ڈرائیور اپنی سواری کو آگے بڑھانے اور منزل تک پہنچانے کے لئے طرح طرح سے کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ خیریت سے، وقت پر اور کم زحمت کے ساتھ منزل پر پہنچ سکیں اور پہنچا سکیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ڈرائیور کو منزل کا علم، راستوں کا پتا، ٹریفک قوانین کا احساس ہو، اس کے علاوہ دیگر خصوصیات جو کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون کے شروع میں دے چکے ہیں، وہ بھی ہوں۔ بس اسی انداز سے جو شخص گفتگو کر رہا ہے تو گفتگو تو اس کی سواری ہوگئی، باقی ذہن میں دیگر اعضاء عموماً ڈرائیور کا کام کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ مندرجہ بالا تمثیلی باتوں کے علاوہ ہمیں ان چھ سوالوں کا جواب معلوم ہو۔

۱- ہم لوگوں سے کیوں گفتگو کر رہے ہیں، اصل مقصد کیا ہے، اس سے کیا متوقع ہے، کیا حاصل ہوگا، کیا کرنا چاہتے ہیں؟

۲- ہمارا اصل سامع کون ہے۔ اس کی شخصیت کیا ہے، تعلیم، عمر، معیار کیا ہے، وہ ہماری بات کو کیسے سنے گا، کیا ردعمل ہوگا، وہ اس موضوع پر پہلے سے کیا جانتا ہے؟

۳- ہم جس سے بات کرنا چاہیں گے تو اس وقت وہ کہاں ہوگا۔ کیا ہم اسے کوئی نئی بات پہنچا رہے ہیں یا پہلے سے اس کے علم میں ہے۔ سامع سے ہمارے تعلقات کیسے ہیں، کہیں اس موضوع پر گفتگو سے تعلقات تو خراب نہیں ہوں گے!

۴- ہم درحقیقت کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری ضرورت کیا ہے، سامع کی ضرورت کیا ہے، وہ کون سی اطلاعات ہیں جن کا ذکر نہ کرنا بہتر ہوگا اور وقت کی بچت ہوگی۔ وہ کون سی اطلاعات و معلومات ہیں، جنہیں شامل کر کے ہم بہتر گفتگو کر سکتے ہیں اور تسلسل قائم رکھ سکتے ہیں۔

۵- ہم کس انداز سے اپنا پیغام پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارا لہجہ کیسا ہوگا۔ موضوع کے اشارات کی ترتیب کیا ہوگی اور کس انداز سے صحیح چیز حاصل ہوگی۔

۶- کیا ہم نے گفتگو کی منصوبہ بندی کر لی ہے، کیا ہم نے مندرجہ ذیل باتیں تحریر کر لی ہیں۔

☆...... مقصد۔ ☆...... معلومات۔ ☆...... ترتیبِ گفتگو ☆...... جب آپ کی گفتگو سے اتفاق ہوگا تو ردعمل کیا ہوگا۔ ☆...... جب اختلاف ہوگا تو ردعمل کیا ہوگا۔ ☆...... کیا الفاظ اور لہجہ استعمال ہو کہ نہ تو بات چیت کے دروازے بند ہوں اور نہ ہی صلح کی کھڑکیاں بند کی جائیں۔

آپ بھی مشاہدہ کیجئے

ہم نے گاڑی کی تمثیل کے ساتھ اپنی بات پیش کی ہے، آپ بھی سڑکوں پر سفر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں، کبھی بس میں، کبھی گاڑی میں، کبھی کوئی ڈرائیور ہوتا ہے، کبھی یہ ذمہ داری آپ سنبھالتے ہیں، بس اپنے اندازِ گفتگو کے بارے میں صبح و شام کے سفر کے دوران (اگر آپ خود ڈرائیونگ کرر ہے ہوں تو بعد میں) ضرور سوچئے، مشاہدہ کیجئے یقیناً بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ اس فن کے سلسلے میں چند اشارات پیش کئے ہیں، تجربہ بہت کچھ سکھا دے گا۔ گفتگو کا فن ایک اثاثہ ہے، اسے غریب و امیر، ہر ایک حاصل کرسکتا ہے۔ بس اس سلسلہ کی ایک شرط ہے اور وہ ہے محنت، کیونکہ محنت ہماری جاگیر ہے۔ زندگی کے صبح و شام کے سفر کو حادثات سے بچتے ہوئے وسیلہ ظفر بنالیجئے۔ اس فن کے ذریعے سچائی کو پھیلایئے، رزقِ حلال کمایئے اور جنت النعیم کا راستہ اختیار کیجئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

ٹیلی فون یا موبائل فون پر گفتگو کا طریقہ اور آداب

(ماخوذ: شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر از محمد بشیر جمعہ)

ہے دل کے لئے موت، مشینوں کی حکومت

انسانی زندگی رابطوں سے قائم ہے۔ یہ رابطے تعلقات، رشتوں، گفتگوؤں، ملاقاتوں، تقریبات وغیرہ سے قائم رہتے ہیں۔ چونکہ انسان مہم جُو رہا ہے لہٰذا ملاقات اور رشتوں میں فاصلے پیدا ہوجاتے ہیں۔ انہی فاصلوں کو کم کرنے کے لئے پیغام، خط و کتابت، ڈاک خانے اور ٹیلی فون وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ ٹیلی فون موجودہ صدی کی ایک اہم ضرورت بن گیا ہے۔ اس ایجاد کے ذریعے نہ صرف فاصلے کم ہوتے ہیں بلکہ انسان کا وقت بھی بچ جاتا ہے۔ ہر ایجاد شروع میں تعیش محسوس ہوتی ہے، پھر سہولت، پھر ضرورت اور انسان اس ایجاد کا محتاج بن جاتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ٹیلی فون انسانی مزاج کے اس آخری مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ ٹیلی فون اپنی ذات میں بہت ہی سہولتوں کے ساتھ چند زحمتیں بھی رکھتا ہے۔ اس سہولت نے انسانی زندگی اور رابطوں کے بے شمار مسائل حل کئے مگر انسان نے اس کے ساتھ ساتھ لوگوں سے الگ رہنے کا ایک بہانہ بھی تلاش کرلیا ہے۔ زندگی میں کئی مواقع ایسے ہوتے ہیں جب بالمشافہ ملاقات انسانی احساسات کے لئے ضروری ہوتی ہے مگر ایسے موقع پر انسان ٹیلی فون کے ذریعے چند لمحات گفتگو کرکے، انسانی احساس کے اس معاملے سے اپنے کو بچالیتا ہے، بقولِ شاعر،

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ٹیلی فون کرنے اور نمبر ملانے کے سلسلے میں محکمہ فون کی ڈائریکٹری کافی رہنمائی کرتی ہے۔ ہم ان سطور کے ذریعے ٹیلی فون کے موثر اور مفید استعمال کے سلسلے میں چند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجاویز پیش کریں گے۔

مرحلہ نمبر ۱، جب آپ فون کر رہے ہوں

۱- ذہنی خاکہ

۱- کسی کو فون کرنے سے قبل آپ کو فون کرنے کا مقصد معلوم ہونا چاہئے۔ آپ کو اس بات کا بھی علم ہونا چاہئے کہ اس فون کے ذریعے آپ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس فون کے ذریعے محض اطلاع دینی مقصود ہے یا کسی بات کی ترغیب اور اثر ڈالنا یا ہدایت دینا مطلوب ہے۔

۲- آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ جس فرد سے آپ گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں، وہ مرتبہ و مقام میں کیا ہے۔ اس کی شخصیت و تعلیم کیا ہے۔ آپ اس بات کا بھی اندازہ لگائیں کہ وہ آپ کی بات کا کیا جواب دے گا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس معاملے میں اسے پیشگی کافی معلومات ہوں۔

۳- جس وقت کسی فرد کو فون کیا جا رہا ہے، وہ اس وقت کس ماحول اور دباؤ میں ہوگا۔ اس سے بات کے کس مرحلے میں میرے پیغام کی ضرورت ہوگی۔ کیا میں اس کے کسی سوال کا جواب دے رہا ہوں یا محض اپنی طرف سے بات کر رہا ہوں۔ اس فرد سے میرا کیا تعلق ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس فون کے ذریعے کسی قسم کی ناراضگی پیدا ہو جائے۔

۴- آپ کو علم ہو کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، جس فرد کو فون کیا جا رہا ہے، وہ کیا جاننا چاہتا ہے، وہ کیا معلومات ہیں جنہیں خارج از گفتگو کیا جا سکتا ہے۔ صاف، مختصر، مؤثر، صحیح، متین اور مکمل گفتگو کے لئے کن معلومات کی ضرورت ہوگی۔

۵- کس انداز میں گفتگو کی جائے۔ الفاظ اور لہجہ کس قسم کا ہو، گفتگو میں زبان کون سی مؤثر ہوگی۔ گفتگو کی ترتیب کیا ہوگی، کس انداز سے، میں اپنا مقصد حاصل کر سکوں۔

۲- ضروری تیاری

فون کرنے سے قبل کاغذ کی پرچی یا ڈائری کے صفحات پر یا فائل پر نوٹس بنا لیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا اشارات تحریر کرلیں، تاریخیں، حقائق و دیگر معاملات بھی اشارات کی صورت میں موجود ہوں۔

حوالے

(الف) فائلیں، مراسلت اور دیگر کاغذات بھی اپنے پاس رکھ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ فون کے دوران، آپ کو ان کی ضرورت ہوا اور آپ بھاگتے پھر رہے ہوں یا لوگوں پر غصہ اتار رہے ہوں۔

(ب) سادہ کاغذ اور قلم یا پنسل بھی اپنے پاس رکھیں تا کہ ساتھ ساتھ نوٹس بھی لئے جا سکیں۔ بہتر ہے کہ ٹیلیفون کے قریب سادہ کاپی یا چند خالی پرچیاں موجود ہوں۔

۳- متعلقہ فرد

ٹیلیفون کے ذریعے آپ جس فرد سے بات کرنا چاہتے ہوں، اس کا علم ہو یا اس ادارے میں فون کر کے معلومات حاصل کرلیں کہ اس سلسلے میں کس سے گفتگو کی جائے۔ ٹیلیفون کے دوران بعض اوقات نمبروں کے حوالے کی ضرورت پڑتی ہے، اس سلسلے میں اپنے پاس اپنی چھوٹی سی ٹیلیفون ڈائریکٹری بھی رکھئے۔

۴- کم لاگت، اچھا موڈ

اس بات کا بھی احساس رکھئے کہ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں، جب فون کرنے کی لاگت کم آتی ہے۔ بعض لوگوں کے اوقات ایسے ہوتے ہیں، جب ان کے موڈ اچھے ہوتے ہیں۔ لاگت کم کرنے اور کام نکلوانے کے لئے ان باتوں کی بھی ضرورت ہے۔

۵- احتیاط

فون کا نمبر احتیاط کے ساتھ ڈائل کریں یا اپنے آپریٹر کو احتیاط سے بتائیں۔ غلط نمبر تضیع اوقات و رقم اور خلجان کا باعث ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحلہ نمبر۲ ٹیلیفون پر گفتگو کے دوران

۱- السلام علیکم، رابطہ کی ابتداء

جہاں آپ نے فون کیا ہے، وہاں سے اگر آپ کو ''السلام علیکم'' کہا جائے تو آپ وعلیکم السلام کہیے۔ اگر وہاں سے آپ کو فرد یا ادارے کا نام بتایا جائے یا ''ہیلو'' یا ''کون'' کہا جائے تو پھر آپ ''السلام علیکم'' کہیے اور بتایئے کہ آپ کس فرد سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

۲- کئی مراحل کی صورت میں

ممکن ہے کہ آپ ایسے ادارے میں فون کر رہے ہوں جہاں متعلقہ فرد تک پہنچنے میں کئی مراحل ہوں تو ایسی صورت میں آپ کو نمبر۱ میں دی گئی ہدایت پر پھر عمل کرنا ہوگا۔

۳- لائن کٹنے کی صورت میں

اگر لائن کٹ جائے تو پھر ٹیلی فون کے آلے میں دی گئی سہولتوں کے مطابق یا تو ریسیور رکھ دیں یا پھر، ڈائل کرنے کا بٹن دبا دیں یا پھر نمبر ڈائل کریں۔

۴۔ مختصر گفتگو

اپنی گفتگو کو مختصر کیجئے۔ آپ تو فون کر کے تمام تفصیلات بتانا چاہتے ہیں لیکن جس شخص نے فون وصول کیا ہے، وہ کسی دباؤ میں ہے اور کسی طریقے سے جان چھڑانا چاہ رہا ہے سو اس کا خیال رکھئے۔ آپ ان کا نام اور نمبر ضرور نوٹ کریں۔ وہ دفتر جانے کی تیاری میں ہے، تلاوت کر رہا ہے، کھانے میں مصروف ہے یا کسی اہم کام میں مصروف ہے۔ لہٰذ اس سے وقت کا تعین کر لیں، یا دو چار منٹ کی اجازت لے لیں، پھر گفتگو کریں۔

۵- صاف اور واضح انداز

جس موضوع پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں، اس پر بہت صاف اور واضح انداز میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کیجئے۔ اور آپ نے جو نوٹس بنائے ہوئے ہیں، ان کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہیے۔

۶- سکوت

دورانِ گفتگو چند لمحوں کے لئے سکوت بھی حاصل کر لیجئے تا کہ آپ کو آپ کے پیغام کے ردعمل کا احساس ہو سکے۔

۷- ہجے

نام اور پتوں کے ہجے بتائیے اور نمبروں کو دہرائیے۔

۸- گفتگو کا خلاصہ

جب لمبی گفتگو ہو تو پوری گفتگو کا خلاصہ دہرائیے اور تاریخوں اور ایکشن وغیرہ کے متعلق تصدیق کر لیجئے۔

۹- مطلوبہ فرد کی عدم موجودگی کی صورت میں

آپ جس فرد سے بات کرنا چاہتے ہیں، وہ دفتر میں نہ ہو تو پھر آپ آپریٹر یا دفتر کے کسی ساتھی یا ماتحت کو یہ ضرور بتائیے کہ آپ کون ہیں، کس ادارے سے بول رہے ہیں، آپ کا نمبر کیا ہے اور آپ کی گفتگو کے اہم نکات کیا ہیں یا آپ جس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو بتا دیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر آپ بتا دیں کہ آپ اتنی دیر بعد فون کریں گے یا وہ فرد دفتر آئیں تو ان سے فون کروایا جائے۔

۱۰- شائستہ گفتگو

گفتگو شائستہ انداز سے کیجئے، جس شخص نے فون وصول کیا ہے، اس کا شکریہ ادا کریں، چاہے اس سے آپ کو متعلقہ معلومات نہ ملی ہو۔

۱۱- آپ کا اخلاقی فرض

ٹیلیفون کی اخلاقیات میں سے ہے کہ اگر آپ نے فون کیا ہے تو آپ ہی کو فیصلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے کہ بات کب ختم کرنی ہے۔ سنتِ رسول اللہ ﷺ بھی یہ ہے کہ جب کوئی فرد آپؐ سے ملنے آتا ہے تو آپؐ اس وقت تک اس سے رخصت نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود رخصت نہ ہوتا۔ یاد رکھئے ٹیلیفون اہم، فوری اور مختصر گفتگو کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے کسی کو آزمائش میں نہ ڈالئے۔

مرحلہ نمبر ۳- فون پر گفتگو کرنے کے بعد

الف- یاد رکھنے کے لئے نوٹس بنانا

اپنے نوٹس فوراً بنالیں تاکہ آئندہ کسی وقت بھی کام آسکیں اور اسے فائل کردیں۔ اپنی ڈائری میں آئندہ فون کرنے یا یاددہانی کے لئے یادداشت لکھ لیں۔

ب- متعلقہ افراد کو اطلاع یا رپورٹنگ

اس معاملے سے متعلقہ دیگر افراد کو اپنی گفتگو کے نتائج سے آگاہ کردیں۔

ج- ٹیلیفون پر جواب دینا

ہر وہ فرد جو آنے والی ٹیلیفون کالوں کا جواب دے رہا ہے، اسے شائستہ، معاون اور مستعد ہونا چاہئے۔

۱- آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ آپ کے ادارے کا ٹیلیفون نظام کیا ہے۔ اندرونی طور پر کالیں کس طرح منتقل ہوتی ہیں تاکہ لائن کٹنے کا خطرہ نہ ہو۔

۲- بغیر پنسل اور کاغذ کے فون پر جواب نہ دیں۔

۳- اپنے فون کے قریب کاغذ، پنسل، دفتر سے متعلق ٹیلیفون ڈائریکٹری اور عام ڈائریکٹری ضرور رکھیں۔

۴- جب آپ فون اٹھائیں تو پہلے ''السلام علیکم'' کہیں اور اپنا نام بتائیں۔ پھر فون کرنے والے کو موقع دیں کہ اپنا نام بتائے اور کام کی غرض۔ اگر آپ متعلقہ فرد ہیں تو آپ جواب دیں، اگر کوئی اور ہے تو لائن اسے منتقل کردیں یا بلوالیں یا نمبر دے دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصورت دیگر پیغام لے لیں۔

۵- اگر آپ کسی اہم میٹنگ میں ہیں تو آپ نمبر لے لیں اور بتا دیں کہ آپ اتنی دیر بعد فون کریں گے۔

۶- اگر آپ کسی کی جانب سے فون پر جواب دے رہے ہیں تو پھر آپ کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، ایسا بھی محسوس نہ ہو کہ متعلقہ فرد کو فون کرنے والے سے ملاقات کو ٹال رہا ہے اور نہ ہی آپ اپنی بات سے اسے کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کا موقع دیں۔

۷- جب آپ کسی کی بات سن رہے ہوں تو آپ اشارات یا نوٹس ضرور تحریر کریں۔ جب آپ پیغام وصول کر رہے ہوں تو ممکن ہے کہ آپ پیغام دینے والے کی پوری بات سمجھ نہ پائیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ پیغام لینے کے بعد جو کچھ سمجھے ہیں یا آپ نے تحریر کیا ہے، اسے دہرائیں۔

۸- جب آپ فون پر گفتگو کر رہے ہوں تو گھبراہٹ کا اظہار مت کیجئے۔ جلدی میں اپنے آپ کو دباؤ میں مت لائیے۔ اگر دوسرے جانب، فون کرنے والا جلدی جلدی بول رہا ہو تو آپ مؤدبانہ انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ مجھے مشکل ہو رہی ہے، آپ ذرا ٹھہر ٹھہر کر بتائیں، تاکہ میں نمبر وغیرہ صحیح طرح نوٹ کر سکوں۔

۹- عام گفتگو میں تو ہم چہرے اور سر کے تاثرات سے شریکِ گفتگو کو گفتگو میں شرکت کا احساس دلاتے ہیں مگر ٹیلیفون پر شرکت کا احساس کم ہوتا ہے، اسی لئے بعض اوقات گفتگو کرنے والا مختلف آوازوں سے چیک کرتا ہے کہ کیا واقعی آپ اس کے ساتھ شریک ہیں یا لائن ''کٹ'' گئی ہے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ آپ پسندیدہ الفاظ دورانِ سماعت استعمال کریں، جیسے ''ہاں'' ''جی'' وغیرہ۔

۱۰- دورانِ گفتگو آپ اردگرد کے ماحول سے متاثر نہ ہوں اور اپنی توجہ کو تقسیم نہ کریں۔ ممکن ہے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جائیں جو فون کرنے والے فرد سے متعلق نہ ہوں۔ اور وہ کچھ اور سمجھ لے، اسی طرح آپ ایک وقت میں دو افراد سے بھی گفتگو نہ کریں۔ اگر دورانِ گفتگو کوئی اور فون آ جائے تو آپ اسے ہولڈ کروا لیں یا اگر آپ کو خود ہی جواب کے لئے فون اٹھانا پڑے تو جس فون پر بات ہو رہی ہے، اس سے معذرت کر لیں، دوسرے فون کو اٹھائیں۔ اسے اطلاع دیں کہ آپ ایک اور فون پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروف ہیں۔ ہولڈ کرنے کے لئے کہدیں یا یہ بتادیں کہ آپ تھوڑی دیر بعد فون کرلیں گے! پھر آپ پہلے فون پر آ جائیں۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ دوسرا فون فوری اور اہم نوعیت کا ہو تو پھر آپ پہلے فون کو پھر اٹھایئے اور اسے ہولڈ کرنے کے لئے کہیں یا اسے بتادیں کہ آپ بعد میں خود رابطہ قائم کریں گے۔

۱۱- فون کے دوران اگر آپ کو فائل یا کاغذ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ فون ہولڈ مت کروایئے بلکہ آپ تھوڑی دیر بعد فون کرنے کا وعدہ کرلیں۔

۱۲- اگر لائن کٹ جائے تو فون رکھ دیں۔ جن صاحب نے فون کیا ہے، وہ پھر فون کریں گے۔

۱۳- جب بات ختم ہو جائے تو گفتگو کے اہم نکات دہرا دیجئے۔ فون نمبر اور پتے جو گفتگو کے دوران آئے ہیں، ان کی بھی تصدیق کرلیجئے۔ اگر آپ نے فون پر کسی کا پیغام لیا ہے تو اسے بھی دہرا دیں۔

۱۴- آپ کو فون آیا تھا اور آپ نے مندرجہ بالا احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ اب آپ کی بات ختم ہوگئی ہے مگر پھر بھی ان باتوں کی ضرورت ہے۔

☆ آپ اپنے نوٹس لکھ لیں تا کہ آئندہ حوالے کے لئے کام آسکیں۔ نوٹس پر فوری عمل درآمد کیجئے۔ اس معاملے کے متعلق افراد تک بات پہنچادیں۔ دفتر میں خط یا یادداشت لکھنے کی ضرورت ہو تو وہ بھی لکھئے۔

☆ اگر آپ نے پیغام لیا ہے تو وقت اور تاریخ ضرور تحریر کریں۔ دفتروں میں عموماً پیغامات کی وصولی کے لئے سلپ ہوتی ہیں، وہ بھرلیں اور متعلقہ فرد کی میز پر رکھ دیں یا ایسی جگہ پر رکھیں جہاں متعلقہ فرد اس پر فوراً توجہ دے سکے۔ جب متعلقہ فرد واپس آ جائے تو آپ یاددہانی بھی کروادیجئے۔ اس لئے کہ فون کا جواب دینا اخلاقیات کا تقاضا ہے۔ پیغام کے جواب میں فون کرنا بھی ضروری ہے ورنہ یہ بداخلاقی، اور کاروباری آداب کے خلاف تصور کیا جاتا ہے۔

☆ کاغذات اور ڈائری میں کچھ نوٹ کرنے کی ضرورت ہے تو ضرور نوٹ کرلیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند دیگر باتیں

☆ اگر آپ نے کہیں فون کیا ہے مگر آپ کو غلط نمبر ملنے کا احساس ہے تو آپ کے فون کے جواب میں جب آواز آئے تو آپ نمبر دہرا کر تصدیق کر لیں۔ البتہ آپ فون پر مخاطب سے اس کا نمبر پوچھنے کی کوشش نہ کریں۔

☆ فون کا رسیور اٹھا لینے کے بعد انتظار مت کرائیے۔ اگر آپ فوری طور پر بات نہیں کر سکتے تو بتا دیں کہ آپ چند لمحوں میں پھر فون کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں فون کرنے والے کو بھی بُرا نہیں منانا چاہیے، اس لئے کہ اسے احساس نہیں ہے کہ متعلقہ فرد کتنا مصروف ہوگا۔

☆ بچے اگر فون پر جواب دیں تو انہیں پیغام سمجھنے میں مشکل ہوتی ہے، انہیں آپ ان کی سطح پر آ کر اپنا نام بتائیے۔ گھر میں اپنے بچوں اور نوکروں کی بھی تربیت کیجئے تاکہ وہ اہم فون یا خبر پر بھی اپنی جان نہ چھڑا لیں۔

☆ اگر آپ گھر میں اکیلے ہوں اور صاحبِ خانہ گھر سے باہر ہوں تو اجنبی فون کرنے والے کو زیادہ تفصیلات سے آگاہ نہ کریں۔

☆ اگر آپ دورانِ گفتگو ریسیور نیچے رکھیں تو احتیاط سے رکھیں اور اتنی دور رکھیں کہ آپ کے غصے یا چیخ پکار کے الفاظ فون کی دوسری جانب موجود فرد کے کانوں تک نہ پہنچیں۔

☆ جب آپ کے پاس کوئی مہمان ہو تو بیرونی فون کم از کم وصول کیجئے۔ واضح رہے کہ اگر آپ دفتر میں ہوں تو آپ کے مہمان دفتری یا کاروباری ہی ہوں گے۔ ذاتی دوستی اور رشتہ داروں کی خاطر اپنے دفتر یا کاروبار کو نقصان مت پہنچائیے۔

☆ گھر سے نکلنے سے قبل ''بیگماتی فہرست'' لے لیجئے۔ دفتر پہنچنے کے بعد فون کرنے اور فون کا انتظار کرنے اور فہرست تحریر کرنے پر وقت ضائع مت کیجئے۔

☆ اپنے دوستوں کے فون کم از کم تعداد میں آنے چاہئیں۔ ورنہ یہ بھی دفتر میں موضوعِ گفتگو بن جاتے ہیں۔

☆ اگر بہت دور سے کال آئے تو آپ فون پر بلند آواز میں بات کیجئے البتہ چیخئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، ورنہ لوگ کچھ اور محسوس کریں گے۔

☆ فون پر آپ کی آواز میں نرمی ہو اور وہ آواز صاف بھی ہو۔ آپ میں اظہار کی صلاحیت بھی ہو، آپ دوستانہ اور بالمشافہ ماحول کے انداز میں فون پر گفتگو کرنے کی کوشش کیجئے۔ بس شرط یہ ہے کہ جس سے فون پر بات ہو رہی ہے، وہ آپ سے بڑا نہ ہو اور غیر ضروری طور پر سنجیدہ نہ ہو۔

☆ دفتری ٹیلیفون کے آپریٹر اور آپ کے سیکریٹری نے اگر باقاعدہ تربیت حاصل نہیں کی تو ازراہِ کرم اس موضوع پر کتاب خرید کر اسے تحفے میں دے دیں تاکہ آئندہ وہ آپ کے دفتر کے بارے میں خراب تاثر پیدا کرنے کا باعث نہ بنے۔ اسی انداز سے گھر کے افراد کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔

☆ ٹیلیفون اہم، فوری پیغام پہنچانے اور وقت بچانے کا ذریعہ ہے، اسے تفریح کا سامان مت بنائیے، اس کے ذریعے دوسروں کو آزمائش میں نہ ڈالئے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات (ماخذ وحوالجات)

۱- القرآن الكريم

۲- المعجم المفهرس لالفاظ القرآن (محمد فواد الباقی)

۳- كتب الصحاح الستة (احادیث کی صحاح ستہ کی کتابیں)

۴- منهاج الصالحين (عز الدين بليق)

۵- مشكوٰة المصابيح (ولی الدين الخطيب العراقی)

۶- فتح الباری شرح البخاری (الحافظ ابن حجر عسقلانی)

۷- الادب المفرد (الامام محمد بن اسماعيل البخاری)

۸- المسند (الامام احمد بن حنبل)

۹- المؤطا الامام مالک

۱۰- رياض الصالحين (محی الدين ابو زكريا يحيى النووی)

۱۱- فی اصول الحوار، قسم البحث والتاليف (WAMY) جده.

۱۲- مجمع الزوائد (للهيثمی)

۱۳- كيف ندعوا الناس. (عبدالبديع صقر)

۱۴- اتحاف السادة المتقين (للزبيدی)

۱۵- ادب الاختلاف فی الاسلام. (دكتور طهٰ جابر)

۱۶- المستدرک (للحاكم)

۱۷- السير النبويه (للحافظ الذهبی)

۱۸- رسالة الآداب فی علم ادب البحث و المناظره (محمد محی الدين عبدالحميد)

۱۹- رفع الملال عن ائمة الاعلام. (ابنِ تيميه)

۲۰- دراسات فی الاختلاف الفقهية (محمد عبدالفتح البيانونی)

۲۱- مالا يجوز الاختلاف فيه بين المسلمين (عبدالجليل عيسىٰ)

۲۲- كيف تكسب الاصدقاء و توثر فی الناس. (ديل كارنجی)

۲۳- اسس الدعوه و آداب الدعاء. (السيد محمد الوكيل)

۲۴- مناهج الجدل فی القرآن الكريم (زاهد عواض الالمعی)

۲۵- الفرق بين النصيحة والتعيير. (الحافظ ابن رجب)

۲۶- كتاب الفقهية والمتفقه (الخطيب البغدادی)

۲۷- تفسير صفوة التفاسير (محمد علی الصابونی)

۲۸- شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر۔ (محمد بشیر جمعہ)

۲۹- سیرت النبی ﷺ (علامہ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰- تلخیص تفہیم القرآن (مولانا صدر الدین اصلاحی)
۳۱- تفسیر تفہیم القرآن۔ (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)
۳۲- تفسیر معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع)
۳۳- ترجمہ و تفسیر عثمانی (شیخ الہند محمود الحسن و مولانا شبیر احمد عثمانی)
۳۴- تفسیر جواہر القرآن (مولانا حسین علی و مولانا غلام اللہ خان)
۳۵- مترادفات القرآن (عبدالرحمٰن کیلانی)
۳۶- احیاء علوم الدین (ابوحامد الغزالی)
۳۷- معارف الحدیث (مولانا محمد منظور نعمانی)
۳۸- محسنِ انسانیت (فضل الرحمٰن، نعیم صدیقی)
۳۹- انسان کامل (پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی)
۴۰- رحمۃ للعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری)
۴۱- مضامین قرآن (زاہد ملک)
۴۲- موضوعات قرآنی اور انسانی زندگی (خواجہ عبدالوحید)
۴۳- اسلام اور رواداری (محمد متین طارق)
۴۴- شاہراہ عافیت دعا اور دعائیں (محمد بشیر جمعہ)
۴۵- اساس البلاغہ (علامہ زمخشری)
۴۶- مصباح اللغات (عبدالحفیظ بلیاوی)
۴۷- منجد (اردو) (مفتی محمد شفیع)
۴۸- گلستان سعدیؒ (مصلح الدین سعدی شیرازیؒ)
۴۹- دعوتِ دین اور اس کا طریقِ کار (مولانا امین احسن اصلاحی)
۵۰- سیرت ابومحمد عبدالملک ابن ہشام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں انسان کے لئے بیان اور اظہار مافی الضمیر کو اپنی بڑی نعمتوں میں سے شمار کیا ہے۔ سورہ الرحمٰن میں جہاں اللہ نے اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا اور احسان جتلایا وہاں سب سے پہلے انسان کے لئے قرآن مجید، انسان کی تخلیق اور بیان کا تذکرہ کیا ہے۔ خالقِ کائنات نے ہر انسان کو اس کی صلاحیت اور ملکہ عطا کیا ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی ذمے داری ہے کہ قدرت کی ودیعت کردہ اس صلاحیت کو بڑھائے، ترقی دے اور خوب سے خوب تر بنائے۔

قوت بیان اور بہترین گفتگو وہ طاقت ہے جس سے انسان بڑے سے بڑے مجمعے کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے، زبان کے میٹھے بولوں کے ذریعے پوشیدہ دل جیت لیتا ہے اور بعض اوقات نہ صرف دل جیتتا ہے بلکہ مجمع کو اپنے ساتھ کر کے اپنے پیروکار بنا لیتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی درجنوں مثالیں اور نمونے دیئے گئے ہیں۔ خود قرآن مجید میں اس کے اپنے معجزہ ہونے کا ایک پہلو اس کا بلیغ و فصیح اور معانی و حکمتوں سے بھرا ہونا بتایا گیا ہے۔

گفتگو کو شیریں، دلپسند اور دلنواز بنانے کے لئے قرآن وحدیث، حکماء علماء کے کلام سے منتخب کردہ شہ پاروں، جامع کلمات کی عبارتوں، حکمتوں، لطیفوں، جملوں، فقروں کی روشنی میں تالیف کردہ یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ کتاب ہر طبقے کے افراد کے باہم گفتگو کرنے، دوسرے کو اپنی بات پر قائل کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک بہترین وسیلہ ہے۔

یہ تالیف رفاہی، اصلاحی اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور دعوتی و تبلیغی جماعتوں و تنظیموں کے ذمے داروں اور این جی اوز کے منتظمین، مساجد کے ائمہ، خطیبوں اور واعظین حضرات اور مجالس میں گفتگو کرنے والے اصحاب کے لئے بہترین کتاب اور خیر جلیس (بہترین ساتھی) ہے۔

محمد بشیر جمعہ

978-969-441-131-6
9789694411316

Rs. 150/-